جہنم والے اعمال کا خوفناک انجام

تالیف

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

استاذ و رئیس دارالافتاء جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ حمادیہ کراچی

جہنم والے اعمال کا خوفناک انجام

تالیف

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

اُستاذ و رئیس دارالافتاء جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ حمادیہ کراچی

شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کراچی نمبر 75230 فون نمبر 4572537

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ جہنّم والے اعمال کا خوفناک انجام

تالیف:۔ حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

باہتمام:۔ عاصم برادران سلمہم الرحمٰن

صفحات:۔ ۲۷۶

سن طباعت:۔ مئی ۲۰۱۳ء

تعداد:۔ ۱۱۰۰

قیمت:۔

مکتبہ حمادیہ کراچی

شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کوڈ نمبر 75230 فون نمبر 02134572537

Books@JamiaHammadia.com

www.JamiaHammadia.com

انتساب

میں اپنی اس محنت شاقہ کو اپنی مادرِ علمی اور
عالَمی مرکز علمی

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

کی طرف منسوب کرتا ہوں، جس کی سایۂ عاطفت میں بندہ نے
محدث العصر، حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد ولی حسن ٹونکیؒ
سے احادیث مقدسہ کی سند حاصل کی۔

عاصم عبداللہ

بشری کمزوری

انی رأیت انه لایکتب انسان کتاباً فی یومه الاقال فی غده: لوغیر هذا لکان احسن، ولو زید کذا لکان یستحسن ولو قدم هذا لکان افضل، ولوترک هذا لکان اجمل، وهذا من اعظم العبرة وهو دلیل علی استیلاء النقص علی سائر البشر. (معجم الادباء)

''میرا مشاہدہ ہے کہ ''آج'' کسی بھی مصنف نے خوب اہتمام سے کوئی کتاب تصنیف کی تو ''کل'' جب وہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آئی تو اسے خود اعتراف کرنا پڑا کہ اگر اس جگہ مضمون یا اسلوبِ تحریر قدرے مختلف ہوتا تو بہت اچھا ہوتا، اگر یہاں کچھ اضافہ ہوجاتا تو اور بھی اچھا ہوتا، اگر اس عنوان یا عبارت میں تقدیم وتاخیر ہوجاتی تو کیا ہی بہتر ہوتا، اور اگر یہ عبارت یہاں نہ ہوتی تو مضمون کتنا ہی خوبصورت ہوتا۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے اوراس بات کی دلیل ہے کہ نقص وکمی اور کمزوری جنس بشر پر مکمل طور پر حاوی ہے۔''

حُسنِ ترتیب

	حُسنِ ترتیب	صفحات
	انتساب	۳
	بشری کمزوری	۴
	کلماتِ طیبہ: پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم	۱۸
	پسند فرمودہ: حضرت مولانا محمد ابراہیم ٹھٹھوی صاحب دامت برکاتہم	۲۱
	تقریظ: حضرت مولانا عبدالرحمٰن کوثر صاحب حفظہ اللہ	۲۳
	دل کی بات: حضرت مولانا عاصم عبداللہ صاحب	۲۶
	شرک کرنے والے کا خوفناک انجام	
	شرک کی ابتداء	۳۳
	دنیا میں بت پرستی کا آغاز	۳۴
	حضرت شیث علیہ السلام	۳۴
	اللہ کے علاوہ سب سے پہلے کس کی پرستش ہوئی؟	۳۵
	بیت اللہ میں بت پرستی کا آغاز	۳۵
	عرب میں بت پرستی کا عام رواج	۳۶
	شرک کی اقسام	۳۸
	(۱) شرک فی العلم	۳۸

۞	(۲) شرک فی التصرف	۳۹
۞	(۳) شرک فی العبادت	۴۰
۞	(۴) شرک فی العادت	۴۱
	نماز ترک کرنے والے کا خوفناک انجام	
۞	بے نمازی کو قبر میں پندرہ قسم کا عذاب ہوتا ہے	۴۳
۞	دنیا کے پانچ عذاب	۴۴
۞	موت کے وقت تین عذاب	۴۴
۞	قبر کے تین عذاب	۴۴
۞	قبر سے نکلنے پر تین عذاب	۴۵
۞	تارک نماز کا برزخ میں حال	۴۶
۞	قیامت کے روز بے نمازیوں کا انجام	۴۷
۞	دنیا میں مال حاصل کرنے کا طریقہ	۵۰
۞	نماز کا تارک فاحشہ عورت سے بدتر ہے	۵۰
۞	نماز میں سستی کی وجہ سے قبر میں آگ کے شعلے	۵۱
	زکوٰۃ نہ دینے والے کا خوفناک انجام	
۞	زکوٰۃ نہ دینے والے کے لئے دنیوی سزا	۵۵
۞	زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے بقیہ مال کی تباہی و بربادی	۵۶
۞	زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے عالم برزخ میں عذاب	۵۶

۞	زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے اخروی عذاب	۵۷
۞	حاکم وقت مانعین زکوٰۃ کو سزا دے سکتا ہے؟	۵۸
۞	مانعین زکوٰۃ سے قتال	۵۹
۞	زکوٰۃ کا منکر کافر ہے	۶۱
۞	ایک عبرت ناک واقعہ	۶۲
۞	زکوٰۃ عبادت ہے تفسیر قرآن کی روشنی میں	۶۴
۞	زکوٰۃ عبادت ہے احادیث کی روشنی میں	۶۵
۞	زکوٰۃ عبادت ہے اقوال ائمہ اور اجماع کی روشنی میں	۶۷
۞	خلاصہ کلام	۶۸
	فرض روزہ نہ رکھنے والے کا خوفناک انجام	
۞	ہلاکت کی بد دعا	۷۰
۞	رمضان میں روزے کے لاپرواہی کا انجام	۷۱
	استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے کا خوفناک انجام	
۞	حضرت عمرؓ کا فتویٰ	۷۵
۞	حج نہ کرنے والوں کی حسرتیں اور تمنائیں	۷۵
	ریا (دکھاوا) کرنے والے کا خوفناک انجام	
۞	ریاکار کی علامتیں	۸۱
۞	ریاکاروں کو جنت دکھا کر جہنم میں بھیج دیا جائے گا	۸۲
۞	ریاکاری سے بچنے سے متعلق اسلام کے رہنما اصول	۸۳

قتل ناحق کرنے والے کا خوفناک انجام

انسانی جان کی حرمت وعظمت ساری کائنات سے زیادہ ہے	۸۶
مؤمن کے جان ومال کی عظمت کعبہ کی عظمت سے زیادہ ہے	۸۷
روزِ محشر خون ناحق کا حساب کتاب پہلے ہوگا	۸۷
روزِ قیامت سے پہلا حساب اور سب سے پہلا فیصلہ	۸۸
ہر گناہ کی مغفرت کی امید ہے سوائے!	۹۰

جادو ٹونہ کرنے والے کا خوفناک انجام

قرآن مجید کی روشنی میں جادو کا ثبوت	۹۳
جادو کی اقسام	۹۴
جادو کا انکار خلاف واقعہ ہے	۹۵
جادو کا ایک عجیب وغریب واقعہ	۹۶
جادوگر قابل توبہ ہے یا لائق قتل؟	۹۸
جادو اور معجزے میں فرق	۹۹
ساحر اور پیغمبر میں امتیاز	۱۰۰
کیا انبیاء علیہم السلام پر بھی جادو کا اثر ہوسکتا ہے؟	۱۰۳

یتیم کا مال کھانے والے کا خوفناک انجام

یتیم کا مال کھانے پر سخت وعید	۱۰۶

۞	یتیم کی سفارش پر مغفرت ہوگئی	۱۰۷
۞	یتیم بچیوں کی کفالت پر آتش پرست دولتِ ایمان سے مالا مال	۱۰۸

سودخوری کرنے والے کا خوفناک انجام

۞	سودی لین دین پر قرآن کریم میں سخت وعیدیں	۱۱۱
۞	سودخور کے متعلق حدیث میں شدید وعید	۱۱۲
۞	سود کا معمولی گناہ اپنی ماں سے زنا کے برابر ہے	۱۱۴
۞	سود کھانے، کھلانے والے پر لعنت	۱۱۵
۞	سانپ سے بھرے ہوئے گھروں کی مانند پیٹ	۱۱۵
۞	سود (ربا) کی تفصیلات	۱۱۷
۞	سود کے نقصانات	۱۱۹
۞	اخلاقی نقصانات	۱۱۹
۞	معاشی اور اقتصادی نقصانات	۱۲۰
۞	معاشرتی نقصانات	۱۲۰
۞	ابتدائے اسلام میں مروّجہ سود کون سا تھا؟	۱۲۲
۞	سود کی اقسام واحکام	۱۲۴
۞	مشعلِ راہ	۱۲۵
۞	معاشی تنگی کی بناء پر سود حلال نہیں ہو جاتا	۱۲۷

بے بنیاد تہمت لگانے والے کا خوفناک انجام

۞	بے بنیاد تہمت لگانے والے کی سزا اسی کوڑے	۱۳۰
۞	اپنے زرخرید غلام پر تہمت لگانے والے پر روزِ قیامت حد جاری ہوگی	۱۳۲
۞	اصلی اور حقیقی مفلس کون ہے؟	۱۳۳

میدان جہاد سے بھاگنے والے کا خوفناک انجام

۞	مقصد جہاد	۱۳۵
۞	میدان جہاد سے بھاگنے کی سزا	۱۳۶
۞	پانچ گناہوں کا کوئی کفارہ نہیں	۱۳۷
۞	موت کا ایک دن مقرر ہے	۱۳۹

والدین کی نافرمانی کرنے والے کا خوفناک انجام

۞	والدین کی نافرمانی سے توبہ کیجئے	۱۴۱
۞	والدین کی اطاعت کی وجہ سے پہاڑ سرک گیا	۱۴۲
۞	والدین کی بددعا سے بچیں	۱۴۳
۞	والدین دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہیں	۱۴۶

خودکشی کرنے والے کا خوفناک انجام

۞	اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے	۱۵۱
۞	خودکشی کیوں حرام ہے؟	۱۵۲

۞	خودکشی کے بارے میں ایک سبق آموز واقعہ	۱۵۲
۞	شراب پینے والا کا خوفناک انجام	۱۵۴
۞	شراب (ام الخبائث)	۱۵۴
۞	خمر کسے کہتے ہیں	۱۵۵
۞	شراب نوشی کی سزا	۱۵۶
۞	شراب پینے والے کو موت کے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا	۱۵۸
۞	ایک عبرت انگیز واقعہ	۱۵۹
۞	شراب کی دس مذموم خصلتیں	۱۶۰

قطع رحمی کرنے والے کا خوفناک انجام

۞	توڑنے والوں سے جوڑ پیدا کریں	۱۶۷
۞	بھلائی پہل کرنے میں ہے	۱۶۷
۞	قطع رحمی کی وجہ سے امانتدار آدمی بھی دوزخ میں	۱۶۹

غیبت کرنے والے کا خوفناک انجام

۞	غیبت کی تعریف	۱۷۲
۞	غیبت کی مذمت	۱۷۳
۞	غیبت کرنا اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا ہے	۱۷۳
۞	وجہ تشبیہ غیبت گوشت کھانا	۱۷۴

❁	غیبت زنا سے بڑھ کر ہے	۱۷۵
❁	غیبت کرنے والوں کا ہولناک منظر	۱۷۶
❁	قیامت میں غیبت کرنے والے سے کیا سلوک ہوگا؟	۱۷۷
❁	غیبت کی درست صورتیں	۱۷۹
❁	(۱) شکایت ظلم یا حاکم بالا	۱۷۹
❁	(۲) غیبت اصلاح عیوب	۱۸۰
❁	(۳) شرم دلانے کے لئے غیبت کرنا	۱۸۱
❁	(۴) غیبت بغرض استفتاء	۱۸۲
❁	غیبت بغرض اطلاع	۱۸۲
❁	(۶) غیبت فاسق معلن	۱۸۳
❁	سفیان بن سعید کی بادشاہِ وقت سے بے رغبتی	۱۸۵
❁	(۷) غیبت بغرض حفاظت	۱۸۶
❁	(۸) بے حیا کی غیبت	۱۸۷
❁	قتلِ ناحق کرنے والے کو خونِ مچھر کا غم	۱۸۸
❁	(۹) غیبت بطور حسرت وافسوس	۱۸۸
❁	(۱۰) مشہور لقب بد کا ذکر	۱۸۹
❁	(۱۱) غیبت بغرض تقویتِ دین	۱۸۹

(۱۲) غیبت بغرض عبرت	۱۸۹
ترک غیبت کے فائدوں کا بیان	۱۹۰
پہلا فائدہ: مسلمانوں کا گوشت کھانے سے بچنا	۱۹۰
دوسرا فائدہ: زنا کے گناہ سے بچنا	۱۹۰
تیسرا فائدہ: وضو کا مکروہ ہو جانا	۱۹۱
چوتھا فائدہ: حرام سے بچنا	۱۹۱
پانچواں فائدہ: زبان کے زخم سے محفوظ رہنا	۱۹۲
چھٹا فائدہ: ندامت سے بچنا	۱۹۲
ساتواں فائدہ: زبان کے گناہ کبیرہ سے نجات پانا	۱۹۳
آٹھواں فائدہ: مردار کا گوشت کھانے سے بچنا	۱۹۴
نواں فائدہ: قیامت کے روز حسرت وافسوس سے نجات پانا	۱۹۵
دسواں فائدہ: رسول اللہ ﷺ کا خوش ہونا	۱۹۵

چغل خوری کرنے والے کا خوفناک انجام

چغلی کی مذمت	۱۹۷
اچھے اور بُرے بندے	۱۹۸
راز فاش کرنا چغل خوری ہے	۱۹۹

پڑوسیوں کو تکلیف دینے والے کا خوفناک انجام

پاکیزہ معاشرے کی تشکیل	۲۰۱

پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ ایمان کا جز ہے	۲۰۱
پڑوسیوں کے بارے میں حضرت جبرئیل کی وصیت	۲۰۳
جس سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں وہ مؤمن نہیں	۲۰۳
وہ شخص مؤمن نہیں جس کا پڑوسی بھوکا ہو	۲۰۴
جھوٹ بولنے والے کا خوفناک انجام	
جھوٹی باتوں سے ہنسانے والے کے لئے ہلاکت ہو	۲۰۷
سب سے بڑا جھوٹ	۲۰۸
بدگمانی بھی جھوٹ میں شامل ہے	۲۰۹
ٹخنوں کے نیچے لباس پہننے والوں کا خوفناک انجام	
ٹخنے ڈھانپنے کی شرعی حیثیت:	۲۱۱
ٹخنوں سے نیچے شلوار کرنا بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے	۲۱۱
اسراف	۲۱۱
تشبه بالنساء	۲۱۲
مظنة الخيلاء	۲۱۲
اصرار على المعصية	۲۱۲
تخفيف المعصية	۲۱۲
تشبه بالفساق والكفار	۲۱۲
اظهار المعصية	۲۱۳

جبر الخياط	۲۱۳
تعلق بالنجاسة	۲۱۳

رشوت لینے، دینے والے کا خوفناک انجام

تکبر کرنے والوں کا خوفناک انجام

پہلی نافرمانی کی وجہ تکبیر	۲۲۰
اللہ کی چادر	۲۲۱
متکبر کو ذلت ملتی ہے	۲۲۱
آنحضرت ﷺ کی دعا	۲۲۳
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وجہ فضیلت	۲۲۳

امانت میں خیانت کرنے والے کا خوفناک انجام

امانت ودیانت ایمان کا تقاضا ہے	۲۲۷
امانت میں خیانت کی مختلف صورتیں	۲۲۸
خیانت سے پناہ	۲۲۹

غیروں کی مشابہت اختیار کرنے والے کا خوفناک انجام

غلط فہمی	۲۳۱
مؤمن اور کافر کے طرز زندگی میں فرق ہے	۲۳۲
کافروں کی طرف مائل ہونا مؤمن کی شان نہیں	۲۳۵

اولاد کو ناحق قتل کرنے والے کا خوفناک انجام	
پہلی صورت	۲۳۶
دوسری صورت	۲۳۷
تیسری صورت	۲۳۸
بلا عذرِ معتبر مانگنے والے کا خوفناک انجام	
ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے فقر وفاقہ بہتر ہے	۲۴۳
بھوک برداشت، کمینے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا	۲۴۴
سوال کرنے والا تین حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے	۲۴۴
سوال کرنا دو شخصوں کے لئے جائز نہیں	۲۴۵
سوال صرف تین آدمی ہی کر سکتے ہیں	۲۴۵
اشرافِ نفس کے بغیر جو مل جائے اسے لے لے	۲۴۶
لگائی بجھائی کرنے والے کا خوفناک انجام	
دو رُخے پن کی ممانعت	۲۴۸
لگائی بجھائی سے دو جانوں کا قتل	۲۵۰
شوہر کی نافرمانی کرنے والی عورت کا خوفناک انجام	
اسلام میں نکاح کا مقام	۲۵۳
ازدواجی زندگی کا تعلق	۲۵۴

۞	شوہر کا مقام و رتبہ	۲۵۴
۞	اچھی بیوی کی علامات	۲۵۸
۞	نیک بیوی کی تین نشانیاں	۲۵۸
۞	بیوی پر شوہر کا حق	۲۵۹
۞	شوہر کی اطاعت خوش دلی سے	۲۵۹
۞	فرمانبردار بیوی کے لئے جنت کی بشارت	۲۶۰
۞	نکاح سے بڑھ کر محبت پیدا کرنے والی کوئی چیز نہیں	۲۶۰
۞	شوہر کا احسان ماننا	۲۶۱
۞	شوہر کی خدمت کر کے خوشی محسوس کرنا	۲۶۲
۞	بیوی وہ کام نہ کرے جو شوہر کو ناگوار ہو	۲۶۲
۞	خاوند کی خواہش کی تسکین سب سے پہلے کرے	۲۶۳
۞	شوہر عورت کے لئے جنت کا دروازہ ہے	۲۶۴
۞	غلطی کا اعتراف باعثِ عزت ہے	۲۶۴
۞	مثالی عورتیں	۲۶۵
۞	ایک عابدہ خاتون کا تقویٰ	۲۶۶
۞	ایک باندی کا تقویٰ	۲۶۷

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلماتِ طیبہ

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بانی ورئیس جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد!

دین اوامر ونواہی (یعنی اللہ کے احکامات کو بجالانے اور برائیوں سے بچنے) کا نام ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یآیھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافّة.

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ۔"

طاعات اور نیکیوں کے حقیقی ثمرات ونتائج اور حقیقی برکات انسان کو اسی وقت حاصل ہوتے ہیں، جب وہ نیکیوں کے ساتھ برائیوں سے بچنے کا بھی پوری طرح التزام واہتمام کرے، عموماً لوگوں کو یہ اشکال رہتا ہے کہ "ہم لوگ نماز، روزہ، زکوٰۃ و

صدقات کے پابند ہیں مگر قرآن وسنت میں ان پر جو وعدے اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں، ہمارے متعلق کیوں پورے نہیں ہوتے؟''

یہ شکوہ کرنے والے حضرات یہ نہیں دیکھتے کہ وہ کن کن معاصی میں مبتلا ہیں، جب تک وہ ان تمام معاصی اور گناہوں سے تائب ہوکر مکمل طور پر ان سے کنارہ کش نہیں ہوجاتے، نیکیوں کے حقیقی انوارات وبرکات ان کو حاصل نہیں ہوں گے، نماز روزہ کے باوجود بے چینی وبے کیفی رہے گی۔

گناہوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ گناہ کے گناہ ہونے کا علم ہو، بہت سے لوگ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دروغ گوئی، جھوٹ، فریب، خیانت اور سودی لین دین، کاروبار اور بازار کی ضرورت ہے، اس کے بغیر کوئی کاروبار نہیں ہوسکتا، اور مجبوری میں سب جائز ہوتا ہے، ایسے خود تراشیدہ غیر معتبر عذر کی بنیاد پر غلط فہمی میں سنگین گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔

عزیزم برخوردار مفتی عاصم عبداللہ صاحب نے ''جہنم کی طرف لے جانے والے اعمال'' کے نام سے یہ رسالہ مرتب کیا ہے۔ جس میں انہوں نے رائج الوقت ۲۹ ربڑے بڑے سنگین کبیرہ گناہوں کی تفصیل خوش اسلوبی سے درج کی ہیں۔

اپنی علالت کے باوجود بندہ نے اپنے حالیہ سفرِ حرمین شریفین میں بالاستیعاب یہ رسالہ دیکھا اور پڑھا ہے، ماشاء اللہ موصوف نے بسط وتفصیل کے ساتھ نہایت عمدہ اور دلنشین انداز میں رسالہ ترتیب دیا ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ پاک برخوردار مفتی صاحب کی دیگر تصانیف کی طرح اس تصنیف کو بھی قبولیتِ عامہ نصیب فرمائیں۔ اور ہم سب کو تمام ظاہری و باطنی، صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وصلى الله تعالىٰ على النبي الكريم، محمد واله واصحابه أجمين

عبد الواحد

بانی ومہتمم جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پسند فرمودہ

شیخ المنقول والمعقول
حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ سندھ

الحمدللّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہِ الذین اصطفیٰ

خصوصًا علی سیدنا محمد المصطفیٰ. اما بعد!

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ مدظلہم العالی کی تازہ تألیف بنام ”جہنم والے اعمال کا خوفناک انجام“ سامنے ہیں۔ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے زیرنظر کتاب میں ان سنگین بداعمالیوں کی ایک طویل فہرست ذکر کی ہے، جن کا ارتکاب انسان کو جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے، اور حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے ایک ایک عمل کا خوفناک انجام کا ذکر فرمایا ہے، جن میں اچھی خاصی علمی تحقیقات، قصص، امثال بھی آگئے ہیں۔

الحمدللہ معلومات کے ذخیرہ کے ساتھ ساتھ اندازِ تحریر ماشاء اللہ شگفتہ اور دل آویز ہے، جس میں خدا خوفی اور امت سے ہمدردی کے جذبات کی جھلک بھی واضح ہے۔اللہ کی ذات سے امید ہے کہ یہ کتاب بہت سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے ہدایت کا سبب بنے گی۔اور حضرت مولانا مدظلہ اور ان کے بزرگ والدین ماجد اور حضرت اساتذہ کرام کے لئے بھی ذخیرۂ آخرت بنے گی۔آمین

والسلام

خادم جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ

۱۷ر جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن کوثر صاحب حفظہ اللہ

ابن حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری نوراللہ مرقدہٗ

الحمدللّٰه رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين سيدنا ونبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

امابعد!

کسی ذی علم وصاحب بصیرت پر یہ بات مخفی نہیں کہ جس طرح اَوامر شرعیہ پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی طرح منہیات شرعیہ سے اجتناب بھی ضروری ہے۔

اعمال صالحہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اعمال ایجابیہ یعنی اوامر شرعیہ کو بجالانا، دوسرے اعمال سلبیۃ یعنی منہیات سے اجتناب کرنا، جو شخص اَوامر پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ منہیات سے بھی پرہیز کرے تو اس کے لئے جنات الفردوس کے داخلہ کی بشارت ہے، اور جو شخص منہیات سے اجتناب نہ کرے تو وہ مجرم ہے، باغی ہے، بہت سے لوگ گناہوں سے بچنے کا اہتمام

نہیں کرتے، اپنی نیکیوں کو گناہوں سے مخلوط کرتے رہتے ہیں، ان لوگوں پر توبہ کرنا لازم ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو گناہوں کے بارے میں معلوم نہیں گناہوں کی فہرست سے نابلد ہیں، جس کی وجہ سے لاعلمی، اور جہالت میں معاصی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو یہ تو معلوم ہے کہ یہ کام گناہ کا ہے لیکن اس گناہ کا وبال کیا ہے، اس گناہ کی نحوست کیا ہے، اس سے ناواقف ہیں، لہٰذا ایسی کتابیں تالیف کرنا جن میں گناہوں کے ارتکاب ہونے سے ڈرایا جائے اور گناہوں کے وبال سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے تاکہ ہر قسم کی معصیت سے کلیۃً پرہیز کرسکیں، انتہائی ضروری ہے، اس لئے مفتی عاصم عبداللہ صاحب زید مجدہ نے یہ کتاب ''جہنم والے اعمال کا خوفناک انجام'' کے نام سے مرتب کی ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہ موصوف کی خدمات قبول فرمائیں اور مزید توفیق عطا فرمائیں۔

مفتی عاصم عبداللہ صاحب کی تصنیف وتالیف کی ابتداء ریاض الجنۃ سے ہوئی تھا، وہ اس طرح کہ بندہ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مشکوٰۃ شریف ہے، اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر دس حدیثوں کا ترجمہ کرکے لاؤ۔ چنانچہ موصوف مشکوٰۃ شریف لے کر ریاض الجنۃ گئے اور دس احادیث کا ترجمہ کرکے حاضر خدمت ہوئے اس مبارک جگہ سے تصنیفی وتالیفی قلم چلا جو ماشاء اللہ تا حال جاری وساری ہے، اللہ تعالیٰ زندگی کے آخری لمحات تک اپنے دین کی خدمت کے لئے موفق فرمائیں اور

قبول فرمائیں۔آمین

وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه

اجمعين

كتبه العبد الفقير الى الله

عبدالرحمٰن الكوثر

وجعل أخرته خيرا من اولاه، ووفقه

لمايحب ويرضاه آمين

أستاذجامعة طيبة (مدينه منوره)

تحريرًا بالمدينة المنورة

على صاحبها ألف ألف صلاة وتحية

٤/ ٦/ ١٤٣٤هـ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل کی بات

الحمد للّٰہ رب العالمین ولاعدوان الا علی الظالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین وامام المتقین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین. اما بعد!

ہر مسلمان کی روحانی خواہش اور قلبی تمنا یہی ہے کہ اس کو آخرت میں جنت ملے اور وہ جہنم کے عذابوں سے بچ جائے ، اور دین اسلام کا یہی فیصلہ ہے کہ جنت میں جانے کا ذریعہ ایمان، اعمال صالحہ اور نیکیاں ہیں، اور جہنم سے بچنے کا ذریعہ کفروشرک، بُرے اعمال اور گناہوں کو چھوڑ دینا اور ان سے دور رہنا ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو یہ جان لینا بے حد ضروری کہ کون کون سے اعمال جنت میں لے جانے والے ہیں؟ اور کون کون سے اعمال جہنم میں لے جانے والے ہیں، تا کہ جنت میں لے جانے والے اعمال کو اختیار کرے اور جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچنے کا اہتمام کرے۔ اس لئے ایک مدت سے خواہش تھی کہ دو کتابیں لکھوں۔ اول الذکر ایک کتاب میں چند اعمال جنت کا تذکرہ تحریر کروں اور آخر الذکر دوسری کتاب میں اعمال جہنم کا تذکرہ لکھوں اور دونوں کتابوں میں چند احادیث ذکر کروں

اس لئے کہ میرے سامنے حضور ﷺ کا وہ فرمان مبارک ہے، جس میں آپ ﷺ نے احادیث مبارکہ سننے، پڑھنے، یاد کرنے اور آگے پہنچانے والے کو خوش وخرم اور سرسبز وشاداب رہنے کی دعا دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

نضر الله عبداً سمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها.

''اللہ اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے میری کوئی بات سنی اور اسے اچھی طرح ہمیشہ یاد رکھا اور اسی طرح لوگوں تک پہنچا دیا۔''

اس حدیث مبارکہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان حدیثوں کی تشریح آجائے۔

۲۰۰۱ء کی بات ہے کہ شاہراہ جنت کے نام سے جب ایک کتاب منظر پر عام آئی تھی اس کے بعد ارادہ تھا جہنم کے متعلق بھی ایسی احادیث جمع کروں جس میں جناب نبی کریم ﷺ نے جہنم سے متعلق وعید بیان کی ہو، ایک عرصہ تک اس کا موقع نہیں مل سکا، تاہم الحمد للہ اس دوران بندہ کی دیگر کئی کتابیں منظر پر آچکی ہیں۔ الحمدللہ وشکر للہ

آج اللہ رب العزت کی توفیق سے یہ کتاب بھی بنام ''جہنم والے اعمال کا خوفناک انجام'' مکمل ہوئی۔

یہاں ایک بات کی وضاحت میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مطالعے کے بعد یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ کبیرہ گناہ بس یہی ہیں جو اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں، ان کے علاوہ اور کوئی گناہ نہیں پائے جاتے، اس لئے کہ کبیرہ گناہوں کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے اور ان سب کو ایک جگہ جمع کرنا مشکل ہے، البتہ گناہ اور نیکی کی حقیقت سمجھنے کا ایک آسان نسخہ اور طریقہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ایک دفعہ

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے نیکی اور گناہ کی حقیقت معلوم کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے وابصہ! اپنے دل سے فتویٰ لے لیا کرو، اور اپنے نفس سے پوچھ لیا کرو، نیکی وہ ہے جس سے تمہارے دل اور نفس کو خوشی حاصل ہو، اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ نہ چاہو کہ لوگوں کو اس کا پتا چل جائے۔"

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ہر شخص آسان سے سمجھ سکتا ہے کہ نیکی کیا ہے، بدی کیا ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ اسی معمولی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازے اور اسے دینی افادیت اور ہدایت کا سبب بنا کر اس ناکارہ اور سیاہ کار کو بھی گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اِسے ہمارے لئے خصوصاً ہمارے والدین اور اساتذہ کرام کے لئے ذخیرہ آخرت اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

ایک خوش آئند بات یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ الحمدللہ! اس کتاب کو حضرت والد صاحب نے اپنے حالیہ سفرِ عمرہ کے دوران مکہ مکرمہ میں مغرب وعشاء کے درمیان از اول تا آخر پوری کتاب پڑھی اور بندہ کے لئے دعا کروائی نیز ناچیز اور حاضرین کے سامنے خوشی کا اظہار فرمایا۔

اگر میں نے اس موضوع کو حسن وخوبی کے ساتھ تحریر کیا ہے تو یہ سب کچھ اللہ رب العزت کی توفیق سے ہوا اور اسی کا خاص فضل ہے اور اگر میں اس موضوع میں غلطی کا شکار ہو گیا ہوں تو یہ میری اپنی کوتاہی اور غلطی ہے۔

اے اللہ! آپ اپنی تعریفوں کے ساتھ پاک ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اپنے گناہوں کی آپ سے بخشش چاہتا ہوں اور آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

دعاؤں کا طالب

عاصم عبداللہ

استاذ جامعہ حمادیہ

۳ر رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

۱۴ر مئی ۲۰۱۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ

خبردار!

اللہ کی یاد سے ہی دِلوں کو سکون ملتا ہے

پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت نمبر ۲۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرک کرنے والے کا خوفناک انجام

عن أبی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن الله تعالى ليغفر لعبده ما لم يقع الحجاب . قالوا : يا رسول الله وما الحجاب قال : أن تموت النفس وهي مشركة.

(رواه احمد)(مشكوٰة المصابيح)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بخشتا ہے، جب تک بندہ اور رحمتِ حق کے درمیان پردہ حائل نہ ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! پردہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی شرک کرتا ہو (یعنی مشرک مرے)۔''

قرآن مجید نے جتنا زور شرک کی تردید اور توحید کے اثبات پر دیا ہے شاید ہی اتنا زور کسی اور مسئلہ پر دیا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب نبی کریم ﷺ تک جتنے بھی انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے ان سب کی پہلی دعوت یہی تھی کہ ''مالكم من اله غيره '' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

شرک کی دو قسمیں ہیں۔(۱) شرک اکبر (۲) شرک اصغر

اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات، حقوق اور اختیارات میں یکتا اور تنہا ہے ان چاروں انواع توحید میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ شریک ہے اور نہ ہی حصہ دار، لہٰذا جس کسی نے کسی بھی شکل میں، جن، فرشتے، نبی، رسول، ولی، بزرگ یا کسی بھی دوسری چیز کو اللہ تعالیٰ کے برابر یا اس کا ساتھی یا اس کی صفات یا اختیارات میں حصہ دار سمجھ لیا تو اس نے ''شرک اکبر'' کا ارتکاب کیا۔ شرک اللہ تعالیٰ کی ذات کو انتہائی ناپسند ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ''

''اللہ بس شرک کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ''

''جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو آدمی حالت شرک میں اس دنیا سے کوچ کر جائے تو وہ جہنم میں جائیگا جنت اس پر حرام ہے اور اس کی بخشش قطعاً ناممکن ہے۔ معاملے کی اہمیت کو مزید واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر شرک ان برگزیدہ ہستیوں سے سرزد ہو جاتا (جو یقیناً محال تھا) تو ان کی ساری محنتیں ضائع ہو جاتی اور وہ مجرموں کی صف میں نظر آتے، چنانچہ اٹھارہ بڑے بڑے انبیاء و رسل کا تذکرہ ایک ہی مقام پر کر کے فرمایا:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (سورۃ الانعام: آیت ۸۸)

لیکن اگر کہیں (بفرض محال) ان پیغمبروں نے شرک کیا ہوتا تو ان سب کا کیا کرایا غارت ہو جاتا۔

امام الرسل سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کو جو بجا طور پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مقام پر فائز ہیں براہ راست مخاطب کر کے فرمایا۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ج لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥

(سورۃ الزمر: آیت ۶۵)

"تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو یقیناً تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔"

شرک کے خطرناک ہونے کی سب سے بڑی علامات یہ ہے کہ مشرک کے لئے جنت حرام ہے اور اس کی بخشش کا دروازہ بند ہے جبکہ دوسرے گناہوں کے مرتکب اپنی اپنی سزا پانے کے بعد بالآخر بخشش کے امیدوار ہوں گے اور ان کے لئے جنت میں داخلہ کا امکان ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں اہل السنت والجماعت کا یہی متفقہ عقیدہ ہے۔

شرک کی ابتداء

کتاب وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی ابتداء سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کے عہد نبوت میں ہوئی۔ اس دھرتی پر سب سے پہلے قومِ نوح بتوں کی نجاست سے ملوث وآلودہ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح اور شرک وبت پرستی کی تردید کے لئے اپنے اولوالعزم پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

قومِ نوح پانچ بڑے بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ "وَدٌّ، سُواع، یعوق، یغوث اور نسر۔

دنیا میں بت پرستی کا آغاز

آیئے، ذرا دیکھیں کہ قوم نوح میں ان اوثان واصنام کی پرستش کا آغاز کیونکر ہوا۔ بلکہ دنیا میں بت گری کیسے شروع ہوئی؟ اس کا جواب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ملتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "وَدّ، سواع، یعوق، یغوث اور نسر

اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما هلکوا اوحی الشیطن الی قومهم ان انصبوا الی مجالسهم التی کانوا یجلسون انصابا وسمّوها باسمائهم فَفَعَلُوا فَلم تُعبَد حتّٰی اِذا هلک اُلئک ونسخ العِلْمُ عبدت.

یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک آدمیوں (اولیاء اللہ) کے نام تھے جب یہ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کی قوم کو پٹی پڑھائی کہ "جہاں یہ بزرگ بیٹھا کرتے تھے تم وہاں ان کے بت بنا کر نصب کردو، اور ان کے نام انہی بزرگوں کے نام پر رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جب تک وہ لوگ زندہ رہے ان بتوں کی عبادت نہ کی گئی مگر جب وہ لوگ مرگئے اور حقیقتِ حال کا علم کسی کو نہ رہا تو ان کی عبادت شروع ہوگئی۔

حضرت شیث علیہ السلام

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور آپ کا لقب شیث تھا جو شرفِ نبوت سے مشرف ہوئے۔

مفسر شہیر حضرت امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ حافظ ابن عساکرؒ نے حضرت شیث علیہ السلام کے حالات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے

فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کی چالیس اولادیں تھیں، بیس لڑکے اور بیس لڑکیاں، لڑکوں میں سے ہابیل، قابیل، صالح، عبدالرحمٰن اور ود زندہ رہے۔

وکان ودّ یقال لہ شیث وکان اخوتہ قد سودوہ وَوُلِدَ لہ سواع ویغوث ویعوق وَنَسُر

''اور ودّ ہی کو شیث کہا جاتا ہے، ان کے بھائیوں نے انہی کو اپنا سردار بنالیا تھا، سواع، یغوث، یعوق اور نسران ہی کے لڑکے تھے۔''

اللہ کے علاوہ سب سے پہلے کس کی پرستش ہوئی؟

یہی ودّ الملقب بہ شیث علیہ السلام اوّلیں معبود ہیں، اللہ کے سوا جن کی عبادت کی گئی خاتم المفسرین علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ قمطراز ہیں۔

''ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا، یہ پانچوں آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے، ان سب میں بڑا اور سب سے نیک وَدّ تھا۔ مروی ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے سوا سب سے اول معبود وَدّ ہے۔''

بیت اللہ میں بت پرستی کا آغاز

عرب میں بت پرستی کا بانی عمرو بن لحی ہے۔ (عرب کا مشہور قبیلہ خزاعہ عمرو بن لحی کی نسل سے ہے)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

رایت عمرو بن لحیّ یَجُرُّ قُصْبَہ فِی النّار.

''میں نے دیکھا عمرو بن لحی جہنم میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا ہے۔''

عمرو بن لحی کسی کام سے مکہ سے شام گیا۔ وہاں عمالیق کو دیکھا کہ

یعبدون الاصنام فقال لھم ما ھذہ الاصنام التی اراکم تعبدون ؟ قالوا

له: هذه اصنام نعبدها فنستَمْطِرُها فَتُمْطرنا ، نستنصر ها فتنصرنا.

''انہوں نے کہا، ہم ان بتوں کو پوجتے ہیں، ہم ان سے (خشک سالی میں) بارش کا سوال کرتے ہیں تو یہ بارش برساتے ہیں اور (جنگ میں) فتح کی دعا مانگتے ہیں تو ہمیں فتح دیتے ہیں۔''

عمرو نے ان سے کہا: تم مجھے بھی ایک بت دے دو،، میں اسے عرب لے جاؤں گا تا کہ وہ لوگ بھی اس کی عبادت کریں۔

فَاَعطَوْہ صَنمًا یقال له هُبَلُ فقدم بهٖ مكة فَنَصَبَه وَاَمَرَ النَّاس بعبادته وتعظيمه.

''چنانچہ انہوں نے اسے ایک بت دے دیا جسے ہبل کہا جاتا تھا۔ وہ اسے مکہ لے آیا اور نصب کر دیا اور لوگوں کو اس کی پوجا اور تعظیم کا حکم دیا۔''

چونکہ یہ حرم کا متولی تھا، اس لئے مکہ اور پھر عرب میں بت پرستی پھیل گئی۔ پہلے حرم کی تولیت کا تاج قبیلہ جرہم کے سردار حارث کے سر پر تھا۔ عمرو نے لڑ کر حارث اور اس کے قبیلہ کو مکہ سے نکال دیا اور خود حرم کا متولی بن گیا۔ اور اس ظالم و لعین نے تولیتِ کعبہ کے شرفِ عظیم سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر بانی کعبہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے دینِ حنیف کو اول دفعہ بدل کر بت پرستی کی بناڈالی، لعنه الله

عرب میں بت پرستی کا عام رواج

کعبۃ اللہ، اللہ کا گھر ہے، اللہ والوں کا دل اللہ کے گھر کی محبت وعقیدت کے مقدس اور پاک جذبہ سے معمور اور بھر پور ہے۔ بیت اللہ کی عقیدت کے اسی مقدس جذبہ سے عرب میں بت پرستی کا آغاز وشیوع ہوا۔

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

''بنی اسماعیل (عرب) میں عبادت الحجارہ (بت پرستی) کا آغاز یوں ہوا کہ جب مکہ کی سرزمین (کثرتِ آبادی کی وجہ سے یا وسائل معاش کی کمی کے باعث) ان پر تنگ ہوگئی اور وہ فراخی ووسعت کی تلاش میں دوسرے شہروں کی طرف نکلے تو جو بھی (مستقلاً یا طلبِ معاش کے لئے) مکہ سے روانہ ہوتا تھا۔''

حَمَلَ معه حجرًا من حجارة الْحَرَمِ تَعْظِيْمًا للحرم فحيثما نزلوا وضعوه فَطَافوا بهٖ كطوافهم بالكعبة، حتى سلخ ذلك بهم الى ان كانوا يعبدون ما استحسنوا مِنَ الحجارة وَاعجبهُمْ

''وہ اپنے ساتھ حرم کعبہ کے پتھروں میں سے ایک پتھر حرم ہی کی تعظیم کے پیش نظر لے جاتا تھا۔ جہاں جا کر ٹھہرتا وہاں اس پتھر کو رکھ دیتا اور طوافِ کعبہ کی طرح اس کا طواف کرتا۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جس پتھر کو وہ اچھا سمجھتے اور پسند کرتے اس کی عبادت کرنے لگے۔''

خلاصہ

شیطان مردود وملعون کے اغوا واضلال سے دنیا میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔ ابلیس لعین نے رجال صالحین کے محبین ومتبعین کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ ریشہ دوانی کی ، اولیاء اللہ کی یادگار کے طور پر ان کے اصنام وانصاب، مجسمے اور بت بنوائے اور اس طرح دنیا میں بت پرستی کی بنیاد قائم کی۔

پھر عرب میں بت پرستی کا شیوع ہوا، تو بیت اللہ کی عقیدت اور حرم مکہ کی تعظیم کے جذبہ سے ہوا۔ غرض شرک کی اصل واساس معرفت ومحبتِ ربانی کے جذبہ پر قائم ہے۔ جس نے بھی جب کبھی کسی کو معبود بنایا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے کسی تعلق ہی کی بناپر بنایا۔ خواہ مزعومہ نسبی تعلق کی بناء پر، خواہ عبدی وقربی تعلق کی بناء پر!

آج بھی لوگ اولیاء اللہؒ کی عبادت کرتے ہیں، ان کو معبود بناتے ہیں تو اس شرک کی بنیاد بھی ان اولیاء ومشائخ، ان صلحاء اُمت کا اللہ تعالیٰ سے قرب وتعلق ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

شرک کی اقسام

امام راغب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

دین میں شرک دو قسم پر ہے، شرکِ عظیم، یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا اور یہ سب سے بڑا کفر ہے، دوم، شرکِ صغیر کہ کسی کام میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی خوش کرنے کی کوشش کرنا۔ اسی کا دوسرا نام ریا اور نفاق ہے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے شرک کی درج ذیل چار قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) شرک فی العلم

ہر جگہ حاضر وناضر رہنا، اور ہر چیز کی خبر ہر وقت رکھنی، دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اُجالے میں، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہہ میں، یہ اللہ ہی کی شان ہے، اور کسی کی یہ شان نہیں۔ سو جو کوئی کسی کا نام اُٹھتے بیٹھتے لیا کرے۔ اور دور ونزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلہ میں اس کی دہائی دیوے، اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے، یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں، زبان سے یا دل سے، یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور

اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں، جیسے بیماری، تندرستی، کشائش وتنگی، مرنا جینا، غم وخوشی، سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال ووہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے، اس قسم کی باتیں شرک ہیں'' اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا سا علم کسی اور کے لئے ثابت کرنا، سو اس عقیدہ سے آدمی یقینی طور پر مشرک ہوجاتا ہے۔ خواہ یہ عقیدہ انبیاء واولیاء سے رکھے، خواہ پیر وشہید سے رکھے، خواہ امام سے، خواہ بھوت (جن) وپری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۲) شرک فی التصرف

عالم میں اِرادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا اور روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کردینا، فتح وشکست دینی، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی نبی، ولی کی، پیر، شہید کی، بھوت اور پری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد مانگے، اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے وہ مشرک ہے۔ اور اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا، سو یہ محض شرک ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۳) شرک فی العبادت

بعضے تعظیم کے کام اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں، جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اور اس کے نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ رکھنا، اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا، اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا اور نامعقول باتوں اور شکار سے بچنا اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا، اور اس کی طرف سجدہ کرنا، اور اس کی طرف جانور لے جانا، اور وہاں منتیں ماننی، اس پر غلاف ڈالنا، اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی اور التجا کرنی اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی اور ایک پتھر (حجر اسود) کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ ملنا، اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی، اور اس کے گرد روشنی کرنی، اور اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا، جیسے جھاڑو دینی، روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا، وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان درست کرنا اور اس کے کنوئیں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، غائبوں کے لئے لے جانا، رخصت ہوتے وقت اُلٹے پاؤں چلنا، اس کے گرد و پیش کی جگہ کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اُکھاڑنا، مویشی نہ چرانا، یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں۔ پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت اور پری کو یا کسی سچی یا جھوٹی قبر کو یا کسی تھان کو یا کسی چلّے کو یا کسی کے مکان کو، یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے، یا وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے، چادر چڑھائے، قبر کو بوسہ دے، اس پر شامیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھ رہے، رخصت

ہوتے وقت اُلٹے پاؤں چلے، وہاں کے جنگل کا ادب کرے، تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے، اس کو شرک فی العبادت کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کی سی تعظیم کرنی۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے، اور اس کی تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۴) شرک فی العادت

اللہ نے اپنے بندوں کو سکھلایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں۔ جیسے ہر کام کا شروع اس کے نام سے کرنا اور جب اولاد ہو تو اس کے شکر میں اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اور اس کا نام عبداللہ، عبدالرحمٰن، خدا بخش (وغیرہ) رکھنا، کھیت اور باغ میں تھوڑا بہت اس کے نام کا رکھنا، ریوڑ میں سے کچھ اس کی نیاز کر رکھنا...... اور کھانے پینے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا اور بُرائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے، جیسے قحط اور ارزانی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادبار، غمی اور خوشی یہ سب اس کے اختیار میں سمجھنا اور اپنا ارادہ جس کام کا بیان کرنا ہو تو پہلے اس کے ارادہ کا ذکر کر دینا، مثلاً یوں کہے کہ اگر اللہ چاہے تو ہم فلاں کام کر دیں گے، اور جب قسم کھانے کی حاجت ہو کسی انبیاء و اولیاء، اماموں اور شہیدوں کی یا بھوت اور پری کی اس قسم کی تعظیم کرے۔ بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لیوے، جب اولاد ہو ان کی نذر و نیاز کرے، اپنی اولاد کا نام عبدالنبی، امام بخش، پیر بخش (وغیرہ) رکھے، جو کھیتی باڑی سے آوے پہلے ان کا نیاز دے، ان کے نام کے جانور ٹھہرا دے، پھر ان جانوروں کا ادب کرے، دانہ وغیرہ سے نہ ہانکے،

لکڑی پتھر سے نہ مارے، اور بُرائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کو ان کی طرف نسبت کرے، کہ فلاں کی پھٹکارہ میں دیوانہ ہوگیا، فلانے کو ایسا راندا کہ محتاج ہوگیا، فلانے کو نواز دیا تو فتح واقبال مل گیا، قحط فلاں ستارے کے سبب سے پڑا، فلاں کام جو فلاں دن شروع کیا تھا یا فلاں ساعت مین سو پورا نہ ہوا۔ یا یوں کہے، اللہ ورسول چاہے گا تو میں آؤں گا۔ یا پیر چاہے گا تو یہ بات ہوجائے گی۔ اسے معبود یا داتا، بے پروا، خداوندِ خدایگاں، مالک الملک، شہنشاہ بولے، یا پیغمبر کی یا علماء کی، یا امام کی، یا پیر کی، یا ان کی قبروں کی قسم کھاوے، سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اور اس کو شرک فی العادت کہتے ہیں۔ یعنی اپنی عادت (روزمرہ) کے کاموں میں جو اللہ کی تعظیم کرنی چاہئے سو غیر کی کرے۔ ان چاروں طرح کے شرک کا قرآن وحدیث میں صریح ذکر ہے۔

☆......☆......☆

نماز ترک کرنے والے کا خوفناک انجام

عن جابر ؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بین الکفر والایمان ترک الصلوٰۃ . (جامع الترمذی، باب الایمان، ۲۶۱۸)

''حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز نہ پڑھنا ہے۔''

فائدہ

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر نماز ترک کرنے یا غفلت برتنے والوں کے لئے وعیدیں آئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ الْمُجْرِمِينَ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ. (سورۃ المدثر: آیت/۳۸)

''ہر شخص اپنے کرتوت کے بعد بندھن بندھا ہے، سوائے دائیں بازوں والوں کے جو جنتوں میں ہوں گے، وہ مجرموں سے پوچھیں گے، تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی، وہ جواب دیں گے ہم نمازی نہ تھے۔''

اللہ رب العزت کا فیصلہ قرآن کریم میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں موجود ہے کہ نماز نہ پڑھنے والے دوزخ میں ہونگے۔

بے نمازی کو قبر میں پندرہ قسم کا عذاب ہوتا ہے

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اُسے پندرہ طرح کا

عذاب ہوتا ہے۔ پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔

دنیا کے پانچ عذاب

دنیا کے پانچ عذاب یہ ہیں:۔

۱......اول یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔

۲......دوسرے یہ کہ اس کی روزی میں برکت نہیں رہتی۔

۳......تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔

۴......چوتھے یہ کہ اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

۵......پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا حق نہیں رہتا۔

موت کے وقت تین عذاب

اور موت کے وقت تین عذاب یہ ہیں۔

۱......اول یہ کہ ذلت سے مرتا ہے۔

۲......دوسرا یہ کہ بھوکا مرتا ہے۔

۳......تیسرا یہ کہ پیاس کی شدت میں موت آتی ہے (اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی)۔

قبر کے تین عذاب

قبر کے تین عذاب یہ ہیں۔

۱......اول قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس

جاتی ہیں۔

۲......دوسرا یہ کہ اس کی قبر میں آگ جلادی جاتی ہے۔

۳......تیسرا یہ کہ قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مسلط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے۔ اتنے بڑے کہ ایک دن پورا چل کر اس کے اختتام کو پہنچے۔ اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلط کیا ہے کہ نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کے وجہ سے غروب تک اور مغرب کے نماز کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں جب وہ ایک دفعہ اسی کو مارتا ہے تو اس کی وجہ سے مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا رہے گا۔

قبر سے نکلنے پر تین عذاب

قبر سے نکلنے کے بعد تین عذاب یہ ہیں۔

۱......اول یہ کہ حساب سختی سے کیا جائیگا۔

۲......دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کا اس پر غصہ ہوگا۔

۳......تیسرا یہ کہ جہنم میں داخل کردیا جائیگا۔

یہ کل میزان چودہ سزائیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ پندرہویں بھول سے رہ گئی ہو۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ پہلی سطر اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے۔ دوسری سطر اللہ کے غصہ کے ساتھ

مخصوص۔ تیسری سطر جب کہ تو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا۔ آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ (فضائل نماز: از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ)

تارک نماز کا برزخ میں حال

انسان کو اس دارالعمل دنیا سے جانے کے بعد ایک وقت تک عالم برزخ میں رہنا ہے۔ اگر نیک لوگوں کے لئے عالم برزخ بہشت نما مقام ہے تو بدکاروں کے لئے جہنم کا گڑھا ہے۔

ایک موقع پر سرکار دو عالم ﷺ کو عالم برزخ کی سیر کرائی گئی۔ متعدد لوگوں کے انجام کے ساتھ ساتھ تارکین نماز کے جو انجام آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا اور اس کی تفصیل ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

انه قال لنا ذات غداةٍ: انه اتاني الليلة آتيان وانهما ابتعثاني وانهما قالا لي : واني انطلقت معهما وانا اتينا على رجل مضطجع واذا آخر قائم عليه بصخرة واذا هو يهوى بالصخرة لرأسه فيتدهده الحجرها هنا فيتبع الحجر فيأخذه فلايرجع حتى يصح رأسه كما كان ثم يعود عليه فيفعل به مثل ما فعل به المرّة الاولىٰ......اما الرجل الاول الذى اتيت عليه يثلغ رأسه بالحجر فانه الرجل ياخذ بالقرآن فيرفضه وينام عن الصلوٰة. (بخاری شریف، باب تعبیر الرویا)

''ایک صبح آپ ﷺ نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: آج رات میرے پاس دو فرشتے آئے، انہوں نے مجھے اٹھایا اور کہا: ہمارے ساتھ چلئے، اور میں ان کے ساتھ ہو لیا ہم ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو چت لیٹا ہوا تھا، اور ایک دوسرا آدمی اُس کے سر کے پاس پتھر لئے کھڑا تھا، اب کیا دیکھتا

ہوں کہ وہ شخص اس لیٹے ہوئے آدمی کے سر پر پتھر مارتا ہے، پھر پتھر کچھ دور تک لڑکھتا ہوا جاتا ہے اور وہ شخص پتھر کے پیچھے پیچھے جاتا مگر اسے اٹھا کر واپس لانے سے پہلے پہلے اس لیٹے ہوئے آدمی کا سر بالکل ٹھیک ٹھاک ہو چکا ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے صحیح سالم تھا، وہ آدمی آ کر پھر اسی طرح اس کے سر پر پتھر مارتا ہے جس طرح اس نے پہلی مرتبہ مارا تھا۔ (گویا کہ یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ پھر آپ آگے بڑھتے ہیں۔ آپ کو متعدد ہولناک اور خوشگوار مناظر اور افراد دکھائے جاتے ہیں۔ پھر فرشتے آپ کو بتلاتے ہیں کہ) وہ پہلا آدمی جس کے پاس سے آپ گزرے تھے اور جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ ایسے آدمی کا انجام ہے جو قرآن کریم یاد تو کرتا ہے، لیکن اس پر عمل نہیں کرتا اور فرض نماز سے سویا رہتا ہے۔"

عالم برزخ میں انسان کا قیام (جنت یا دوزخ) منتظر مسافر کی حیثیت سے ہوگا، خواہ یہ مرحلہ ہزاروں، لاکھوں سال پر محیط ہو۔ نیک و متقی کے ساتھ یقیناً شاہی مہمان جیسا سلوک ہوگا۔ لیکن بدکردار اور باغی انسان کے ساتھ مجرموں والا معاملہ ہوگا۔

قیامت کے روز بے نمازیوں کا انجام

جس طرح دنیا میں کاروبار زندگی چلانے کے لئے آنکھوں کی بینائی کا روشن ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح آخرت میں روز قیامت ہر انسان کو روشنی کی ضرورت ہوگی۔ وہاں اجتماعی روشنی کے بجائے انفرادی روشنی کام آئے گی۔ اسی لئے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم. (سورة الحديد: آیت ۱۲)

''اس دن جبکہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نور ان کے آگے آگے آئے گا اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔''

البتہ تارکین نماز اس نور سے بکل محروم ہوں گے، اور ایک موقع پر آپ ﷺ نے نماز اہمیت واضح کرتے ہوئے اس مضمون درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

عن عبداللّٰہ بن عمروبن العاص رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ ذکر امر الصلوٰۃ یوماً فقال من حافظ علیھا کانت لہ نوراً وبرھانًا ونجاۃً یوم القیامۃ ومن لم یحفظ علیھا لم تکن لہ نوراً ولابرھانًا ولانجاۃ وکان یوم القیامۃ مع قارون وفرعون وھامان و اُبیّ بن خلف. (مسنداحمد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بارے میں گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ نماز اہتمام سے ادا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس کے واسطے نور ہوگی۔ (جس سے قیامت کے اندھیریوں میں اس کو روشنی ملے گی) اور اس کے ایمان اور اللہ تعالیٰ سے اس کی وفاداری اور اطاعت شعاری کی نشانی اور دلیل ہوگی اور اس کے لئے نجات کا ذریعہ بنے گی۔ اور جس شخص نے نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کیا (اور اس سے غفلت اور بے پروائی برتی) تو وہ اس کے واسطے نہ نور بنے گی نہ برھان اور نہ ذریعہ نجات اور بدبخت قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور (مشرکین مکہ کے سرغنہ) ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔''

ایک طویل عرصے تک میدان حشر میں اپنے اپنے اعمال وکردار کے اعتبار سے مختلف مقامات ودرجات پر کھڑے رہنے کے بعد جب حساب شروع ہوگا تو ہر انسان کے اعمال نامے میں سب سے پہلے نماز کی پڑتال ہوگی۔ اگر اس پہلے سوال میں

کامیابی ہوگئی تو باقی مرحلہ بھی قدرے آسان ہوجائیگا اور اگر اس اہم ترین سوال میں انسان فیل ہوگیا تو پھر باقی حساب میں خسارے اور گھاٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة من عمله صلاته فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب وخسر فان نقص من فریضة شیٔ قال الرب عزوجل انظروا هل لعبدی من تطوع فیکمل بها انتقض من فرضه ثم یکون سائر عمله علی ذالک. (ترمذی)

''قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے اس کی نماز کا حساب ہوگا۔ اگر نماز مکمل ہوئی تو وہ بچ گیا اور نجات پا گیا اور اگر نماز کا معاملہ بگڑا ہوا نکلا تو یقیناً وہ فیل ہوگیا اور خسارے میں رہا۔ پس اگر اس کے فرائض میں میں کچھ تھوڑا نقص ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، غور سے دیکھو کیا میرے بندے کے کھاتے میں کچھ نفل نمازیں ہیں۔ اگر موجود ہوئیں تو ان نوافل کے ذریعہ فرائض کی کمی پوری کردی جائے گی۔ پھر اس کے بعد بندے کے تمام اعمال کا حساب اسی انداز پر ہوگا۔''

جو لوگ اس اخروی امتحان میں نماز کے بعد دیگر سوالوں کا صحیح نتیجہ نکلنے کے بعد کامیاب قرار دیئے جائیں گے وہ تو مبارکباد کے مستحق ہونگے۔ البتہ جس انسان کو پہلے ہی سوال (یعنی نماز کے معاملے) کے جواب میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے تو وہ یقیناً بڑے خسارے میں ہوگا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے تارکِ نماز کو فرعون، ہامان، قارون اور ابی بن خلف کا ساتھی قرار دیا ہے۔

دنیا میں مال حاصل کرنے کا طریقہ

مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ لکھتے ہیں کہ دنیا میں مال حاصل کرنے کے چار طریقے ہیں:۔

(۱) حکومت اور بادشاہت (۲) ملازمت (۳) زراعت وتجارت (۴) صنعت کاری اورحرفت (دستکاری)

پس جوشخص سیاست اورحکومت کی وجہ سے نماز چھوڑ بیٹھا تو اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا۔ جوملازمت کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہےتو اس کا حشر ہامان (فرعون کے وزیر کے ساتھ) ہوگا۔ جوشخص تجارت اور کھیتی باڑی کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہے وہ ابی بن خلف کے ساتھ جہنم میں جائیگا۔ کیونکہ یہ شخص کھیتی بھی کرتا اورتجارت وکاروبار بھی کرتا تھا۔ جوشخص دستکاری میں لگ کرنماز چھوڑتا ہے وہ قارون کے ساتھ جہنم میں داخل ہوگا کیونکہ قارون دستکاری کرتا تھا۔

نماز کا تارک فاحشہ عورت سے بدتر ہے

روایات میں آتا ہے کہ ایک عورت بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اورعرض کیا، اے اللہ کے نبی میں نے ایک گناہ کیا، گناہ عظیم اور پھر میں نے اس سے اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ کی ہےتو آپ بھی اللہ تعالیٰ سے میرے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرا گناہ معاف فرمادے اور میری توبہ قبول فرمائے ۔تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تیرا گناہ کیا ہے؟ تو اس عورت عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں نے زنا یعنی بدکاری کی پھراس سے ایک بچہ پیدا ہوا میں نے وہ بچہ بھی قتل کردیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فاجرہ عورت جلدی

کر ہمارے پاس سے نکل جا کہیں تیری نحوست کی وجہ سے آسمان سے آگ نہ آ جائے اور ہم کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے، تو وہ عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں سے ایک شکستہ دل کے ساتھ نکلی تو اتنے میں حضرت جبرئیل تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتے ہیں کہ آپ نے توبہ کرنے والی عورت کو کیوں واپس کیا، کیا آپ نے اس سے زیادہ گھناؤنے جرم والے شخص کو نہیں دیکھا؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبرئیل سے فرمایا کہ اس سے زیادہ برا شخص کون ہوسکتا ہے؟ اے جبرئیل! حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز جان بوجھ کر چھوڑنے والا۔

نماز میں سستی کی وجہ سے قبر میں آگ کے شعلے

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ (ایک بزرگ) وہ اپنی بہن کی قبر پر آئے اس کے دفن کے بعد بوجہ ایک بٹوہ کے جوان سے قبر میں گر گیا تھا اور اس میں بہت سامان تھا۔ اور کسی نے وہ بٹوہ دیکھا نہ تھا یہاں تک تمام لوگ واپس چلے گئے تھے۔ اس تنہائی میں واپس آ کر انہوں نے بہن کی قبر کھودی تو اس میں آگ جل رہی تھی تو اس نے فوراً مٹی واپس ڈال دی اور قبر چھپادی، اور سیدھا اپنی والدہ کے پاس آئے روتے ہوئے اور عرض کیا ماں جی! آپ ضرور مجھے میری ہمشیرہ کے متعلق سچ سچ بتائیں اس کے اعمال کیا تھے؟ اماں نے پوچھا آپ کو اس کے اعمال سے کیا واسطہ، انہوں نے عرض کیا میں نے اس کی قبر کو آگ سے بھرا ہوا دیکھا وہ شخص کہتے ہیں کہ ہماری والدہ رو پڑیں، اور بتایا کہ میرے بیٹے تیری ہمشیرہ نماز میں سستی اور

کاہلی کرتی تھی اور اپنے وقت مستحبہ سے مؤخر کر کے پڑھا کرتی تھی۔ تو اے لوگو! یہ حال ہے نماز میں تاخیر کرنے والوں کا آپ ہی اندازہ لگائیں کہ جو سرے سے نماز پڑھتے نہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

اس لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اعانت فرمائے، نمازوں کے اپنے وقت پر ادا کرنے میں بے شک وہ کریم ہے۔ اور اللہ رب العزت ہم سب کو پنج وقتہ نمازی بنادے۔ آمین

☆......☆......☆

زکوٰۃ نہ دینے والے کا خوفناک انجام

وعن ابن مسعود ﷺ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : ما من رجل لا یؤدی زکاۃ مالہ إلا جعل اللہ یوم القیامۃ فی عنقہ شجاعا ثم قرأ علینا مصداقہ من کتاب اللہ : ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاھم اللہ من فضلہ الآیۃ. (ابن ماجہ)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہو تو وہ مال قیامت کے دن اس کے لئے ایک گنجے (انتہائی زہریلے) سانپ کی شکل کا بنا دیا جائے گا پھر وہ سانپ اس کی گردن میں طوق کی طرح ڈال دیا جائے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کا مصداق بیان کرنے کے لئے آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ آیت) جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ان کا یہ طرز عمل ان کے لئے بہتر ہوگا، نہیں! بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بری ہے۔ قیامت کے دن ان کو انہی چیزوں کا طوق پہنایا جائے گا جن میں انہوں نے بخل کیا تھا۔''

زکوٰۃ کی اس غیر معمولی اہمیت کی وجہ سے قرآن مجید نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو انتہائی دردناک سزاؤں اور لرزہ خیز عذابوں کی خبر دیکر متنبہ کیا ہے کہ وہ فنا ہونے والے مال ومتاع کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں اور اس عذاب سے بچیں جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، قرآن مجید میں ہے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم

بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَومَ يُحمَى عَلَيهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكوَى بِهَا جِبَاهُهُم وَجُنُوبُهُم وَظُهُورُهُم هَذَا مَا كَنَزتُم لِأَنفُسِكُم فَذُوقُوا مَا كُنتُم تَكنِزُونَ. (سورۃ توبہ: آیت/۳۵)

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں اس کو خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو، ایک دن آئے گا کہ اسی سونے اور چاندی پر جہنم کی آگ دھکائی جائے گی۔ اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھیوں کو داغا جائیگا (اور کہا جائیگا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم اپنے لئے جمع کر رکھا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔''

امت محمدیہ ﷺ پر بھی اسی طرح زکوٰۃ فرض کی گئی جس طرح سابقہ امتوں پر فرض تھی اگرچہ شرح زکوٰۃ ہر امت کے لئے علیحدہ علیحدہ رہی۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات ''اقیموا الصلوٰۃ'' کے فوراً بعد ''اتوا الزکوٰۃ'' کا حکم ہے۔ متعدد فوائد و مصالح کے پیش نظر زکوٰۃ فرض قرار دی گی، جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(الف) زکوٰۃ کے ذریعہ تقسیم اموال کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس لئے دیا ہے تا کہ دولت چند ہاتھوں سے سمٹ کر نہ رہ جائے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اس طرح ارشاد فرمایا:

كَي لَا يَكُونَ دُولَةً بَينَ الأَغنِيَاءِ مِنكُم. (سورۃ حشر)

''تا کہ وہ (سرمایہ) تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔''

(ب) اگر سرمایہ چند مخصوص لوگوں کے ہاتھوں میں رہے یا صرف اپنی اس پر اجارہ داری ہو تو نتیجتاً امیر، امیر تر ہوتا چلا جائیگا اور غریب، غریب تر، اسی طرح

معاشرے میں معاشی لحاظ سے علیحدہ علیحدہ طبقے جنم لیں گے جو ایک دوسرے کے مقابل اور دشمن ہوں گے۔

بالآخر ایسا معاشرہ اقتصادی بحران کا شکار ہو کر تباہ ہو جائیگا، اسی لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلقُوا بِأَيدِيكُم إِلَى التَّهلُكَةِ. (سورة البقرة)

''اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

(ج) زکوٰۃ ادا کرنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے دل سے مال کی پوجا اور اس کی اندھی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والے کا دل سیم وزر کا غلام بننے کے بجائے پاک صاف ہو جاتا ہے اور اس میں اطاعت خداوندی کے علاوہ خدمت انسانیت کے اعلیٰ واشرف اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

خُذ مِن أَموَالِهِم صَدَقَةً تُطَهِّرُهُم وَتُزَكِّيهِم بِهَا. (سورة توبه)

''اے نبی (ﷺ) تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ۔''

جب زکوٰۃ کا معاملہ اس قدر اہم اور مفید ہے تو شریعت محمدیہ ﷺ میں اس کو ایک خاص حیثیت ومقام دیتے ہوئے فرض قرار دیا گیا ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والے کے لئے دنیوی سزا

سنت نبوی نے زکوٰۃ نہ دینے والے کو صرف اخروی عذاب ہی کی وعید نہیں سنائی بلکہ ہر اس شخص کو جو اللہ کے حق اور محتاج کے حق کے بارے میں بخل سے کام لے

دنیوی سزا سے بھی متنبہ کیا ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

ما منع قوم الزکاة الاّ ابتلاھم اللّٰہ بالسنین.(الطبرانی)

''جو قوم زکوٰۃ ادا نہیں کرتی ، اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا کر دیتے ہیں۔''

دوسری حدیث میں ہے۔

ولم یمنعوا زکاة اموالھم الا منعوا القطر من السماء ولو لا البھائم لم یمطروا. (البیھقی)

''جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتی ہے، اسے بارش سے محروم کر دیا جاتا ہے، اور اگر چوپائے نہ ہوں تو بارش نہ ہو۔''

زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے بقیہ مال کی تباہی و بربادی

ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما خالطت الصدقة مالاً الا افسدته. (البیھقی)

''جس مال میں صدقہ (زکوٰۃ) مل جاتا ہے اس کو بگاڑ کے رکھ دیتا ہے۔''

اس حدیث کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جس مال میں سے زکوٰۃ نہ نکالی گئی ہو اور اسی میں رہنے دی گئی ہو وہ اس مال کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ایسا شخص جو ضرورت مند نہ ہو، زکوٰۃ لے لیتا ہے اور اپنے مال میں ملا لیتا ہے تو وہ اسے تباہ کر دیتی ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے عالم برزخ میں عذاب

''حضور ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کا گذر ایک ایسی قوم پر

ہوا کہ جن کی شرم گاہوں پر آگے پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ اونٹ اور بیل کی طرح چر رہے تھے اور زقوم (جو دوزخ کا بدترین بدبودار درخت ہے) اور پتھر کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالی تھی (یعنی اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے)۔'' (نشر الطیب)

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے اخروی عذاب

جناب نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو متنبہ کرنے کے لئے آخرت کے لرزہ خیز عذاب کی تصویر اس طرح کھینچی ہے۔

''حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی کو خدا نے مال و دولت سے نوازا، پھر اس شخص نے اس مال کی زکوٰۃ نہیں دی تو اس مال کو قیامت کے روز انتہائی زہریلے سانپ کی شکل دی جائے گی، زہر کی شدت کے باعث اس کا سر گنجا ہو گا اور اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ قیامت کے روز وہ سانپ اس (زر پرست بخیل) کے گلے میں لپیٹ دیا جائیگا۔ اور اس کے دونوں جبڑوں میں اپنے زہریلے دانت گاڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں۔''

اور پھر آپ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

وَلَا يَحسَبَنَّ الَّذِينَ يَبخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضلِهِ هُوَ خَيرًا لَّهُم بَل هُوَ شَرٌّ لَّهُم سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَومَ القِيَامَةِ. (آل عمران: آیت/۱۸۰)

''جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مال و دولت سے نوازا ہے اور وہ

بخل سے کام لیتے ہیں، اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخل اور زہران کے حق میں بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لئے نہایت ہی بُرا ہے۔ وہ اپنی کنجوسی سے جو کچھ جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے میں طوق بنا کر پہنایا جائیگا۔"

نیز آپ ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے زکوٰۃ سے غفلت کے عبرتناک انجام سے تلقین فرمائی۔

حاکم وقت مانعین زکوٰۃ کو سزا دے سکتا ہے؟

مانعین زکوٰۃ کو حاکم شرعی اور قانونی سزا دے سکتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:۔

من اعطاها موتجراً فله اجره ومن منعها فانا اخذوها وشطر ماله عزمة من عزمات ربنا لايحل لآل محمد منها شيء. (احمد، نسائی)

"جس نے طالب اجر بن کر زکوٰۃ ادا کی، اس کو اس کا اجر ملے گا، اور جس نے زکوٰۃ روک لی اس سے ہم زکوٰۃ بھی وصول کرلیں گے اور اس کا نصف مال بھی ضبط کرلیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس میں سے آل محمد ﷺ کے لئے کچھ بھی جائز نہیں ہے۔"

اس حدیث سے زکوٰۃ کے سلسلے میں چند اہم اصول واضح ہوتے ہیں، ایک یہ کہ مسلمان کو چاہئے کہ زکوٰۃ حصول اجر کی نیت سے ادا کرے۔

دوسرے یہ کہ جو شخص حب دنیا سے مغلوب ہو کر زکوٰہ ادا نہیں کرے گا اس سے حکومت جبراً اور بزور قانون زکوٰۃ وصول کرے گی اور تعزیر و تادیب کے طور پر اس کا نصف مال بھی ضبط کرلیا جائیگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حق کو جو اس کے مال میں واجب ہے، چھپانے کی سزا ہے۔ تاکہ دوسرے لوگ اس کی جرات نہ کریں۔ اس سزا کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں تھی پھر منسوخ ہوگئی لیکن اس کے منسوخ

ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہے کہ یہ سزا امام کی صوابدید پر موقوف ہے، جہاں وہ یہ محسوس کرے کہ لوگ ترک زکوٰۃ کے زیادہ مرتکب ہو رہے ہیں اور ان کی زجر و توبیخ کے لئے اس طریقہ کو اختیار کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے وہاں اس کا نفاذ عمل میں لاسکتا ہے۔

تیسرے یہ کہ زکوٰۃ کے معاملہ میں ہے یہ شدت فقراء و مساکین کے حق کی رعایت کی غرض سے ہے، اس میں نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کا کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ ان کے لئے زکوٰۃ جائز ہے۔

مانعین زکوٰۃ سے قتال

اسلام نے مانعین زکوٰۃ کے لئے مالی جرمانہ یا تعزیری سزا تجویز کرنے ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان گروہوں کے خلاف اعلان جنگ بھی ضروری قرار دیا جو طاقتور ہوں اور زکوٰۃ کے معاملہ میں سرکشانہ رویہ اختیار کریں زکوٰۃ کے معاملہ میں سرکشیوں سے قتل احادیث صحیحہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

امرت ان اقاتل الناس حتی یشهد ان لا الٰه الله وان محمد رسول الله ویقیموا الصلوٰة ویؤتوا الزکاة فان فعلو ذالک عصموا منی دماء هم الا بحق الاسلام وحسابهم علی الله.

”مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور

زکوٰۃ دیں۔ اگر وہ یہ کام کرتے ہیں تو ان کا خون معصوم ہوگا بجز اسلام کے حق کے اوران کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔"

یہ حدیث اس بات پر صریح طور سے دلالت کرتی ہیں کہ مانعین زکوٰۃ کے ساتھ قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ زکوٰۃ دیں۔

خلیفہ اول کے عہد میں عرب کے مختلف قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ ان کے نزدیک نماز کافی تھی۔ انہوں نے یہ موقف اختیار کر کے مرتدوں کی پشت پناہی کی تھی۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کا موقف تاریخی رہا، انہوں نے یہ ہرگز تسلیم نہیں کیا کہ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی جاسکتی ہے اور وہ اس معاملہ میں کسی قسم کی نرمی برتنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ اگر اونٹ کی رسی بھی رسول اللہ کی دی جاتی تھی اسے بھی چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس وقت کے متوقع خطرات کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور بعض صحابہؓ کا اشتباہ بھی انہیں اپنے ارادہ سے باز نہ رکھ سکا۔ ان کے اس موقف کا ذکر حضرت ابوہریرہؓ نے اس طرح کیا ہے:۔

"رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت سنبھالی اور عربوں میں سے کچھ لوگوں نے انکار کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ لوگوں سے کس طرح قتال کریں گے جبکہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں کہ مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں، جب وہ یہ کہیں گے تو ان کا خون اوران کا مال محفوظ ہو جائے گا بجز اس کے حق کے اوران کے حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

قسم بخدا جو شخص نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا میں اس سے ضرور لڑونگا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر وہ بکری کا ایک بچہ بھی دینے سے انکار کریں جو اللہ کے رسول کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے لڑوں گا۔''

حضرت ابو بکر ﷛ کے اس طرز عمل اور صحابہ ﷡ کی تاکید سے مانعین زکوٰۃ کے ساتھ قتال کا مسئلہ اجماعی قرار پایا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:۔

''جب کوئی شخص یا گروہ زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اور لڑنے پر آمادہ ہو جائے تو امام پر لازم ہے کہ اس سے لڑے کیونکہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے ثابت ہے کہ ابتدا میں صحابہ کرام ﷡ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کے معاملہ میں اختلاف کیا تھا۔ البتہ حضرت ابو بکر صدیق ﷛ کی رائے قتال کے حق میں تھی اور انہوں نے اپنی دلیل بھی پیش کی تھی۔ دلائل واضح ہو جانے پر صحابہ نے حضرت ابو بکر صدیق ﷛ سے اتفاق کیا، اس طرح اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہوا۔''

زکوٰۃ کا منکر کافر ہے

اسلام کے احکام میں فریضہ زکوٰۃ کو یہ جو مقام حاصل ہوا ہے اس کے پیشِ نظر علماء یہ کہتے ہیں کہ جو شخص زکوٰۃ کا منکر ہو اور اس کے وجوب کو تسلیم نہ کرے وہ کفر کا مرتکب ہوگا اور اسلام سے اس طرح خارج ہوگا جس طرح تیر کمان سے خارج ہوتا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:۔

''جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اور اس کے واجب کا منکر ہو تو یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا وہ

اسلام میں نیا نیا داخل تو نہیں ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ زکوٰۃ کے وجوب سے نا آشنا ہو یا دور کے کسی دیہات میں رہتا ہو اور اس کی فرضیت سے واقف نہ ہوسکا ہو ایسی صورت میں اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائیگا بلکہ اس کے وجوب سے اسے واقف کرایا جائیگا۔ اور اس سے زکوٰۃ وصول کرلی جائے گی لیکن اگر اس کے بعد بھی وہ زکوٰۃ دینے سے انکار کرے تو اس پر کفر کا حکم لگایا جائیگا۔ اور اگر اس کا تعلق ایسے لوگوں سے ہوگا جن پر زکوٰۃ کا وجوب مخفی نہیں رہ سکتا تو انکار کی صورت میں کافر ہوجائے گا۔ اور اس پر مرتد کے احکام جاری ہوجائیں گے کیونکہ زکوٰۃ واجب ہونا ایک جانی بوجھی حقیقت ہے اور ضروریات دین میں سے ہے۔ لہٰذا جو انکار کرتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلاتا ہے اس لئے اس پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔'' (فقہ الزکاۃ: ص ر ۴۵)

یہ امام نوویؒ کی رائے ہے اور ابن قدامہ اور دیگر فقہائے اسلام کی بھی یہی رائے ہے شریعت کے اس واضح صریح اور اجماعی حکم کے بعد ان لوگوں کی بات کا کیا وزن رہ جاتا ہے جو زکوٰۃ کا استخفاف کرتے ہیں اور علانیہ کہتے ہیں کہ یہ اس زمانے کے لئے موزوں نہیں ہے۔ اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس قسم کی باتیں کرنے والے مسلمانوں کے فرزند ہیں اور ممالک اسلامیہ کے درمیان ہی سے اٹھے ہیں۔ حقیقتاً یہ ایک ارتداد ہے لیکن اس کی سرکوبی کے لئے کوئی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں۔

ایک عبرت ناک واقعہ

محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ابی سنانؒ کی زیارت کے لئے گیا جب وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا ہمارے پڑوسی کے بھائی کا انتقال

ہو چکا ہے، چلیں اس کی تعزیت کرتے ہیں ہم چل پڑے جب ہم اس کے پاس پہنچے ہمیں دیکھتے ہی اس کی چیخیں نکل گئیں۔ آنسو تھمتے نہ تھے ہم نے تعزیت کے کلمات کہے اس نے قبول نہیں کیا، بہت تسلی دی مگر کسی قسم کی تسلی قبول نہیں کر رہا تھا۔ پھر ہم نے پوچھا کیوں روتا ہے کیا بات ہے؟ کہنے لگا میں کیوں نہ روؤں کہ میرے بھائی کو صبح وشام عذاب ہو رہا ہے ہم نے کہا تجھے کیسے پتہ چلا تو کوئی غیب جاننے والا ہے۔ کہا نہیں بات یہ ہے کہ کل جب ہم نے دفن کر دیا تو لوگ تو مٹی ڈال کر واپس آگئے، میں اس کی قبر کے پاس بیٹھ گیا، اچانک قبر سے آواز آئی کہ مجھے اکیلے قبر میں ڈال دیا میں عذاب قبر میں مبتلا ہوں۔ چنانچہ میں نے اس کی قبر کو کھولا دیکھا تو قبر سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے، اس کے گلے میں طوق پڑا ہوا تھا تو بھائی کی محبت میں بے تاب ہوا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے طوق کو کھینچنے کی کوشش کی تو میری انگلیاں جل گئیں، وہ ہاتھ بھی اس نے دکھایا، چنانچہ میں نے مٹی ڈالی اور بھاگا اب میں کیوں نہ روؤں اس کی حالت پر ہم نے پوچھا تمہارے بھائی کا کونسا جرم تھا جس کی وجہ سے وہ عذاب میں گرفتار ہے۔ کہنے لگا وہ نماز بھی پڑھتا تھا، روزہ بھی رکھتا تھا مگر زکوۃ نہ دیتا تھا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ.

ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تصدیق ہوگئی ہم وہاں سے نکلے تو سیدھا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور اس آدمی کا قصہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ عبرت کے طور پر کبھی کبھی ایسا واقعہ احوال برزخ کا دکھا دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا.

''جو شخص عبرت کی آنکھ سے دیکھے تو اس کا اپنا نفع ہے اور جو اندھا ہو جائے تو اس کا وبال اس پر ہے۔''

زکوٰۃ عبادت ہے تفسیر قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید کی آیات کے چند تفسیری حوالے ملاحظہ ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ فریضہ دین اور مالی عبادت ہے انتظامی ٹیکس یا ڈیوٹی نہیں ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کے اندر مختلف مقامات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

سورۃ المائدۃ آیت ۱۲/ کے تحت رقمطراز ہیں۔

ان الیھود کانوا مقرین بانہ لابدّ فی حصول النجاۃ من اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ.(تفسیر کبیر: ج/۱۱، ص/۱۸۵)

''یہود یقیناً اس بات کے مقر رتھے کہ عذاب آخرت سے حاصل کرنے کے لئے نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا لازم اور ضروری ہے مگر یہ لوگ بعض رسولوں کی تکذیب کیا کرتے تھے، اس لئے آیت میں ایمان کا ذکر اقامت الصلوٰۃ اور ایتاء الزکوٰۃ کے بعد کیا ہے۔''

ایک صفحہ کے بعد فرماتے ہیں:۔

وفیہ ان المراد بایتاء الزکاۃ الواجبات وبالاقراض والصدقات المندوبۃ. (ج/۱۱، ص/۱۸۶)

آیت میں ایتاء زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ واجبہ یعنی فرض زکوٰۃ ہے اور اقراض سے مراد صدقات نافلہ وعطیات ہیں۔

امام موصوف سورۃ الانبیاء کی آیت ۷۳ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

والصلوٰة اشرف العبادة البدنية وشرعت لذكر اللّٰه والزكوٰة اشرف العبادات المالية ومجموعها التعظيم لامر اللّٰه والشفقة على خلق اللّٰه. (تفسیر کبیر: ج/۲۲، ص/۱۹۲)

''عبادات بدنیہ میں نماز اور عبادات مالیہ میں زکوٰۃ اشرف العبادات ہیں اور دونوں عبادتوں کا مجموعہ امر الٰہی کی تعظیم اور شفقت علی الخلق کی غرض سے ہے۔''

زکوٰۃ عبادت ہے احادیث کی روشنی میں

(۱) عن عبداللّٰه بن عمر عن ابيه قال: رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بني الاسلام على خمس: شهادة ان لا اله الا اللّٰه وأن محمداً عبده ورسوله واقام الصلوٰة وايتاء الزكاة، وصوم رمضان وحج البيت. (بخاری: ج/۱، ص/۵)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، گواہی دینا اس بات پر کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندہ اور اس کے رسول ہے، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کا روزہ رکھنا اور حج کرنا۔''

(۲) حدیث جبرئیل مشہور حدیث ہے جس کا ایک حصہ یہاں پر تحریر کیا جاتا ہے، جو کہ زکوٰۃ سے تعلق رکھتا ہے۔

قال يا محمد اخبرني عن الاسلام؟ قال الاسلام أن تعبداللّٰه ولا تشرك به شيئًا وتقيم الصلوٰة المكتوبة وتؤدى الزكاة المفروضة

وتصوم رمضان. (بخاری: ج/١، ص/١٣)

''(جبرئیل نے) کہا اے محمد اسلام کیا چیز ہے؟ بیان کیجئے۔ فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور عبادت میں اس کے ساتھ شریک نہ کرو، اور فرض نماز ادا کرو، اور فرض زکوٰۃ دیا کرو اور رمضان کا روزہ رکھو۔''

اس حدیث میں تو بالکل تصریح کردی گئی ہے کہ زکوٰۃ جو کہ فرض ہے اس کا ادا کرنا اسلام ہے گویا اس کے خلاف کرنا کفر ہے جس سے معلوم ہوا کہ اسلام جن عبادات پر مشتمل ہے ان میں سے زکوٰۃ بھی ایک عبادت ہے، حکومت وقت کے عائد کردہ ٹیکس ہرگز نہیں، زکوٰۃ فرضیت اور اس کی عبادت ہونے کو ماننا اسلام اور ایمان ہے اور اس کی فرضیت اور شان عبادت کا انکار کرنا کفر ہے۔

(۳) حدیث وفد عبد قیس میں بھی زکوٰۃ کو ایمان کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

قال أتدرون ما الایمان باللّٰہ وحدہ؟ قالوا: واللّٰہ ورسولہ اعلم. قال شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ، وان محمداً رسول اللّٰہ واقام الصلٰوۃ وایتاء الزکاۃ، وصوم رمضان، وأن تؤدوا خمساً من المغنم.

(بخاری: ج/٢، ١، ص/٣٥)

''آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو ''ایمان باللہ'' کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر اور زیادہ جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، اور زکوٰۃ دینا، اور روزہ رکھنا، مال غنیمت سے خمس یعنی پانچواں حصہ کا ادا کرنا۔''

حدیث جبرئیل علیہ السلام کے اس ٹکرے سے اور حدیث وفد عبدالقیس کا ٹکرا ایتاء الزکوٰۃ سے یہی ثابت ہوا کہ زکوٰۃ اسلام اور فرائض اسلام میں سے ایک عمل ہے اور ظاہر ہے کہ جو عمل فرض کا درجہ رکھتا ہے اس کا ماننا فرض اور ضروری اور نہ ماننا کفر اور ارتداد ہے۔

پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ عبادت ہے ٹیکس نہیں، کیونکہ ٹیکس کا تعلق انتظامی امور سے ہے، ایمان وکفر سے نہیں جبکہ زکوٰۃ کا مصدر حکم لوح محفوظ ہے اور ٹیکس کا مصدر اور مرکز حکم حکومت وقت اور جماعت انتظامیہ ہوتا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق لازمی ہے۔

زکوٰۃ عبادت ہے اقوال ائمہ اور اجماع کی روشنی میں

(۱) امام ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المتوفی ٦٢٠ھ نے اپنی کتاب ''المغنی'' میں لکھتے ہیں:۔

و اجمع المسلمون فی جمیع الاعصار علی وجوبها واتفق الصحابة رضی الله عنه علی قتال مانعیها وایضاً لان ادلة وجوب الزکاة ظاهرة فی الکتاب والسنة والاجماع فلاتکاد مخفی علی احد فمن هذا حالة فاذا جحدها فلایکون الا لتکزیب الکتاب والسنة وکفر بهما. (المغنی)

''مسلمانوں نے ہر زمانے میں زکوٰۃ کی فرضیت پر اتفاق اور اجماع کیا ہے اور صحابہ نے بھی اس پر اتفاق کیا تھا کہ مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا جائے، دوسری جگہ میں ہے کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت کے دلائل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع سے بالکل ظاہر ہے۔ اس پر کسی کو کسی قسم کا شبہ نہیں رہنا چاہئے۔ سو جو شخص زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کر رہا ہے حقیقت میں وہ کتاب

اللہ اور سنت رسول اللہ کا انکار کر رہا ہے کیونکہ ان دونوں کی تکذیب کے بغیر فرضیت زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔"

(۲) امام ابوبکر زکریا شرف الدین الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:۔

الزكاة ركن من اركان الاسلام وفرض من فروضه باجماع المسلمين وتظاهرت دلائل الكتاب والسنة واجماع الامة.

(شرح مهذب: ج/۵، ص/۳۲۴)

"زکوٰۃ اسلام کے ارکان اور فرائض میں سے ایک فرض ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے اور اس کا ثبوت کتاب اللہ وسنت رسول اور اجماع امت کے دلائل بالکل واضح اور ظاہر ہیں۔"

ان عبارات مذکورہ سے واضح ہوا کہ زکوٰۃ فریضۂ دین اور خالص عبادت الٰہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور جو چیز فریضہ دین اور عبادت الٰہی میں سے ہو وہ کبھی بھی ٹیکس نہیں ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ امام نوویؒ اس سے آگے جا کر لکھتے ہیں:۔

ان الزكاة قربة محضة مفتقرة الى النية، ولاتجب على الكافر.

"بے شک زکوٰۃ خالص عبادت اور ذریعہ قربت ہے، اس لئے نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور زکوٰۃ کافر کے ذمہ واجب نہیں ہے۔"

خلاصہ کلام

زکوٰۃ اسلام کے ارکان اور فرائض میں سے ایک فرض ہے، اس پر امت کا اجماع ہے، اور اس کے ثبوت میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور اجماع امت کے دلائل بالکل واضح اور ظاہر ہیں۔

☆......☆......☆

فرض روزہ نہ رکھنے والے کا خوفناک انجام

عن ابن عباس رضی الله عنهما عری الإسلام و قواعد الدین ثلاث : شهادة أن لا إله إلا الله و الصلاة و صوم رمضان فمن ترک واحدة منهن فهو کافر.

”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا: دین کے ستون تین ہیں۔اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔نماز پڑھنا، اور رمضان المبارک کا روزہ رکھنا۔ جو ان میں سے ایک بھی چھوڑ دے گا وہ کافر ہے۔“

رمضان المبارک کے روزے ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت پر فرض کیے گئے ہیں۔روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔اس کا انکار کرنے والا بالاتفاق کافر ہے اور سستی کرنے والا یا جان بوجھ کر اس کو چھوڑنے والا فاسق فاجر اور گناہ گار ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُم لَعَلَّكُم تَتَّقُونَ. (سورۃ البقرۃ)

”اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تا کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔“

اسلام میں پورے مہینے رمضان کے روزے فرض ہیں اور جو شخص بلا کسی عذر اور

مجبوری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو وہ بہت ہی سخت گناہ گار ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بلا کسی معذوری اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے وہ اگر اس کے بدلے ساری عمر بھی روزے رکھے تو اس کا پورہ حق ادا نہیں ہو سکے گا۔

روزہ جس طرح پہلی امتوں پر فرض رہا ہے، اسی طرح امت محمدیہ ﷺ پر فرض ہے۔ روزے کے ذریعہ کھانے پینے اور جنسی شہوات سے روکنے کا مقصد انسان میں تقویٰ اور خوفِ خدا پیدا کرنا اور اسے دوسروں کی مشکلات و پریشانی کا احساس دلانا ہے۔ اس لئے نہ صرف روزہ ماہ رمضان میں فرض قرار دیا گیا بلکہ متعدد مواقع پر بطور نفل اس کے اہتمام کی ترغیب دلائی گئی۔

ان سب کو جان لینے کے بعد کوئی بدنصیب اور قسمت کا مارا ہوا اپنی آخرت نہ سنوارے بلکہ صحت مند تندرست اور توانا ہونے کے باوجود روزے نہ رکھے تو یقیناً وہ رسول اللہ ﷺ کی بددعا کا مستحق ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ہلاکت کی بددعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صعد المنبر فقال: آمین، آمین ، آمین قیل یارسول اللّٰہ! انک صعدت المنبر فقلت: آمین ، آمین ، آمین . فقال: ان جبرائیل علیہ السلام اتانی فقال: امن ادرک شہر رمضان فلم یغفر لہ فدخل النار فابعدہ اللّٰہ قل آمین فقلت آمین.

''جناب نبی کریم ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ آمین، آمین، آمین

کہا۔ کسی نے وہ دریافت کی کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے آمین، آمین کہا۔ اس کا کیا سبب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھے آ کر کہا: جس آدمی نے رمضان کا مہینہ پایا، پھر بھی اُس کی بخشش نہ ہو سکی اور نتیجتاً وہ آگ میں داخل ہو گیا تو اللہ اُسے ہلاک و برباد کر دے اور اپنی رحمت سے مزید دور کرے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ آمین کہیں، تو میں نے آمین کہی۔"

رمضان المبارک کا فرض روزہ نہ رکھنے والا سب سے پہلے اس بدعا کی زد میں آتا ہے اور وہ لوگ بھی اس بدعا کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ جو رمضان المبارک کے سنہری موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ بلکہ اس کے آداب واحکام کی خلاف ورزی کر کے مزید وبال اپنے سر لے لیتے ہیں۔ احکام وآداب رمضان میں لاپرواہی کا انجام نکل سکتا ہے وہ درج ذیل حدیث سے بہت واضح ہے۔

رمضان میں روزے کے لاپرواہی کا انجام

وعن أبی أمامة الباهلی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال : سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: بینا أنَا نائمٌ أتانی رجلان فأخذا بضبعیَّ، فَأتیابی جبلاً وعْراً. فقالا . اِصعَد؟ فَقلتُ: انِی لا أُطیقهُ ، فقالا: انَّا سَنسهله لک، فصعِدتُ حتی اذا کنت فی سواء الجبل اذا باصواتٍ شدیدةٍ قلتُ: ما هذه الاصوات؟ قالوا :هذا عواءُ اهل النار، ثم انطلق بی، فاذا أنَا بقومٍ معلقین بعراقیبهم مشققة اشداقهم دمًا قال: قلتُ: من هؤلاءِ؟ قالا: الذین یفطرون قبل تحلة صومهم.

(الحدیث: رواہ ابن خزیمة، وابن حبان فی صحیحهما)

''حضرت ابوامامہ باہلی ﷛ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں، دو آدمی آئے اور انہوں نے میرے بازو پکڑ لئے، اور مجھے ایک بہت دشوار گزار پہاڑ پر لے گئے اور بولے چڑھیے، میں نے کہا میرے تو بس کا نہیں ہے، انہوں نے کہا: ہم آسان کریں گے، چنانچہ میں چڑھا یہاں تک کہ جب میں پہاڑ کے بیچ میں پہنچ گیا تو مجھے بہت سخت آوازیں سنائی دیں، میں نے پوچھا یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا یہ جہنمیوں کی چیخ وپکار ہے۔ پھر مجھے (آگے) لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کچھ لوگ ہیں جو پنجوں کے بل (الٹے) لٹکے ہوئے ہیں، اور ان کے جبڑے چرے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو افطار کا وقت ہونے سے پہلے ہی روزہ افطار کر لیتے ہیں۔''

غور فرمائیے کہ اگر قبل از وقت روزہ افطار کرنے والے کی یہ سزا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا تو بالکل روزہ نہ رکھنے والوں کو کیسی ہوگی؟

بس اتنی بات غور اور توجہ کرنے سے ساری حقیقت سمجھ میں آسکتی ہے، بشرطیکہ دماغ سوچنے سمجھنے کے قابل ہو اور دل مردہ نہ ہو چکا ہو۔

☆......☆......☆

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے کا خوفناک انجام

عن ابی امامة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من لم یمنعه من الحج حاجة ظاهرة او سلطانٌ جائر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یهودیًا و ان شاء نصرانیا.

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو کوئی بہت مجبوری (مثلاً تنگدستی) یا سفر سے روک نے والا مرض یا صاحب حکومت ظالم حج کو جانے سے نہ روکے اور پھر بھی حج نہ کرے تو اسے چاہئے کہ چاہے تو یہودی ہو کر مر جائے اور چاہے تو نصرانی ہو کر مر جائے۔''

اسلام کے پانچ ارکان میں سے آخری رکن حج ہے، حج جہاں ایک طرف اسلام کا بہت بڑا اہم رکن ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ کام اہل ایمان کے لئے بہت بڑی نعمت وسعادت بھی ہے۔

جب حج کی اس قدر اہمیت وفضیلت ہے تو پھر بھی اگر کوئی مسلمان مادی وسائل اور فراغت رکھنے کے باوجود اس کا اہتمام نہ کرے تو یقیناً وہ بدنصیب انسان ہے جیسا کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے۔

جس پیرائے میں اور جس اسلوب بیان میں اللہ تعالیٰ نے حج کا حکم دیا ہے وہ غور قابل توجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ. (ال عمران)

''بے شک سب سے پہلی عبات گاہ جو انسانوں کے لئے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واضح ہے۔ اس کو خیر و برکت دے دی گئی تھی جہاں والوں کے لئے مرکز ہدایت بنا دیا گیا تھا۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ ابراہیم کا مقام عبادت ہے۔ اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہو گیا، امن پا گیا۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔ اور جو کوئی کفر کی راہ اختیار کرے (یعنی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے) تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

آیت کریمہ اور اس کے ترجمہ پر ذرا غور فرمائیں اور خاص طور پر یہ جملے توجہ کے قابل ہیں۔

''لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی کفر راہ اختیار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

اس جملے کا اختتام ایک دھمکی کے انداز میں کیا جا رہا ہے کہ اگر تم حج نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا کیا بگڑے گا، وہ تو سارے جہاں والوں سے بے نیاز ہے۔ البتہ سارے کا سارا نقصان تمہارا ہی ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

لقد همت ان ابعث رجالاً الی هذه الامصار فینظروا کل من له جدة ولم یحج فلیضروبوا علیهم الجزیة وما هم بمسلمین.

''میں نے پختہ عزم کرلیا ہے کہ میں مختلف شہروں میں سرکاری نمائندے ارسال کروں وہ جائزہ لیں کہ جو مسلمان استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا اس پر جزیہ مقرر کردیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں۔''

حاصل بحث یہ کہ حج سے انسان گناہوں سے پاک ہوتا ہے اور اس کے برعکس استطاعت کے باوجود نہ کرنے والا کا ایمان ہی سرے سے خطرے میں پڑ جاتا ہے کجا یہ کہ اس کی دیگر عبادتیں قبول ہوں۔

حج نہ کرنے والوں کی حسرتیں اور تمنائیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ دنیا کا کوئی شخص ایسا نہیں جو زکوٰۃ نہ دیتا ہو اور باوجود وسعت کے حج بھی نہ کرتا ہو تو وہ آدمی موت کے بعد دنیا میں آنے کی آرزو وتمنا کرے گا۔ کسی نے عرض کیا کہ رجوع کی تمنا تو کافر کریں گے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جو میں کہتا ہوں کتاب اللہ میں موجود ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَنفِقُوا مِن مَا رَزَقنَاکُم مِن قَبلِ أَن یَأتِیَ أَحَدَکُمُ المَوتُ فَیَقُولَ

رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِنَ الصَّالِحِينَ.

(سورة المنافقون)

"اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اس سے بیشتر کہ تم میں سے کسی کی موت آ پہنچے پھر وہ کہنے لگے، اے میرے رب مجھے تھوڑے دنوں مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شمار ہو جاتا۔"

وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ.

"اور اللہ کسی شخص کو جب کہ اس کی معیاد آ جاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔"

کسی نے سوال پوچھا کہ کتنی مقدار مال میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا دو سو درہم یا اس کی قیمت کے مساوی سونے یا عروض تجارت میں۔ پھر پوچھا کہ حج کا نصاب کیا ہے کس پر حج فرض ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جس کے پاس خرچ اخراجات سفر کے پورے ہوں اور سواری کا بندوبست ہو۔

حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے ایک مال دار پڑوسی کا انتقال ہو گیا اور اس نے زندگی بھر حج نہ کیا تھا تو میں اس کے جنازہ میں شریک نہ ہوا بوجہ ترک حج۔

☆......☆......☆

ریا (دکھاوا) کرنے والے کا خوفناک انجام

عن أبی سعید قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه و سلم ونحن نتذکر المسیح الدجال . فقال : الا اخبرکم بما هو أخوف علیکم عندی من المسیح الدجال قال قلن بلی . فقال الشرک الخفی أن یقوم الرجل یصلی فیزین صلاته لما یری من نظر زجل

فی الزوائد إسناده حسن .

''حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ، ہم مسیح دجال کے بارے میں گفتگو کررہے تھے، آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: کیا میں تمہیں مسیح دجال سے زیادہ خطرناک چیز بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا: ضرور، آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: وہ شرک خفی ہے کہ آدمی کھڑا نماز پڑھ رہا ہو، جب یہ دیکھے کہ اسے کوئی آدمی (نماز پڑھتا ہوا) دیکھ رہا ہے، تو اپنی نماز (کے خشوع وخضوع اور تعدادِ رکعات) میں اضافہ کردے۔''

ریاکاری کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان اس نیت اور ارادے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ لوگوں میں اس کی نیکی مشہور ہوجائے تاکہ اسے مالی منفعت حاصل ہو، یا لوگوں میں اس کا مقام بلند ہو، یا کم از کم لوگ اس کی تعریف ہی کریں۔ ریاکاری نہ صرف نیکی کو برباد کردیتی ہے، بلکہ وہ نیکی اس کے کسی کام نہیں آئے گی بلکہ اس کا ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت بھی مشتبہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادگرامی ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى لا كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَايُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ط لَايَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ط وَاللّٰهُ لَايَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ o

''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا لو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے، ورنہ وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا پانی برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی، ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے''۔

قرآن کریم نے ریا کاری کو نفاق کی نشانی قرار دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ج وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى لا يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَايَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا o

''یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، حالانکہ در حقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے جب یہ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو سست و کاہل ہو کر، محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں، اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں''

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے ریا کاری کو شیطان کی دوستی کا نتیجہ قرار دیتے

ہوئے فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا٥

''اور وہ لوگ (بھی ناپسند ہیں) جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور درحقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روزِ آخرت پر، سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اسے بہت ہی بری رفاقت میسر آئی''۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بطور قاعدہ کلیہ بیان کردی کہ اگر اپنے اعمال کا آخرت میں کچھ نتیجہ اور ثمرہ پانا چاہتے ہو تو پھر ''عبادت رب'' میں کسی کو شریک مت کرو، بلکہ اس ذات کی عبادت صرف اسی کی رضا کے لئے کرو یعنی ریاکاری، دکھلاوے، مفاد پرستی، اور ہر طرح کے شیطانی دھوکہ سے پاک صاف عبادت کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا٥

''پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شرک نہ کرے''۔

حضور ﷺ بڑے واضح الفاظ میں ریاکاری کو شرک قرار دیا ہے۔ فرمایا:

مَنْ صَلّٰى يُرائى فَقَدْ اَشْرَكَ وَمن صام يُرائِى فَقَدْ اَشْرَكَ ومن تصدق يُرائى فَقَدْ اَشْرَكَ''. (مسند امام احمد: ج/۴، ص/۱۲۶)

''جس آدمی نے دکھلاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھلاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلاوے کا صدقہ کیا اس نے بھی شرک کیا''۔

ریا کار کو دنیا میں ضرور شہرت اور عزت مل جاتی ہے کیونکہ اس کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے لیکن روز محشر بڑی بدنامی سے واسطہ پڑتا ہے۔

ریا کاروں کی رسوائی اور ذلت کی ایک شکل یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اُن ریا کاروں کا عمل قبول سے کرنے صاف انکار کردیں گے جس کی تفصیل حضور اکرم ﷺ نے اس طرح بیان کی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عن الشِّرکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَکَ فیه معی غَیْرِی تَرَکْتهٗ و شرکهٗ.

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، حصے داری کے معاملے میں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جس نے کسی کام میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنایا تو میں اس کو اس کے شرک سمیت چھوڑ دونگا"۔

اگر معاملہ یہاں تک ہوتا تو قدرے غنیمت تھا لیکن صورت حال کی سنگینی کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شہید، عالم دین اور سخی جیسے جلیل القدر لوگوں کو بھی، اگر وہ ریا کار ہوں تو اُن کی ریا کاری کی وجہ سے قصوروار ٹھہرا کر مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کردیا جائیگا ان کے سارے نیک اعمال مٹی میں ملا دیئے جائیں گے اور اُن کو اوندھے منہ جہنم رسید کردیا جائیگا اس کی تفصیلات حضور اکرم ﷺ نے اس طرح بیان کی ہیں۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سب سے پہلے قیامت کے دن ایک شہید سے سوال جواب ہوگا اللہ تعالیٰ اُسے عطا کی گئی نعمتیں یاد دلائے گا وہ ان کا اقرار کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں تیری راہ میں لڑ کر شہید ہوا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے بلکہ تو اس لئے لڑا کہ تجھے بہادر کہا جائے پس تحقیق کہا گیا (یعنی تیری نیت دنیا میں پوری ہوگئی) پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا

جائیگا۔ پھر ایک مالدار شخص کو لایا جائیگا اللہ تعالیٰ اُسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے وہ مال جو تو نے عطا کیا تیرے پسندیدہ راستوں میں تیری رضا کے لئے خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے بلکہ تو نے تو اس لئے خرچ کیا تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں پس تحقیق (تجھے سخی) کہا گیا۔ پھر اُسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائیگا۔ پھر ایک اور شخص لایا جائیگا جس نے (دین کا) علم سیکھا اور سکھایا ۔ اللہ تعالیٰ اُسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ اُن کا اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا تیری رضا کی خاطر قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے علم حاصل کیا کہ لوگ تجھے عالم کہیں پس تحقیق (تجھے عالم) کہا گیا۔ پھر اُسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائیگا'' (مسلم شریف)

ریا، شہرت اور ناموری کے مذکورہ بالا انجام کو سمجھ لینے کے بعد بھی اگر کسی کے دماغ میں یہ خنّاس سوار ہو تو اسے نہ صرف اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے بلکہ اپنی عقل اور دانش کا بھی ماتم کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ریاء، شہرت اور ناموری کے فتنے سے دنیا و آخرت میں محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

ریا کار کی علامتیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں...... ریا کار کی تین علامتیں ہیں۔

(۱) عبادت کے معاملے میں تنہائی میں بہت سست ہو۔

(۲) جب لوگوں کے ساتھ ہو تو دلچسپی اور لگن کا مظاہرہ کرے۔

(۳) اگر کوئی تعریف کر دے تو نیکی اور زیادہ کرے اور اگر کوئی اعتراض کر دے تو نیکی سے کنارہ کش ہو جائے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر لابن حجر الھیثمی: ص ۴۲)

ریا کاروں کو جنت دکھا کر جہنم میں بھیج دیا جائے گا

حضرت عدی بن حاتم طائی ﷛ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کچھ جماعتوں اور فرقوں کے لئے حکم ہوگا قیامت کے دن کہ ان کو جنت میں لے جاؤ تو ان کو جنت تک لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے نہایت قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوش بو تک سونگیں گے۔ اور جنت کے محلات وقصور دیکھیں گے اور ان نعمتوں کو بھی جو جنتیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھے ہیں۔ تو یکایک ایک آواز آئے گی کہ پھیر دو ان کو واپس، ان کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں۔ پس یہ واپس ہوں گے بڑی حسرت وندامت کے ساتھ۔ ایسی حسرت وندامت اگلے اور پچھلوں میں سے کسی کو بھی نہیں ہوئی گی۔ تو وہ لوگ عرض کریں گے، اے پرودگارِ عالم! اگر آپ ہم کو پہلے سے ہی جہنم میں بھیج دیتے اور ہم کو یہ کچھ نہ دکھاتے جو آپنے اپنے اولیاء اور احباء کے لئے تیار کر رکھا ہے تو ہمارے لئے آسان ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ میں تم کو دکھانا چاہتا تھا کیوں کہ جب تم تخلیہ (تنہائی) میں ہوتے تھے تو تم میرے سامنے ارتکاب کبائر کے ساتھ آتے تھے، اور جب تم لوگوں سے ملتے تھے تو پرہیز گار اور تابع دار ہوتے تھے۔ تم لوگوں کو دکھاتے تھے اپنے اعمال۔ برخلاف اس کے جو تمہارے دلوں میں میری اطاعت کا وجود ہوتا۔ تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے اور تم لوگوں کی تعظیم کرتے تھے اور میری تعظیم کا تم کو خیال نہ تھا اور تم نے لوگوں کے لئے معاصی کو تو چھوڑا لیکن میرے لئے تم نے گناہوں کو نہیں چھوڑا۔ پس آج

کے دن میں تم کو اپنا دردناک عذاب چکھاؤں گا اس محرومی کے ساتھ جو میں نے تم کو عظیم الشان ثواب سے بھی محروم کر دیا ہے۔ (طبرانی وبیہقی)

ریاکاری سے بچنے سے متعلق اسلام کے رہنما اصول

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ او گردن والے! اپنی گردن اٹھا کہ خشوع گردنوں میں نہیں ہے بلکہ دلوں میں ہے۔ اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مسجد میں سجدے کے درمیان روتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تو یہ بات اگر اپنے گھر میں کرتا تو اچھا ہوتا۔

ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ جو لوگ مجمع میں رونا شروع کرتے ہیں یہ بات اگرچہ ایسی ہے کہ کبھی دل نرم ہو کر گریہ طاری ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص اس کو روک سکتا ہو پھر نہ روکے تو اس نے اپنے نفس کو ریاکاری کے لئے پیش کیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کی ہے کہ آدمی کی سب سے بہتر نماز اس کے گھر میں ہے سوائے فرض نماز کے۔ یہ حدیث صحیحین میں ہے۔

عامر بن عبد قیس کو ناگوار ہوتا تھا کہ کوئی ان کو نماز پڑھتے دیکھے، وہ کبھی مسجد میں نوافل نہ پڑھتے حالانکہ ہر روز ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے۔

ابن ابی لیلیٰ جب نماز پڑھتے اور کوئی آنے والا آتا تو لیٹ جاتے۔

عاصم نے کہا کہ ابووائل جب اپنے گھر میں نماز پڑھتے تو ان کے رونے سے نرم دردناک آواز نکلتی تھی اور اگر کسی کے سامنے ایسا کرنے کو ان سے کہا جاتا تو کبھی نہ کرتے اگرچہ ان کو سب دنیا دے دی جاتی۔

ابوایوب سختیانی کا یہ حال تھا کہ جب مجلس میں ان پر رونا غالب ہوتا تو اٹھ

کھڑے ہوتے تھے اور جب کسی حدیث کی روایت میں رقت طاری ہوتی تو چہرہ پونچھنے لگتے اور کہتے کہ زکام بہت سخت ہوتا ہے۔

ربیع بن خیثمؒ کے کل اعمال مخفی تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ انہوں نے تلاوت کے لئے مصحف کھولا تھا کہ اچانک کوئی آ گیا تو اس کو اپنے کپڑے کے نیچے چھپا لیتے تھے۔

امام احمد بن خلیل قرآن بہت پڑھا کرتے تھے لیکن یہ پتہ نہیں لگتا کہ کب ختم کرتے ہیں۔ (تلبیس ابلیس)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو شرکِ اصغر وشرکِ اکبر اور شرک کی دیگر تمام اقسام سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

قتل ناحق کرنے والے کا خوفناک انجام

عن ابی سعید الخدری وابی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما یذکر ان عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لو ان اھل السماء واھل والارض اشترکوا فی دم مؤمن لاکبھم اللّٰہ فی النار۔ (رواہ الترمذی)

''حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ ﷺ سے کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اگر آسمان وزمین والے سب کے سب کسی مومن کے قتل کرنے میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیں گے۔''

انسان بحیثیت انسان انتہائی محترم مخلوق ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ انتہائی خوبصورت جسم، ساخت اور شکل عطا فرمائی، فرشتوں سے سجدہ کرایا اور دنیا جہاں کی نعمتیں اس کی خدمت اور فائدے کے لئے پیدا کیں۔ لہٰذا ہر انسان کی عزت، مال اور جان لائق احترام اور قابل حفاظت ہے۔ الا یہ کہ انسان خود اپنے اس مقام واحترام کو ضائع کردے۔

قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ ﷺ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی قتل شرک کے بعد سب سے بڑا جرم ہے۔

جب مومن کا یہ مقام اور اس کے خون کی حرمت کا یہ عالم ہے تو اس کا ناحق خون بہانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی سنگین بلکہ حقوق العباد میں سب سے بڑا جرم ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قتل مومن پر شدید ترین الفاظ میں ناراضگی کا اظہار کیا ہے

اور آخرت میں قاتل کے لئے خوفناک سزا مقرر کی ہے۔ شرک کے علاوہ کسی دوسرے جرم یا گناہ پر ایسی سزا کی نظیر نہیں ملتی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا. (سورۃ النساء، آیت: ۹۳)

''اور جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کردے، تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

انسانی جان کی حرمت و عظمت ساری کائنات سے زیادہ ہے

مؤمن کی جان جب اس قدر اہمیت و حرمت کی حامل ہے تو اسے قتل کردینا بھی اسی اعتبار سے سنگین جرم ہے معاملے کی سنگینی کو حضور ﷺ نے ان الفاظ میں مزید واضح فرمایا ہے۔

لزوال الدنيا اهون على الله من قتل رجل مسلمٍ

''ایک مسلمان کے قتل کے مقابلے مین پوری دنیا کا تباہ و برباد ہوجانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معمولی بات ہے''۔

یعنی مسلمان کا خون اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا سے زیادہ اہم ہے اس ضمن میں آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں ۹ رذی الحجہ کی مبارک تاریخ میں ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام ؓ کی موجودگی میں خونِ مسلم کی اہمیت ان الفاظ میں بیان فرمائی ''اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا: ''حرمت والا دن'' آپ ﷺ نے پوچھا کون سا شہر ہے؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا: ''حرمت والا شہر'' آپ ﷺ نے پوچھا: یہ

کون سا مہینہ ہے؟ صحابہ ؓ نے کہا ”حرمت والا مہینہ“۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

فان دماء کم و اموالکم و اعراضکم علیکم حرامٌ کحرمة یومکم هذا فی بلدکم هذا فی شهرکم هذا. (بخاری شریف)

”یقیناً تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر آپس میں اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی حرمت ہے اور (بالخصوص) تمہارے اس شہر کی حدود میں اور اس مبارک ومقدس مہینے کے دوران“۔

مؤمن کے جان و مال کی عظمت کعبہ کی عظمت سے زیادہ ہے

ایک موقع پر آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

ما اطیبک واطیب ریحک، ما اعظمک واعظم حرمتک والذی نفس محمد بیده لحرمة المؤمن اعظم عندالله حرمة منک ماله و دمه. (ابن ماجہ)

”اے کعبۃ اللہ! تو کس قدر پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کس قدر عمدہ ہے اور تو کتنے اونچے مقام والا ہے اور تیری حرمت کس قدر زیادہ ہے (اس کے باوجود) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے۔ مؤمن کے مال اور خون کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے اس مقام کی حرمت سے کہیں زیادہ ہے۔

روزِ محشر خون ناحق کا حساب کتاب پہلے ہوگا

روزِ محشر جب حساب شروع ہوگا تو بھی انسانی خون کے معاملے کو دیگر معاملات کے سلسلے میں سب سے زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے تو یقیناً سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ لیکن جب حقوق العباد کا دفتر کھلے گا تو سب سے پہلے انسانی خون کا حساب ہوگا۔

روزِ قیامت سے پہلا حساب اور سب سے پہلا فیصلہ

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

اول ما یحاسب علیه العبد الصلاة واوّل ما یقضی بین الناس فی الدماء. (سنن النسائی)

''انسان سے نماز کا حساب سب سے پہلے ہوگا اور لوگوں کے باہمی معاملات میں سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا''۔

براہ راست قتل میں ملوث ہونا یقیناً انتہائی سنگین اور قبیح فعل ہے لیکن اس معاملے کی کسی بھی معنی میں شمولیت یا حصہ داری یہاں تک کہ ایک آدھ لفظی اشارہ بھی بہت بڑی ذمہ داری اور اخروی جواب دہی کا سبب ہے۔ چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''من دعا الی ضلالة فعلیه من الاثم مثل آثام من اتبعه لاینقص ذالک عن آثامهم شیئاً''

''جس نے کسی غلط حرکت کی طرف لوگوں کو دعوت دی تو جتنے لوگ اس کی پیروی میں وہ گناہ کریں گے اس دعوت دینے والوں کو ان سب کے برابر گناہ ہوگا اور اس غلط حرکت کو اپنانے والوں کے اپنے گناہ بھی کم نہ ہوں گے''۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں مذہبی رہنما، سیاسی لیڈر، قومیتوں اور عصبیتوں کے ٹھیکیدار، لسانی اور علاقائی جاہلیت کے نمائندے اپنا اپنا محاسبہ خود کر کے دیکھ لیں کہ کہیں وہ اپنے پیروکار حضرات کو غلط راہ پر تو نہیں لے جا رہے۔ اور آیا وہ روز قیامت ان سب کی گمراہی اور غلط کاری کا بوجھ اپنی اس گردن پر اٹھا سکیں گے جو لیڈری اور انا پرستی کے شوق میں کسی حق بات پر آج جھکنے کے لئے تیار نہیں۔ کل قیامت کے روز سارے کس بل نکل جائیں گے۔ اور یہ لیڈری شوق کا بہت مہنگا پڑے گا۔ صحابہ کرام

میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا ایک خاص مقام تھا، آپ ﷺ نے سینکڑوں احادیث روایت کی ہیں۔ اپنے وقت کے مفتی مانے جاتے تھے، تفسیر القرآن میں آپ کو خصوصی امتیاز حاصل تھا بلکہ صحابہ کرام ﷺ میں "امام التفسیر" تھے، آپ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا: کیا قاتل کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ حضرت ابن عباس ﷺ نے بڑے تعجب سے پوچھا تم کیا کہہ رہے ہو؟ جب سائل نے دوتین بار اپنا سوال دہرایا تو فرمایا: میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو یوں فرماتے سنا ہے۔

یاتی المقتول معلقاً رأسه باحدی یدیه متلبباً قاتله بالید الاخری تشخب اوداجه دماً حتی یاتی به العرش فیقول المقتول لرب العالمین : هذا قتلنی فیقول الله تعالیٰ تعست ویذهب به الی النار.

(نسائی کتب القسامۃ)

"روز قیامت مقتول اس حال میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش ہوگا، کہ اس نے ایک ہاتھ میں اپنا سر تھاما ہوا ہوگا، دوسرے ہاتھ میں قاتل کا گریبان پکڑا ہوگا مقتول کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا وہ اسی حال میں چلتے چلتے عرش الٰہی تک پہنچے گا۔ اللہ رب العالمین کے حضور اپنی فریاد پیش کرتے ہوئے کہے گا! اس نے مجھے قتل کیا تھا" اللہ تعالیٰ قاتل سے کہے گا!" تو تباہ وبرباد ہو" اور اسے جہنم میں بھیج دیا جائیگا"۔

روز محشر ہر انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اپنے اعمال نامے کے ساتھ پیش ہوگا۔ عام چھوٹے موٹے گناہ یعنی صغیرہ گناہ تو نیک اعمال کی برکت سے دھل چکے ہوں گے۔ بڑے بڑے گناہ بھی خالص توبہ کی وجہ سے معاف ہو جائیں گے اور جن گناہوں پر توبہ کی توفیق نہ مل سکی ہوگی ان کے بدلے میں یا تو سزا ملے گی یا نیکیاں کاٹ کر معاف کردیا جائیگا۔ لیکن قتل مؤمن کا معاملہ ان سب سے مختلف ہے اور

بالخصوص جب اتنا سنگین جرم کرنے کے بعد انسان الٹا خوش ہوتا پھرے اور اپنی اس کارستانی کو کارنامہ قرار دیتا رہے (گویا ندامت اور توبہ کے آثار اس کے قریب تک نہ ہوں) تو پھر ایسا قاتل اپنی قرار واقعی سزا پائے بغیر قطعاً نہ چھوٹ سکے گا۔ اور نہ ہی کوئی بڑی سے بڑی نیکی اُس کے اس جرم کا فدیہ بن سکے گی۔

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

من قتل مؤمناً فاغتبط بقتله لم يقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً.

(کتاب الفتن۔ سنن ابی داؤد)

''جس نے کسی مؤمن کا قتل کیا اور اپنے اس فعل پر خوش ہوا اللہ تعالیٰ (روز محشر دورانِ حساب اس جرم کے بدلے میں) نہ کوئی نفل نیکی اس سے بطورِ فدیہ قبول فرمائیں گے اور نہ کوئی اور عوض اس سے لیا جائیگا''۔

ہر گناہ کی مغفرت کی امید ہے سوائے!

وعن عبادة بن صامت ﷺ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: کل ذنب عسی الله ان یغفره الا من مات مشرکاً او قتل مؤمناً متعمداً.

(مجمع الزوائد: ج/۷، ص/۲۹۶)

''حضرت عبادہ بن صامت ﷺ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں گے مگر وہ شخص جو مشرک ہو کر مرا ہو یا وہ شخص جس نے کسی مسلمان کو قصداً قتل کیا ہو''۔

☆......☆......☆

جادوٹونہ کرنے والے کا خوفناک انجام

عن الحسن ﷺ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدّ الساحر ضربة بالسیف. (مصنف عبدالرزاق: ۱۸۷۵۲)

''حضرت حسن ﷺ سے روایت کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جادوگر کی سزا تلوار ایک مار (قتل) ہے۔''

جادو کو عربی زبان میں ''سحر'' کہتے ہیں اور لغت میں ہر اس چیز کو سحر کہتے ہیں جس کا ماخذ لطیف ہو۔

مصباح اللغات میں لکھا:

''باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کرنا، جادو، دھوکہ، حیلہ، فساد، ہر وہ چیز جس کے حاصل کرنے میں شیطانی تقریب (امداد) کی ضرورت ہو''۔

قاموس میں ہے۔

''ہر ایسا اثر جس کا سبب ظاہر نہ ہو خواہ وہ سبب معنوی ہو جیسے خاص کلمات کا اثر یا غیر محسوس چیزوں کا ہو۔ جیسے جنات وشیطان کا اثر۔''

البتہ عرف عام میں جادو ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جن میں جنات وشیاطین کا عمل دخل ہو یا قوت خیالی کا یا کچھ الفاظ وکلمات کا کیونکہ حروف وکلمات کی مخصوص تاثیرات ایک تسلیم شدہ امر ہیں۔

اصطلاح شریعت میں سحر ایسے امر عجیب کو کہا جاتا ہے جس میں شیطان کو خوش کرنے کے لئے ان کی مدد حاصل کی جائے خواہ اس کے لئے کفریہ اور شرکیہ

کلمات پر مبنی منتر پڑھے جائیں۔ غیر اللہ کی عبادت اختیار کی جائے۔ یا شیطان کی رضا کے کام کئے جائیں، مثلاً کسی کو ناحق قتل کر کے اس کا خون استعمال کرنا۔ حالت جنابت میں رہنا، اور شیطان کی مدح و تعریف کرنا وغیرہ، جادو اصلاً انسان کی نفسیات پر اثر کرتا ہے اور نفسیات کا اثر انسان کے جسم پر ظاہر ہوتا ہے جیسے ڈر جانا، اصلاً نفسیاتی اثر ہے لیکن ڈرنے کی وجہ سے جسم کانپنا نفسیاتی اثر کا جسم پر ظہور ہے۔ اس نفسیاتی اثر کی وجہ سے انسان بسا اوقات بیمار ہو جاتا ہے۔ کہیں تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے خاص طور پر میاں بیوی کے درمیان، کبھی بھول چوک کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کسی اور الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ ان اثرات کی کتاب وسنت نے توثیق کی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ○ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى○

”یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں اُن کے جادو کے زور سے موسیٰ علیہ السلام کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ اور موسیٰؑ اپنے دل میں ڈر گئے“۔

تعلقات پر اثر انداز ہونے کی تصدیق قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ.

”پھر یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں“۔

جب رسول اللہ ﷺ پر لبید بن اعصم نے جادو کیا تو آپ ﷺ بھی کسی قدر متاثر ہو گئے اور آپ کو بھی خیال کی حد تک دنیاوی امور میں پریشانی ہونے لگی۔

قرآن مجید کی روشنی میں جادو کا ثبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَاتَّبَعُوْا مَاتَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ج وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ق وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ط وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَايُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ط وَمَاهُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَايَضُرُّهُمْ وَلَايَنْفَعُهُمْ ط وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ط وَلَبِئْسَ مَاشَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ط لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ○

”اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطان کا تھا جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ اور بابل میں ہاروت و ماروت دوفرشتوں پر جو اتارا گیا تھا وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے۔ جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں۔ لہٰذا تو کفر نہ کر۔ پھر بھی لوگ ان سے وہ سیکھتے تھے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈال دیں، حالانکہ وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں (سراسر) نقصان پہنچائے اور (ہرگز) نفع نہ پہنچا سکے۔ اور وہ یقیناً جانتے ہیں کہ اسے مول لینے (سیکھنے) والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ بے شک اگر وہ سمجھتے تو برا بدلہ ہے۔ جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا ہے“۔

جادو کی اقسام

جادو کی آٹھ قسمیں ہیں جن کو ابو عبداللہ رازی نے بیان کیا ہے۔

۱...... ایک جادو تو ستارہ پرست فرقہ کا ہے وہ سات سیارہ ستاروں کی نسبت عقیدہ رکھتے ہیں کہ بھلائی، برائی انہی کے سبب ہوتی ہے اس لئے ان کی طرف خطاب کر کے مقرر الفاظ پڑھا کرتے ہیں اور انہیں کی پرستش کرتے ہیں۔

۲...... دوسرا جادو قوی نفس اور قوت واہمہ والے لوگوں کا ہے وہم اور خیال کا بڑا اثر ہوتا ہے دیکھئے اگر تنگ پل کو زمین پر رکھدیا جائے تو اس پر انسان بآسانی چل سکتا ہے لیکن اگر یہی پل کسی نہر پر ہو تو اس پر چلنا ناممکن ہے، اس لئے کہ اُس وقت خیال ہوتا ہے کہ اب گرا اور تب گرا۔

۳...... تیسرا جادو جنات وغیرہ زمین والوں کی روحوں سے مدد اور اعانت طلب کرنے کا ہے اور ان روحوں سے بعض مخصوص الفاظ اور اعمال سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ اسے سحر بالقرائم اور عمل تسخیر بھی کہتے ہیں۔

۴...... چوتھی قسم خیالات کا بدل دینا، آنکھوں پر اندھیرا ڈال دینا، اور شعبدہ بازی کرنا ہے جس سے حقیقت کے خلاف دکھائی دینے لگتا ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ شعبدہ باز پہلے کام شروع کرتے ہیں جب لوگ دلچسپی کے ساتھ اس طرف نظریں جما دیتے ہیں اور اس کی باتوں کی طرف متوجہ ہو کر ہمہ تن اس میں مصروف ہو جاتے ہیں وہ جلدی سے ایک دوسرا کام کر ڈالتا ہے جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتا ہے اور اسے دیکھ کر وہ حیران رہ جاتے ہیں۔

۵...... پانچویں قسم بعض چیزوں کو ترکیب دے کر کوئی عجیب کام اسی سے لینا مثلاً گھوڑے کی شکل بنادی اس پر ایک سوار بنا کر بٹھادیا، اس کے ہاتھ میں ہارن ہوتا ہے جہاں ایک ساعت گذری اور اس ہارن سے ایک آواز نکلی حالانکہ اسے کوئی نہیں چھیڑتا۔

۶...... چھٹی قسم جادو کی بعض دواؤں کے مخفی خواص معلوم کر کے انہیں کام میں لانا اور یہ ظاہر ہے کہ دواؤں میں عجیب وغریب خاصیتیں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ مقناطیس ہی کو دیکھیں کہ لوہا کس طرح اس کی طرف کھینچ جاتا ہے اکثر صوفی فقیر اور درویش اپنی حیلہ سازیوں کو کرامت بنا کر لوگوں کو دکھاتے ہیں اور انہیں اپنا گرویدہ بناتے ہیں۔

۷...... ساتویں قسم دل پر ایک خاص قسم کا اثر ڈال کر اس سے جو چاہے منوالینا ہے مثلاً اس سے کہہ دیا کہ مجھے اِسم اعظم یاد ہے یا جنات میرے قبضہ میں ہیں اب اگر سامنے والا کمزور دل اور کچے کانوں کا اور بودے عقیدے والا ہے تو وہ سچ سمجھ جائے گا اور اس کی طرف ایک خاص قسم کا خوف اس کے دل میں بیٹھ جائے گا جو حواس کو کمزور بنادے گا اب اس وقت وہ جو چاہے گا کرے گا۔ اور یہ اکثر کم عقل لوگوں پر ہو جایا کرتا ہے۔

۸...... آٹھویں قسم چغلی کرنا، جھوٹ سچ ملا کر کسی کے دل میں اپنا گھر کر لینا اور خفیہ چالوں سے اسے اپنا گرویدہ کر لینا۔ (تفسیر ابن کثیر: ج ۱/ص ۱۹۳-۱۹۵)

جادو کا انکار خلاف واقعہ ہے

چونکہ یہ سفلی اعمال جن اور شیاطین انجام دیتے ہیں۔ اور ان کا وجود محقق ہے۔ اس لئے جادو یا جادوئی واقعات کا انکار کسی ذی شعور سے ممکن نہیں۔ امم سابقہ اور عہد نبوی میں متعدد ایسے خارق العادات واقعات رونما ہوئے ہیں بعد کے ادوار میں بھی ہوتے رہے اور آج بھی ہو رہے ہیں اور یہ واقعات اس قدر تواتر کے ساتھ پیش آئے

کسی کو ان کا انکار تو کجا، ان کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔

جادو کا ایک عجیب وغریب واقعہ

امام حاکمؒ نے "المستدرک علی الصحیحین" میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں۔ "رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد دومۃ الجندل کے باشندوں میں سے ایک عورت میرے پاس آئی وہ رسول اللہ ﷺ سے مل کر جادو سے متعلق کسی چیز کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی تھی جس سے وہ لاعلم تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پایا۔ تو میں نے اسے اس قدر روتے ہوئے دیکھا کہ اس کے رونے کی شدت سے مجھے اس پر ترس آ گیا وہ کہہ رہی تھی مجھے ڈر ہے کہ میں ہلاکت میں جا پڑی ہوں۔ میں نے اس سے پورا واقعہ دریافت کیا تو اس نے مجھے بتایا میرا شوہر مجھ سے دور چلا گیا تھا۔ پھر ایک بوڑھی عورت میرے پاس آئی تو میں نے اس سے اپنے حال کا شکوہ کیا اس نے کہا کہ اگر تو وہ سب کرے جس کا میں تجھے حکم دوں تو تیرا خاوند تیرے پاس لوٹ آئے گا میں نے کہا میں کروں گی۔ جب رات ہوئی تو وہ میرے پاس دو سیاہ کتوں کو لے کر آئی ان کتوں میں سے ایک پر وہ خود سوار ہوگئی اور دوسرے پر میں سوار ہوئی، ان کی رفتار زیادہ نہ تھی (ہم چلتے رہے) حتی کہ شہر بابل پہنچ کر رکے۔ وہاں دو آدمی اپنے پیروں سے ہوا میں لٹکے ہوئے تھے، انہوں نے پوچھا کہ تجھے کیا ضرورت ہے؟ اور کیا ارادہ لیکر آئی ہے؟ میں نے جواب میں کہا کہ میں جادو سیکھنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا بے شک ہم آزمائش ہیں۔ لہٰذا تو کفر نہ کر اور واپس لوٹ جا میں نے انکار کیا اور کہا کہ میں نہیں لوٹوں گی۔ انہوں نے کہا تو

اس تندور میں جا کر پیشاب کر۔ میں وہاں تک گئی تو کانپ اٹھی۔ (میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے) میں خوف زدہ ہو گئی اور پیشاب نہ کر سکی اور یوں ہی ان دونوں کے پاس لوٹ آئی۔ انہوں نے پوچھا کیا تو نے پیشاب کیا ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں، انہیں نے پوچھا کیا تو نے کوئی چیز دیکھی؟ میں نے جواب دیا میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا تو نے پیشاب نہیں کیا۔ اپنے وطن لوٹ جا اور کفر نہ کر میں نے انکار کیا۔ چنانچہ انہوں نے پھر کہا کہ اس تندور میں جا اور اس میں پیشاب کر میں وہاں تک گئی پھر مجھ پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی اور میں ڈر گئی۔ پھر ان کے پاس لوٹ گئی۔ انہوں نے پھر مجھ سے پوچھا تو نے کیا دیکھا؟ یہاں تک کہ اس نے بتایا کہ میں تیسری مرتبہ گئی اور تندور میں پیشاب کر دیا۔ بس میں نے دیکھا کہ میرے اندر سے لوہے کے گلو بند والا ایک گھوڑ سوار نکلا اور آسمان کی طرف چلا گیا۔ تب میں ان کے پاس آئی اور انہیں اس بات کی خبر دی، انہوں نے کہا تو نے سچ کہا ہے کہ یہ تیرا ایمان تھا جو تیرے اندر سے نکل چکا ہے۔ اب تو لوٹ جا۔ پس میں نے (حضرت عائشہ) اس عورت سے کہا: اللہ کی قسم میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی اور کیا انہوں نے اس کے علاوہ بھی تجھے کچھ بتایا ہے؟ اس نے جواب ہاں ضرور بتایا ہے۔ آپ جو چاہیں گی وہ ہو جائے گا۔ یہ گیہوں کے دانے لیجئے اور ان کو زمین میں بو دیجئے۔ چنانچہ میں وہ دانے لے لئے اس نے کہا نکل آ: تو پودے نکل آئے پھر اس نے کہا فصل کٹ جا تو فصل کٹ گئی۔ پھر اس نے کہا پس کر آٹا بن جا۔ تو آٹا بن گیا۔ پھر اس نے کہا روٹی پک جا، تو روٹی پک کر تیار ہو گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ میں پھر بھی کچھ نہیں بولتی تو وہ میرے سامنے شرمندگی سے گر پڑی، اور کہنے لگی۔ اے ام المؤمنین میں نے اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا۔

چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں دریافت کیا لیکن انہیں بھی اس بارے میں معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کہیں۔ جس چیز کا علم نہ ہو اس بارے میں فتویٰ دینے سے وہ لوگ ڈرتے تھے۔ انہوں نے صرف اتنا ہی کہا: اگر آپ کے والدین یا ان میں سے کوئی بھی بقید حیات ہوتے تو وہ آپ کے لیے کافی ہوتے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد امام حاکمؒ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

(ماخوذ السحر، وحکمه وخطره والوقاية منه)

جادوگر قابل توبہ ہے یا لائق قتل؟

امام ابن قدامہ المقدسیؒ فرماتے ہیں۔

''اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے کہ اس کو توبہ کی ترغیب نہیں دلائی جائے گی۔ صحابہ کرام ؓ سے ظاہراً یہی منقول ہے، کیوں کہ کسی صحابی سے یہ منقول نہیں ہے کہ کسی بھی جادوگر کو توبہ کی ترغیب دلائی گی ہو۔ اور ابن ہشام کی روایت کردہ حدیث کہ جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک جادوگرنی نے صحابی کرام ؓ سے جب کہ وہ بکثرت موجود تھے۔ اپنی توبہ کے بارے میں پوچھا تو کسی نے بھی اس کی توبہ کا فتویٰ نہیں دیا مزید اس لئے بھی کہ جادو ساحر کے دل میں پیوست ہو جاتا ہے جو صرف توبہ سے زائل نہیں ہوتا لہٰذا وہ غیر تائب کے مشابہ ہی ہوا۔

دوسری روایت کے مطابق اسے توبہ کی ترغیب دلائی جائے گی۔ اور اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ کیونکہ جادو شرک سے بڑا گناہ نہیں ہے۔ جبکہ مشرک کو توبہ کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ جادو کا علم رکھنا توبہ کی قبولیت کے لئے مانع نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جادوگروں کی توبہ قبول فرما کر ایک ہی لمحہ اپنے

اولیاء (دوستوں) میں سے بنالیا تھا۔ اور اس لئے بھی کہ جادوگر اگر کافر ہو تو پھر اسلام لے آئے تو اس کا اسلام اور اس کی توبہ صحیح ہوگی۔ پس جب ان دونوں کی توبہ درست ہے تو ان میں سے ہر ایک کی توبہ علیحدہ علیحدہ بھی درست ہوئی۔ اور اس لئے بھی کفر اور قتل کا حکم اس کے جادوئی عمل کی وجہ سے ہے نہ کہ صرف جادو جاننے کی وجہ سے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جادوگر جب اسلام لے آئے اور مسلمان ہوکر زندگی گذارنے لگے تو اس کی توبہ کا امکان ہے۔ اسی طرح ان چیزوں کا عقیدہ رکھنا جن کی وجہ سے انسان کافر ہوجاتا ہے۔ مثلاً شرک باللہ، تو ان سے بھی توبہ کی گنجائش ہے یہ دونوں روایتیں دنیا میں جادوگر کی توبہ قبول کیے جانے اور اس پر سے قتل کی سزائے ساقط ہونے کی دلیل ہے۔

علامہ ابوعثمان الصابون کا قول ہے۔

"اگر جادوگر اپنے سحر کا ایسا وصف بیان کرے جو موجب کفر ہو تو اس سے توبہ کرائی جائے۔ اور اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اس کی گردن ماردی جائے۔ لیکن اگر وہ ایسا وصف بیان کرے جو مسلتزم کفر نہ ہو، یا ایسا ہو کہ سمجھ نہ آئے تو بھی اسے اس بات سے باز رہنے کی تاکیدی کی جائے، اگر وہ پھر بھی ایسا کرے تو اُسے تعزیز لگائی جائے۔ اگر ساحر یہ کہے کہ جادو حرام نہیں اور میں اس کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھتا ہوں تو اس کا قتل واجب ہے کیونکہ اس نے ایک ایسی چیز کو مباح بنایا ہے جس کی حرمت میں تمام مسلمانوں کا اجماع ہے"۔ (ماخوذ السحر: وحکمہ وخطرہ والوقایۃ منہ)

جادو اور معجزے میں فرق

علماء کرام نے جادو اور معجزے میں مندرجہ ذیل فرق بیان کیے ہیں۔

☆ جادو سے جتنے بھی آثار ظاہر ہوتے وہ اسباب طبیعیہ کے ماتحت ہوتے

ہیں۔ مگر چونکہ اسباب مخفی ہوتے ہیں اس لئے لوگ اُن کے اثار کو خرق عادت تصور کرتے ہیں جب کہ معجزہ میں اسباب طبعیہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ معجزہ براہ راست اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔

☆ جادو کا اثر صرف ایسے لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام کرتے ہیں۔ گندے اور ناپاک رہتے ہیں جبکہ معجزہ جن جلیل القدر ہستیوں سے ظاہر ہوتا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے انتہائی برگزیدہ، فرمانبردار، عبادت گذار اور تقویٰ وطہارت کے پیکر بندے (انبیاء علیہم السلام) ہوتے تھے نبوت کے سلسلے کے ساتھ ہی معجزات کے ظہور کا سلسلہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ البتہ اولیاء اللہ سے کرامات ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

عوام سہولت اور آسانی سے کرامت اور جادو میں فرق کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندوں سے کرامت کا ظہور کبھی نہیں ہوسکتا وہ محض ان کے شعبدے ہوا کرتے ہیں۔

☆ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور معجزے کے طور پر جادوئی کمالات پیش کرنا چاہے تو اس کا جادو نہیں چل سکتا۔ البتہ دعویٰ نبوت کے بغیر چل جاتا ہے۔

☆ جادوئی کمالات جادوگر کے اختیار میں ہوتے ہیں کہ جب چاہے ان کو ظاہر کردے لیکن معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اس کا ظہور صرف اسی وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ (معارف القرآن: ج ۱/۔۲، ص ۲۷۸)

ساحر اور پیغمبر میں امتیاز

گذشتہ صفحات میں انبیاءؑ کے جو خصائص وامتیازات اور علامات وآثار بتائے گئے ہیں ان سے خود سحر و معجزہ کا فرق اور ساحر اور پیغمبر کا امتیاز ظاہر ہوتا ہے۔ سحر و شعبدہ میں صرف دل لگی کے آنی وقتی تماشے ہوتے ہیں لیکن معجزات وآیات قوموں اور

جماعتوں کے صلاح وفساد، تعمیر وتخریب، ترقی اور تنزل کے اسباب وسامان ہوتے ہیں۔ساحر کا مقصد کسی غیر معمولی واقعہ کا صرف حیرت انگیز طریقہ سے اظہار ہوتا ہے تا کہ وہ دیکھنے والوں کو تھوڑی دیر کے لئے متحیر کردے لیکن پیغمبر کا مقصد اپنے ان حیرت انگیز اعمال سے دنیا کی اصلاح،قوموں کی دعوت، جماعتوں کی تہذیب اور دین الٰہی کی تقویت کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا۔پیغمبر بشیر، نذیر، مزکی، ہادی، سراج منیر اور شاہد عالم ہوتا ہے۔ساحران تمام اوصاف سے خالی ہوتا ہے اور حیرت انگیز تماشا گری کے سوا اور کوئی ممتاز بات اس کے اندر نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں سحر کے متعلق جس قدر بیانات ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ سحر کی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا اور تخیل اور نظر بندی سے زیادہ اس کو وقعت نہیں دیتا۔ ہاروت وماروت کے قصہ میں سحر کے زور وقوت کا منتہا یہ بیان کیا ہے۔

مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ .

”سحر کا وہ فن سیکھتے ہیں جس سے خاوند اور اس کی بیوی میں تفریق کر دیتے ہیں اور یہ کسی کو حکم الٰہی کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتے اور یہ وہ چیز سیکھتے ہیں جو ان کو نقصان پہنچاتی ہے اور نفع نہیں پہنچاتی۔“

غرض سحر وجادو کوئی مؤثر حقیقی شے نہیں سورۂ طٰہٰ میں نہایت تصریح کے ساتھ یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ خیال سے زیادہ اس کی حقیقت نہیں۔

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى.

”پھر ناگاہ مصر کے جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے اثر سے موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں معلوم ہونے لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔“

حکم ہوا کہ موسیٰ تم بھی اپنا عصائے اعجاز ڈال دو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حق نے باطل پر فتح پائی۔

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ط اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ط وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰى.

''ہم نے کہا موسیٰ! ڈرو نہیں تم ہی سربلند رہو گے۔ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو ہے تم اس کو ڈال دو۔ وہ ان کی صنعت کاری کو نگل جائے گا۔ بے شک جادوگروں نے جو صنعت کی تھی وہ جادوگر کا فریب تھا اور جادوگر جدھر سے بھی آئے وہ فلاح نہیں پا سکتا۔''

ساحر اور نبی میں اللہ تعالیٰ نے جو فرق و امتیاز بتایا وہ یہی ہے کہ نبی فلاح پاتا ہے اور جادوگر فلاح نہیں پاتا۔ نبی کے تمام اعمال مساعی، جدوجہد اور معجزات کا مرکز و محور فلاح اور خیر ہوتا ہے اور جادوگر کا مقصد صرف فریب، دھوکا اور شر ہوتا ہے۔ دوسری جگہ ایک اور آیت میں اسی مفہوم کو دہرایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کے جادوگروں سے کہتے ہیں۔

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ.

''جو تم لائے ہو وہ جادو ہے اللہ اس کو باطل کر دے گا بے شک اللہ شریروں کے کام کو نہیں سنوارتا۔''

یعنی وہ سحر و جادو ایک آنی اور لمحہ بھر کا تماشا ہوتا ہے اور اعجاز کا اثر دائمی ہوتا ہے اور اس کے نتائج دنیا میں نہایت عظیم الشان ہوتے ہیں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعجاز کو دیکھ کر کہا کہ یہ سب جادو کے کرشمے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔

اَسِحْرٌ هٰذَا وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ.

''کیا یہ جادو ہے اور جادو کرنے والے تو فلاح نہیں پاتے۔''

غرض ''فلاح'' اور ''عدم فلاح'' سحر اور اعجاز کے درمیان سب سے بڑا فرق ہے۔

کفار آنحضرت ﷺ کی نسبت کہتے تھے کہ یہ شیطان کی قوت سے یہ کلام پیش کرتے ہیں اور ان کے کلام کا سرچشمہ شیطان کی تعلیم ہے خدا نے اس کے جواب میں کہا کہ اس حقیقت کا امتیاز کہ اس کا منبع اور سرچشمہ خیر ہے یا شر، اور یہ شیطان کی قوت کا نتیجہ ہے یا ملکوتی طاقت اس کا مظہر ہے، نہایت آسان ہے اور خود مدعی کی زندگی اور اس کے اخلاق واعمال اس کے شاہد عدل ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے مطابق درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے ان دونوں قوتوں کے درمیان تفریق کچھ زیادہ نہیں، خدا نے کہا، ہم بتائیں شیطان کس پر اترتے ہیں؟

عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ ٥ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَکْثَرُهُمْ کٰذِبُوْنَ ٥

''شیطان اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر، لا ڈالتے ہیں وہ سنی بات اور بہت ان میں جھوٹے ہیں۔''

یعنی نبی اور متنبی کا فرق خود اس کی اخلاقی زندگی ہے۔ علاوہ ازیں افترا پرداز اور شریر کے کام کو مستقل اور دائمی زندگی عطا نہیں ہوتی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ٥ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ٥

''جو لوگ کہ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے، چند روزہ کامیابی ہے اور پھر ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' (سیرت النبی ﷺ)

کیا انبیاء علیہم السلام پر بھی جادو کا اثر ہو سکتا ہے؟

انبیاء علیہم السلام پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سحر درحقیقت اسباب طبیعیہ ہی کا اثر ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اسباب طبیعیہ کے اثرات سے متاثر

ہوتے ہیں۔ یہ تاثر شان نبوت کے خلاف نہیں۔ جیسے ان کا بھوک پیاس سے متاثر ہونا، بیماری میں مبتلا ہونا اور شفا پانا ظاہری اسباب سے سب جانتے ہیں، اسی طرح جادو کے باطنی اسباب سے بھی انبیاء علیہم السلام متاثر ہو سکتے ہیں اور تاثر شانِ نبوت کے منافی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ پر یہودیوں کا سحر کرنا اور اس کی وجہ سے آپ ﷺ پر بعض آثار کا ظاہر ہونا اور بذریعہ وحی اس جادو کا پتہ لگنا اور اس کا ازالہ کرنا احادیثِ صحیحہ میں ثابت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سحر سے متاثر ہونا خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى. (طٰهٰ:٦٦)

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى. (طٰهٰ:٦٧)

''حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خوف کا طاری ہونا اس جادو ہی کا اثر تو تھا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے جادو سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور جادوگروں کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

یتیم کا مال کھانے والے کا خوفناک انجام

عن علی ﷺ قال اکل مال الیتیم من الکبائر۔

(الکنی والاسماء:۱۳۸۸)

''حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ یتیم کا مال کھانا بڑے گناہوں میں سے ہے یعنی گناہ کبیرہ ہے۔''

کوئی بھی معاشرہ جس کے اندر ذرا سی بھی انسانیت زندہ ہو، وہ کمزور، لاچار اور محتاج افراد کے لئے بے پناہ ہمدردی اور تعاون کا ذمہ دار ہوتا ہے اور پھر اسلامی معاشرہ جس کی بنیاد ہی خیر خواہی، شفقت اور ایثار پر رکھی گئی ہے، فی الواقع ہر کمزور کے لئے ''دارالامان'' ہے اور پھر یتیم جیسا ''بے بس اور ناتواں'' فرد انسانیت میں سب سے زیادہ اہتمام، عنایت، شفقت اور ہمدردی کا مستحق ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فی الجنۃ ھکذا واشار بالسبابۃ والوسطیٰ وفرّج بینھما''

''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے''

آپ ﷺ نے شہادت والی انگلی اور ساتھ والی درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی فرمائی (یعنی دونوں انگلیاں ملی ہوئی نہیں تھیں) جس طرح یتیم کی پرورش اس کی نگہداشت اور اس کے ساتھ حسن معاملہ عظیم نیکی ہے، اسی طرح اس کے ساتھ ظلم، زیادتی اور اس کے مال پر ہاتھ صاف کرنا انتہائی گھٹیا حرکت اور آخرت کی شدید باز پرس کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا ط وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا.(سورة النساء: ١٠)

''جولوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کا مال کھاتے ہیں، درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے''۔

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ پر بڑے بڑے گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"ھن تسع......الاشراک باللہ و ....و اکل مال الیتم......

چونکہ یتیم کا معاملہ بڑا نازک اوراس کے مال کا غلط استعمال انتہائی خطرناک ہے، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف اس شرط کے ساتھ مال یتیم کے قریب ہونے کی اجازت بخشی ہے کہ انسان اُسے عمدہ طریقے سے استعمال کرے یعنی کاروبار میں لگا کر اسے بڑھائے اور فی الواقع یتیموں کو فائدہ پہنچائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَاتَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ ۔

''مال یتیم کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ جوان ہوجائے''۔

اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو بطور خاص نصیحت فرمائی ہے جو انتظامی معاملات کی صلاحیت اور تجربہ نہیں رکھتے کہ وہ مال یتیم کے قریب نہ جائیں اور نہ ہی اس کی سرپرستی قبول کریں۔

یتیم کا مال کھانے پر سخت وعید

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا معراج کے وقت اچانک میں نے ایسے مردوں کو دیکھا کہ ان پر دوسرے مرد مسلط تھے

جو ان کی داڑھوں کو کھول رہے تھے اور دوسرے کچھ لوگ تھے جو جہنم سے پتھر گرم کیئے ہوئے لاتے اور لا کر ان کے منہ میں ڈالتے تھے اور وہ گرم گرم پتھر فضلہ بن کر ان کے پاخانے کے راستہ سے خارج جاتے تھے۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں گویا کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے انگارے ڈال رہے ہیں۔ (مسلم شریف)

یتیم کی سفارش پر مغفرت ہوگئی

بعض سلف صالحین سے جو حکایت منقول ہے کہ میں اپنے ابتدائی دور میں گناہ اور معاصی مبتلا تھا اور شراب کا رسیا تھا۔ پھر مجھے ایک یتیم بچہ ملا جو فقیر تھا میں نے اس کو ساتھ لیا اور اس کے ساتھ احسان کیا، پھر میں نے ایک رات خواب دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے اور مجھے حساب کے لئے بلایا گیا اور میرے متعلق حکم ہوا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ بوجہ ان بُرے معاصی کے جن کا میں ارتکاب کرتا تھا، پس ملائکہ نے کھینچا تا کہ وہ مجھے لے جا کر جہنم کے حوالہ کر دیں۔ اور میں ان کے سامنے حقیر وذلیل تھا اور وہ مجھے کھینچ رہے تھے۔ اچانک میں نے اس یتیم لڑکے کو دیکھا کہ وہ میرے راستے میں آڑے آگیا اور ان فرشتوں سے کہا کہ چھوڑ دو اس کو اے میرے پروردگار کے فرشتو! تا کہ میں اس کے لئے اپنے پروردگار کے سامنے سفارش کروں کیوں کہ اس نے میرے ساتھ احسان کیا ہے اور میرا اکرام کیا ہے تو ملائکہ نے فرمایا ہمیں تو اس کا حکم ہے کہ ہم اسے جہنم لے جائیں، اچانک ایک نداء آئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں چھوڑ دو، اس کو میں نے اس کو بخش دیا جو کچھ معاصی اس نے کیئے تھے بوجہ اس یتیم کی سفارش کے جو اس نے اس کے ساتھ احسان کیا ہے۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے فوراً توبہ کی اللہ کے سامنے اور میں نے اپنی تمام شفقت یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر صرف کر دی اسی وجہ سے حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جا رہا ہو۔ اور گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ ناروا سلوک کیا جا رہا ہو۔

یتیم بچیوں کی کفالت پر آتش پرست دولتِ ایمان سے مالا مال

بعض علویین حضرات سے یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کے ساتھ احسان کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بلاد عجم میں سے شہر بلخ میں مقیم تھا اور ان کی زوجہ محترمہ بھی علویہ تھی اور اس کی چند بیٹیاں تھیں۔ اور یہ حضرات وسعت وعیش میں تھے اور نعمتوں سے مالا مال تھے۔ اچانک اس آدمی کی موت واقع ہو گئی اور اس عورت اور اس کی بیٹیوں کو اس کی موت کے بعد فقر وفاقہ، تنگدستی نے آلیا تو وہ عورت اپنی بیٹیوں کو لیکر دوسری بستی کی طرف نکل گئی، دشمنوں کی خوشی کے خوف سے۔ اتفاق سے وہ زمانہ نہایت سردی کا تھا جب وہ دوسرے شہر میں پہنچے تو اس عورت نے اپنی بچیوں کو ایک غیر آباد مسجد میں ٹھہرایا اور خود ان کے لئے کوئی خرچ اخراجات مہیا کرنے کے لئے چلی گئی۔ تو اس کا گذر دو اجتماعات سے ہوا، ایک تو اس شہر کے بڑے عالم اور شیخ کی مجلس تھی، اور دوسری مجلس اس شہر کے رئیس کی تھی جو مذہباً مجوسی آتش پرست تھا اور شہر کا سیٹھ تھا تو اس عورت نے ابتداء کی اس شیخ سے جو مسلمان تھا اور اپنے حالات سے اس کو آگاہ کیا اور بتایا کہ میں ایک علوی خاندان کی عورت ہوں اور میرے ساتھ یتیم بچیاں ہیں جن کو میں نے ایک غیر آباد مسجد میں ٹھہرایا ہے۔ اور میں آج رات کے لئے ان کے کھانے پینے کی طلب گار ہوں تو اس نے کہا کہ تم اپنے علویہ ہونے پر گواہ قائم

کرو کہ آپ واقعی شریف خاندان علویہ ہو تو اس عورت نے کہا کہ میں تو ایک مسافر عورت ہوں۔ اس شہر میں تو کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھے جانتا ہو تو اس عالم اور شیخ نے اس سے منہ پھیر لیا اور اس کی کوئی مدد نہیں کی۔ وہ عورت اس کے پاس سے شکستہ دل ہو کر چلی گئی۔ اور دوسری مجلس میں اس مجوسی کے پاس پہنچی اور اس کو اپنے حالات بتائے۔ اور اس کو بتایا کہ اس کے ساتھ یتیم بچیاں ہیں اور وہ ایک شریف خاندان کی عورت ہے پردیسی ہے اور جو مسلمان شیخ کے ساتھ اس سے قبل واقعہ پیش آیا تھا اس کا ذکر بھی کیا۔ تو وہ مجوسی آدمی فوراً اٹھا اور اپنی بعض خاندانی عورتوں کے پاس آیا اور ان کو بھیجا کہ اس عورت کو اور اس کی بیٹیوں کو اس کے گھر لے آؤ۔ اور ان کو اچھا و بہترین کھانا کھلاؤ۔ اور ان کو عمدہ لباس پہناؤ اور تم ان کے ساتھ عزت واحترام واکرام کے ساتھ پیش آؤ۔ راوی کہتا ہے جب آدھی رات ہوئی تو اس مسلمان شیخ نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور جھنڈا جناب رسول اللہ ﷺ کے سر بندھا ہوا ہے اور ایک محل سبز زمرد کا بنا ہوا اور اس کی سیڑھیاں یاقوت اور موتیوں کی بنی ہوئی اور موتیوں کے خیمے لگے ہوئے ہیں۔ تو اس مسلمان شیخ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک مسلمان موحِد آدمی کا، تو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں بھی تو ایک موحِد مسلمان ہوں تو آپ نے فرمایا کہ گواہ قائم کرو کہ آپ موحِد مسلمان ہیں (روای فرماتے ہیں) کہ وہ مسلمان حیران رہ گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تیرے پاس ایک مسلمان شریف عورت علویہ آئی تھی تو تو نے اس کو کہا کہ گواہ قائم کرو کہ تم علویہ ہو تو اسی طرح تم بھی گواہ قائم کرو کہ تم ایک موحِد مسلمان ہو تو وہ مسلمان شیخ خواب سے بیدار ہوا، نہایت مغموم تھا اس عورت کو ناکام اور نامراد واپس کرنے پر۔ اس کے بعد اس نے عورت کو جگہ جگہ تلاش کرنا شروع کیا، وہ عورت کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا یہاں تک کہ اس کو بتایا گیا کہ وہ عورت تو مجوسی کے

پاس ہے۔ پھر اس نے اس مجوسی کے پاس آدمی بھیجا، اور اس کو بتایا کہ وہ شریف خاندان کی علویہ عورت اور اس کی بیٹیاں ان کے ساتھ جانے دیں آپ کی مہربانی ہوگی۔ اس مجوسی نے جواب دیا کہ اس بات کی اب کوئی گنجائش نہیں۔ کیوں کہ میں اس شریف عورت اور اس کی بچیوں کی خیر و برکت سے محظوظ ہو چکا ہوں۔ جس کا بیان مشکل ہے۔ اس مسلمان شیخ نے کہا کہ مجھ سے ایک ہزار دینار (دس ہزار درھم) لے لو اور ان کو میرے حوالے کردو۔ تو اس مجوسی نے کہا نہیں ایسا بھی نہیں کرسکتا۔ تو اس مسلمان نے کہا کہ ان کو میں نے ضرور بضرور ہر صورت حاصل کرنا ہے۔ تب اس مجوسی آدمی نے کہا کہ البتہ اگر آپ کو وہ چیز چاہئے تو میں اس کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں۔ اور وہ محل جو تو نے خواب میں دیکھا وہ میرے لئے پیدا ہوا ہے کیا تو مجھے اسلام کی رہنمائی کرے گا؟ اللہ کی قسم آج رات کو میں سویا اور نہ ہی میرے اہل خانہ یہاں تک کہ ہم مسلمان ہو چکے تھے۔ اسی علویہ عورت کے دست مبارک پر۔ اور میں نے بھی ایسا خواب دیکھا ہے جیسا خواب آپ کو نظر آیا اور مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ علویہ عورت آپ کے پاس ٹھہری ہوئی ہے اور اس کی بیٹیاں؟ تو میں نے جواب دیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا کہ یہ محل تیرا اور تیرے اہل خانہ کا ہے آپ اور آپ کے تمام اہلِ خانہ جنتی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اول سے عالمِ ازل میں آپ کو مسلمان فرمایا ہے (راوی فرماتے ہیں) وہ مسلمان واپس ہوا اور غم واندوہ سے اس کا برا حال ہو رہا تھا اور اس کی شدت غم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے بغیر کوئی اندازہ نہیں کرسکتا تھا۔

اللہ پاک ہر قسم کے گناہوں سے بالخصوص یتیم و بے آسرا بچوں کا مال کھانے سے ہماری حفاظت کرے۔ آمین

☆......☆......☆

سود خوری کرنے والے کا خوفناک انجام

عن جندب ﷺ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعن آکل الربا وموکلہ. (المعجم الکبیر: ۱۷۰۱)

''حضرت جندب ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سود کھانے اور کھلانے والوں پر لعنت فرمائی۔''

سودی لین دین پر قرآن کریم میں سخت وعیدیں

اسلام نے جن چیزوں کو بڑی سختی سے حرام اور ممنوع قرار دیا ہے ان میں ایک سود بھی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کو اتنے شدید ترین الفاظ میں متنبہ کیا ہے کہ اہل شرک کے علاوہ کسی دوسرے گناہ کے مرتکب کے لئے ایسے الفاظ قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوئے۔

قرآنی اسلوب کی شدت ملاحظہ فرمائیں۔

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ٥ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ"

''اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے''۔

سود خور جس طرح ایک ایک پائی کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق

بھول رہا ہوتا ہے ہفتوں اور مہینوں کے حساب سے مال بڑھانے میں منہمک ہوتا ہے۔ اسے قریبی سے قریبی تعلق کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اس مال پرستی کے باؤلے پن کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح کھینچا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا م وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ط وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِی الصَّدَقٰتِ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ٥ (سورہ بقرہ آیت: ۲۷۵۔ ۲۷۶)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہ ہوسکیں گے سوا اس کے کہ جیسے وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے جنون سے خبطی بنادیا ہو یہ (سزا) اس لئے ہوگی کہ وہ کہتے ہیں کہ بیع تو سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے، پھر جس کسی کو نصیحت اس کے پروردگار کی جانب سے پہنچ گئی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ اس کا ہو چکا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے رہا اور جو کوئی پھر عود کرے تو یہی لوگ دوزخ والے ہیں اس میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے، اللہ کسی گناہ کو پسند نہیں کرتا۔

زمانۂ جاہلیت اور ہدایت قرآنی کے آنے سے پہلے جو لوگ ایسی حرکت کر چکے تھے ان کے بارے میں تو نرمی کی کوئی گنجائش موجود تھی، لیکن مسلمان کہلانے کے باجود اللہ تعالیٰ کے واضح احکام آنے کے بعد بھی کوئی سود خوری پر مصر رہے اسے اپنا انجام اس آیت مبارکہ کی روشنی میں دیکھ لینا چاہیے۔

سود خور کے متعلق حدیث میں شدید وعید

حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اُن کے

خواب دریافت کیا کرتے تھے، اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے خود اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''آج رات میرے پاس دو فرشتے آئے اور انہوں نے مجھے اٹھایا اور کہا! ہمارے ساتھ چلیئے۔ چنانچہ ہم چل پڑے۔ پھر آپ نے چند مناظر کا ذکر کر کے فرمایا:

''فَاَتَیْنَا عَلٰی اَحْمَرَ مِثْلِ الدَّمِ وَاِذَا فِی النَّھْرِ رَجُلٌ سَابِحٌ یَسْبَحُ وَاِذَا عَلٰی شَطِّ النَّھْرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَہٗ حِجَارَۃً کَثِیْرَۃً وَاِذَا ذٰلِکَ السَّابِحُ یَسْبَحُ مَا سَبَحَ ثُمَّ یَاْتِی ذٰلِکَ الَّذِیْ قَدْ جَمَعَ عِنْدَہُ الْحِجَارَۃَ فَیَفْغَرُ فَاہُ فَیُلْقِمُہٗ حَجَرًا فَیَنْطَلِقُ فَیَسْبَحُ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلَیْہِ کُلَّمَا رَجَعَ اِلَیْہِ یَفْغَرُ فَاہُ فَاَلْقَمَہٗ حَجَرًا.............. قُلْتُ لَھُمَا: فَاِنِّی رَاَیْتُ مُنْذُ اللَّیْلَۃِ عَجَبًا فَمَا ھٰذَا الَّذِیْ رَاَیْتُ ؟ قَالَ: قَالَا لِی......وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِیْ اَتَیْتَ عَلَیْہِ یَسْبَحُ فِی النَّھْرِ وَیُلْقَمُ الْحِجَارَۃَ. فَاِنَّہٗ آکِلُ الرِّبَا...

''بالآخر ہم ایک دریا پر پہنچے جس کا پانی خون جیسا سرخ تھا، دریا میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور کنارے پر ایک آدمی موجود تھا۔ جس نے اپنے پاس بہت سارے پتھر اکھٹے کر رکھے تھے۔ تیرنے والا آدمی تیرتا رہتا، تیرتا رہتا، پھر پتھر والے کے پاس آتا اور اپنا منہ کھول دیتا۔ وہ شخص کھینچ کر ایسا پتھر مارتا کہ اس کے منہ میں داخل ہو کر اس کا لقمہ بن جاتا، وہ بھاگ کر دور چلا جاتا اور تیرتا رہتا، لیکن گھوم پھر کر اس کے پاس دوبارہ پہنچ جاتا اور اپنا منہ کھول دیتا، پتھر والا اس کے منہ پر اسی طرح پتھر مارتا۔ میں نے دونوں فرشتوں سے کہا: آج رات میں نے کئی عجیب وغریب منظر دیکھے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے مجھے

بتایا.........اور جس آدمی کے پاس آپ آئے تھے اور وہ تیر رہا تھا اور اس کے منہ پر پتھر مارے جا رہے تھے، وہ سود خور تھا"۔

واضح رہے کہ انبیاء علیہ السلام کے خواب بھی وحی الٰہی کا ایک حصہ ہوتے ہیں جو شریعت میں اس طرح دلیل ہیں جس طرح دیگر احکامات الٰہی، خواب ہی کی بنیاد پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے کا فیصلہ کیا اور عملاً ممکنہ اقدام بھی کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مینڈھا بھیج کر اُن دونوں باپ بیٹے کو امتحان میں کامیاب قرار دے دیا، معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب شریعت کا حصہ ہیں۔

حضور ﷺ نے سود کو سات ہلاکت خیز گناہوں میں شمار کیا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی۔

"اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یارسول الله ، وما هن؟ قال الشرک بالله .... واکل الرّبا.

"سات ہلاکت خیز گناہوں سے دور رہو صحابۂ کرام نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ کون کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا ....اور سود کھانا"

سود کا معمولی گناہ اپنی ماں سے زنا کے برابر ہے

زنا کاری انتہائی قبیح اور غلیظ فعل ہے اور پھر کس محرم رشتہ دار کے ساتھ بالخصوص والدہ کے ساتھ زنا کرنا تو ناقابل تصور حد تک بھیانک اور قابل صد لعنت ونفرت حرکت ہے۔ لیکن شریعت اسلامیہ کی نگاہ میں سود خوری اس سے بھی کہیں زیادہ بڑا جرم

ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" الربا ثلاثة وسبعون بابا، ایسرھا ان ینکح الرجل امه".

(جامع الصغیر: ج ۱/ص ۱۶۶، حدیث نمبر: ۴۵۳۳)

""سود تہتر قسم کا ہے اور معمولی قسم کے سود کا گناہ ایسا ہے جیسا کوئی آدمی اپنی والدہ سے زنا کرے"۔

سود کھانے، کھلانے والے پر لعنت

سود اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر قابل ملامت ولعنت ہے کہ اس کے کاروبار سے متعلق کسی معنی میں شرکت، تعاون یا حرمت اللہ تعالیٰ کو گوارنہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

" لعن الله اکل الربوا و موکله وشاهدیه وکاتبه وقال هم سواءٌ"

""اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے سود کھانے والے، سود کھلانے والے پر، اس کے دونوں گواہوں پر اور سودی معاملہ لکھنے والے پر، اور فرمایا سب برابر ہیں"۔

اس حدیث کی روشنی میں ہر وہ مسلمان اپنا چہرہ بآسانی دیکھ سکتا ہے جو خود سود کھاتا ہو، دوسروں کو کھلاتا ہے، ایسے کاروبار کی دلالی کرتا ہو یا ایسے بینکوں اور اداروں میں نوکری چاکری کرتا ہو جو سودی کاروبار کے ساتھ تعاون کی صورت نکلتی ہو۔

سانپ سے بھرے ہوئے گھروں کی مانند پیٹ

نیز ایک اور روایت میں ہے کہ ""حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے پیٹ بیوت یعنی گھروں کی طرح سے تھے۔ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو

ان کے پیٹوں کے باہر سے نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا: اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سود کھانے والے ہیں۔ (مشکوۃ شریف: ص/٢٤٦)

جب سود اتنی بڑی لعنت ہے تو اس کی کمائی کھانے والا آخر کس طرح قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی شدید سزا سے بچ سکتا ہے؟

جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی آخرت کا خوف اور اللہ تعالیٰ پر ایمان ہوگا وہ ضرور یہ بات سوچیں گے اور بار بار سوچیں گے کہ ہم خود کیا کھا رہے ہیں؟ اپنی اولاد کو کیا کھلا رہے ہیں؟ اپنے زیر کفالت پر کہاں سے خرچ کر رہے ہیں؟ اور زیر کفالت افراد کا سکھ، چین، سہولتیں اور دنیاوی مقام و مرتبہ ہماری اپنی آخرت کے لئے تو کوئی خطرہ تو نہیں بن رہا ہے؟ رہے ایمان سے کورے، آخرت سے بے نیاز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے سے منکر لوگ تو وہ حقیقۃً انسان کے روپ میں حیوان ہیں۔ بلکہ بدترین حیوان، قرآن کریم اور سنت مطہرہ سے ماخوذ ان واضح اور روشن دلائل کے بعد بھی وہ اپنی چال بدلنے والے نہیں ہیں۔

یہ عقل کے اندھے جان بوجھ کر جہنم کی آگ میں چھلانگ لگانا چاہتے ہیں۔ انہیں صرف لاٹھی کی دلیل سمجھ میں آتی ہے اور اسی سے ان کو سمجھایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلمانوں کو اور ہماری آئندہ نسل کو حرام خوری اور بالخصوص سود کی تمام قسموں سے محفوظ رکھے، اور رزق حلال کمانے، کھانے اور زیر کفالت افراد کو حلال کھلانے کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین۔

اب ہم ذیل میں سود سے متعلق کچھ تفصیلات مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں کاروبار و معاملات میں سود سے بچا جا سکے، اور اپنے کاروبار کو شرعی

اصولوں پر غیر سودی بنایا جا سکے۔

سود (ربا) کی تفصیلات

ربا عربی لفظ ہے اردو میں اس کے ہم معنی لفظ سود (Interst) ہے۔ لغت میں ربا زیادتی (اضافے) کے معنی میں آتا ہے۔

اردو لغت میں سود کے معنی دیئے ہوئے روپے پر نفع کے ہیں۔ یہ لفظ فائدے، بھلائی اور بہتری کے لئے بھی بولا جاتا ہے، عرف عام میں یہ لفظ خاص ہو گیا ہے اس اضافے کے لئے جو اصل مال سے زائد ہو اور کسی چیز یا محنت کا بدل (قیمت) نہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص کسی کو سو (100) روپے قرض دیتا ہے اور قرض لینے والے سے طے شدہ مدت کے بعد ایک سو دس (110) روپے واپس لیتا ہے تو یہ زائد 10 روپے پر اضافہ ہی ہیں۔ اس اضافے کو ہی شریعت ''ربا'' کہتی ہے، جیسا کہ خود ایک حدیث مبارکہ میں اس کا ذکر ہے۔ ''كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبا''. (ہر قرض جو کسی منفعت کا ذریعہ بنے وہ ربا ہے)۔

ضابطہ: اس تفصیل سے بآسانی ایک ضابطہ معلوم ہوا کہ کسی بھی مالی معاملے میں مال پر ایسی زیادتی جو نہ کسی چیز کی قیمت بن رہی ہو، نہ کسی محنت کا معاوضہ ثابت ہو رہی ہو، ربا ہے۔ اگرچہ معاملہ کرنے والے دونوں فریق باہمی طور پر اس زیادتی پر رضامند ہی کیوں نہ ہوں۔

اس ضابطے کے تحت قیامت تک پیش آنے والی وہ تمام صورتیں اس میں داخل ہیں (چاہے کسی بھی نام سے ہوں) جس میں مالی معاملے میں مال پر اضافہ، بغیر کسی عوض کے ہو۔ مثلاً شخصی، مہاجنی، صرفی، تجارتی قرض (Personal,

Private,(Hindu)Banker, Profit , Businss Loan)

اس ضابطے سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ہر زیادتی (اضافہ) کو نہ ربا سمجھا گیا ہے اور نہ کہا گیا ہے بلکہ صرف وہ اضافہ ربا ہے جو عوض سے خالی ہو۔ اور یہ بغیر عوض کا اضافہ فوری طور پر حاصل ہو یا کچھ عرصے کے بعد ملنے والا ہو، ربا یعنی سود ہی کہلائے گا۔

نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے سے اس وقت کے معاشرے میں سود کا عام رواج تھا۔ اور اس وقت شخصی سود بھی رائج تھا اور تجارتی سود کی شکلیں بھی قائم تھیں۔ معتبر تاریخی شہادتوں کی موجودگی میں اس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد بھی ان دونوں قسموں کا رواج بدستور موجود (Still in Practice) رہا، یہاں تک کہ سود کے حرام ہونے کی آیات نازل ہوئیں۔ جن کی روشنی میں قیامت تک کے لئے سود کو اس کی تمام اقسام سمیت معاملات ابدی طور پر (Everlastingly) حرام قرار دے دیا گیا۔

قرآن مجید نے سود کی حرمت کو ایک اصول بنا کر پیش فرمایا اور واضح طور پر اسے تجارت سے ایک علیحدہ چیز قرار دے کر تجارت کو حلال اور سود کو حرام کہا ہے۔ صدقات کے مقابلے میں سود کو لا کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتے ہیں اور سود کو مٹاتے ہیں۔ ایمان والوں کو خاص طور پر خطاب فرمایا گیا کہ سود کی جو بھی بقیہ رقم آپس میں لینی اور دینی ہے وہ تمام چھوڑ دو البتہ اپنی اصل رقم واپس لینے میں کوئی حرج نہیں، سود کی حرمت نازل ہونے سے پہلے سود کے نام پر جو کچھ لے چکے ہو وہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ سود کو حرام قرار دینے کے بعد اگر سود لینے دینے سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ سن لو!

یہ تمام ربانی اعلانات قابل غور ہیں، یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ سود لینے دینے والا اعلان جنگ کررہا ہے بلکہ اس اعلان جنگ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا جارہا ہے جس کا نتیجہ سود سے باز نہ آنے کی صورت میں دنیا اور آخرت میں لازمی ہلاکت اور بربادی ہی ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے) قرآن مجید میں سود کے حرام ہونے کی صاف اور واضح آیات موجود ہونے کے ساتھ ساتھ سود کے حرام ہونے پر احادیث کا بڑا ذخیرہ بھی موجود ہے۔

سود کے نقصانات

قرآن وحدیث کے واضح ارشادات کی روشنی میں عقلی طور پر بھی سود کا جائزہ لیا جائے تو ایک انسانی عقل برملا اس اعتراف پر مجبور ہو جاتی ہے کہ اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور اقتصادی طور پر سود کے معاملات نقصانات سے بھرے ہوئے ہیں جن کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے۔

اخلاقی نقصانات

سود کی وجہ سے انسان میں خود غرضی، لالچ، بے رحمی اور سنگدلی جیسی بری عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں جس سے معاشرے کا چین اور سکون بالکل ختم ہو جاتا ہے اور ایسے معاشرے میں رہنے والے افراد ایک دوسرے کے خلاف بغض، حسد، کینہ پروری اور مفاد پرستی کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے کام آنے اور مدد کرنے کی بجائے ہر ایک کو اپنے فائدے کی فکر ہوتی ہے۔ سود پر رقم دینے والا اپنی رقم پر برابر سود وصول کرتا رہتا ہے اُسے اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ قرض پر رقم لینے والے کا کتنا نقصان ہو رہا ہے؟ سود کی وجہ سے سودی رقم دینے والے کی خود غرضی اتنی بڑھ جاتی ہے

کہ وہ شدید ضرورت کے وقت بھی مثلاً کوئی بیمار ہے یا بھوک سے اس کی بری حالت ہے کسی کو بلاسود قرض دینے پر راضی نہیں ہوتا۔

معاشی اور اقتصادی نقصانات

جتنا سرمایہ کاروبار میں لگایا جائے ملک اور قوم کو اتنا ہی فائدہ حاصل ہوتا ہے لیکن سودی رقم دینے والے سود کے بڑھنے کے انتظار میں آمدنی کا ایک بڑا حصہ روکے رکھتے ہیں اور اُسے کام میں نہیں لگاتے جس کی وجہ سے ملکی تجارت کو نقصان پہنچتا ہے اور لوگوں کی معاشی حالت پر اس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

چونکہ سودی رقم دینے والے کی نظر صرف اپنے ذاتی منافع پر ہوتی ہے لہٰذا اُسے جہاں زیادہ نفع ملتا ہے وہیں اپنا سرمایہ لگاتا ہے اُسے لوگوں کی ضروریات کی کوئی پروا نہیں ہوتی اس سے دو نقصان ہوتے ہیں ایک یہ کہ اشیاء ضرورت کی قلت پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مہنگائی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور عام لوگوں کی ضرورت کی چیزیں اُن کی دسترس سے باہر ہو جاتی ہیں اور انسانیت کی اکثریت غربت کی زندگی گزارنے پر یا سود پر رقم لیکر ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

معاشرتی نقصانات

مشاہدات و تجربات کی دنیا کا سرسری جائزہ لینے سے ہی یہ بات نمایاں ہو جاتی ہے کہ جس معاشرہ میں سود کا رواج ہوا، وہ معاشرہ بے پناہ اسباب اور وسائل مہیا ہونے کے باوجود بے چین، بے سکون اور غیر محفوظ ہو کر رہ گیا۔ انسان اخلاقی اقدار (محبت، ہمدردی، بھائی چارہ وغیرہ) جو خوشحال معاشرے کی لازمی ضرورت ہیں، انہیں کھو بیٹھا۔ ان اخلاقی اقدار کے ختم ہونے کے بعد احساس مروت ایسا پامال ہوا کہ

انسانی معاشرہ خالص جانوروں کا معاشرہ بن کر رہ گیا ہے۔ معاشرے کا ایک طبقہ تو صرف اور صرف اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر زندگی گزار رہا ہے گویا کہ ان کی حیثیت بھیڑ، بکری وغیرہ کی سی ہوگئی ہے جن کو صرف اپنے دانے پانی سے غرض ہوتی ہے، معاشرے کا دوسرا طبقہ اپنے مفادات کے حصول کے لئے دوسرے انسانوں کے مفادات ہی نہیں بلکہ ضرورت پڑے تو ان کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتا گویا کہ اس نے چیرنے پھاڑنے والے درندوں کی صفات اپنائی ہیں۔ معاشرے کا تیسرا طبقہ ایسا بھی ہے کہ اس کا مشغلہ ہی یہ ہے کہ دوسروں کو جانی، مالی اور اخلاقی نقصان پہنچایا جائے چاہے اس میں انہیں ذاتی طور پر کوئی نفع نہ ہو۔ گویا کہ انہوں نے ڈنک مارنے اور ڈسنے والے بچھوؤں اور سانپوں کی فطرت اختیار کر لی ہے۔ اس طرح انسان اور جانور میں صرف شکل وصورت کا فرق باقی رہ گیا ہے اس کے علاوہ تمام امتیازات کو خیر باد کہہ دیا گیا ہے۔ اس صورتحال کے پیدا ہونے میں سود کی نحوستوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ سودی لعنت کی وجہ سے صحت کے میدان میں بھی ہوش ربا، روح فرسا صورتحال کا سامنا ہے۔ جسے ہر گھر کے ہر ہر فرد میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔

کیا اس صورتحال کو سود کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ کے تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے؟ یا اس کے بعد بھی ابھی انجام باقی ہے جو کہ دنیا میں افلاس اور آخرت میں عذاب کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

قرآن وحدیث کے واضح حکم، شدید وعیدوں عقلی جائزے اور عبرتناک انجام کے مشاہدے کے بعد ایک صاحب ایمان کے لئے تو اس بات کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ وہ سود کے جائز ہونے کی صورتیں تلاش کرے۔

لیکن دور حاضر کا یہ بھی ایک المیہ ہے کہ انسانی معاشرے کا ایک بہت بڑا حصہ

مال بڑھانے اور آسائشات کے حصول کے شوق میں اس ہلاکت خیز مرض کا نہ صرف شکار ہو چکا ہے بلکہ برضا و رغبت اس بربادی کے پیکر کو اپنے گلے سے لگائے ہوئے ہے۔اس قابل رحم طبقے کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ سود کے حرام ہونے کے موقع پر صرف شخصی یا مہاجنی سود کا رواج تھا یعنی کسی شخص کو ذاتی ضروریات کے لئے آمدنی کے ناکافی ہونے کی وجہ سے پیسوں کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ سود پر قرض لیتا تھا اور وہی سود شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔آج کے دور کا تجارتی سود نہ اس زمانے میں رائج تھا اور نہ ہی وہ حرام ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ اس طبقے کی اس نادانی کا علاج کیا جائے تاکہ ہدایت کے طالب کو ہدایت کی صاف شفاف، شاہراہ نہ صرف دکھائی دے، بلکہ ہمت کر کے اس شاہراہ پر سفر جاری رکھ کر منزل مقصود تک پہنچ بھی جائے۔

اصل حقائق پیش کرنے سے پہلے سود کی قباحت کی ایک وجدانی کیفیت بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔سود کے علاوہ تمام مالی برائیاں مثلاً رشوت جوا وغیرہ ایسی ہیں جیسے جسم یا کپڑے پر گندگی کا لگ جانا، سود کی مثال ایسی ہے جیسے گندگی کھانا۔

ابتدائے اسلام میں مروّجہ سود کون سا تھا؟

عہد رسالت میں سود کے حرام ہونے کے حکم سے قبل تجارتی سود کا رواج تھا بیشمار احادیث میں اس کا تذکرہ ہے۔درمنثور میں ابن جریرؒ کے حوالہ سے یہ روایت منقول ہے۔

"كَانَتْ بَنُوْعَمْرِوبْنِ عَامِرٍ يَأْخُذُوْنَ الرِّبَا مِنَ الْمُغِيْرَةِ وَكَانَتْ بَنُوالْمُغِيْرَةِ يُرْبُوْنَ لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، فَجَاءَ الْإِسْلَامُ ، وَلَهُمْ عَلَيْهِمْ

مَالٌ كَثِيْرٌ". (درمنثور: ج/۱، ص/۳۶۶)

"زمانہ جاہلیت میں بنوعمرو بن عامر، بنومغیرہ سے سود لیتے تھے، اور بنومغیرہ انہیں سود دیتے تھے، جب اسلام آیا تو ان پر ایک بھاری مال واجب تھا۔"

اس روایت میں صراحتًا اس بات کا ذکر ہے کہ دو قبیلوں کے درمیان سودی لین دین تھا۔ ان کی حیثیت بھی بالکل آج کل کی تجارتی کمپنیوں (Trade Companies) جیسی تھی کہ ایک قبیلہ کے لوگ اپنا مال جمع کر کے اس سے اجتماعی طور پر تجارت کرتے تھے۔ اگر بڑے قبیلوں کے درمیان اس انداز میں سودی معاملہ وکاروبار ہو تو آخر تجارتی سود کے علاوہ اسے کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ تجارتی سود ہی تھا۔

طائف کی زمین اپنی زرخیزی اور شادابی کی وجہ سے ہمیشہ عرب تاجروں کی کاروباری دلچسپیوں کا مرکز رہی ہے، طائف کی پیداوار سے تبادلہ میں باہر سے آنے والی تجارتی اشیاء اچھی خاصی مقدار میں حاصل ہوتی تھیں۔ یہاں کے باشندے سود کی ایک عام وبا (Plague) میں مبتلا تھے۔ علامہ طبری تحریر فرماتے ہیں کہ قریشِ مکہ کی ایک شاخ بنومغیرہ ان کے مستقل گاہک (Customer) تھے اور ان کے درمیان سود کی وصولی کا طریقہ یہ طے پایا کہ اگر مقررہ وقت پر اصل رقم سود کے ساتھ ادا نہ کی جاتی تو اس پر سود کو دوگنا کر دیا جاتا۔

سود کی حرمت سے متعلق قرآنی حکم نازل ہونے سے قبل عباس بن عبدالمطلب اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے مشترکہ سرمایہ (Joint Invesment) سے ایک کمپنی قائم کر رکھی تھی۔ ان کا کاروبار خصوصاً سودی معاملات طے کرنا تھا۔

(جامع البیان ابن جریر طبریؒ: ج/۴، ص/۵۵)

اسی طرح امام بغویؒ نے حضرت عطاء بن ابی رباح اور حضرت عکرمہ رحمہما اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عباس اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی ایک سودی رقم کسی تاجر کے ذمہ واجب تھی، جب انہوں نے اس سودی رقم کی وصولی کا مطالبہ کیا تو سود کی ممانعت سے متعلق وحی کے نزول کے بعد رسول اکرم ﷺ نے انہیں روک دیا اور انہوں نے سود کی رقم چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔

اس روایت میں بھی تصریح ہے کہ یہ رقم ایک تاجر کو دی گئی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان تمام روایات سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زمانہ جاہلیت اور عہد نبوت میں تجارتی سود کا بھی رواج تھا۔ جن سے اس استدلال کا بے بنیاد اور تاریخ کی صحیح روایات کے منافی ہونا واضح ہو جاتا ہے کہ عرب میں تجارتی سود کا رواج نہیں تھا۔

اس کے بعد اس بات کا جائزہ لیا جانا بھی ضروری ہے کہ سود کی کتنی قسمیں ہیں اور ان کے اصطلاحی نام کیا کیا ہیں اور ان کی حرمت کیسے ثابت ہے؟

سود کی اقسام واحکام

سود کے متعلق جتنا معلوماتی مواد دستیاب ہے اس کی روشنی میں سود کی دو قسمیں بنتی ہیں۔(۱) ربا النسیۂ۔(۲) ربا البیوع۔

(۱) ربا النسیۂ:۔ اس کے معنی تاخیر کے ہیں۔ وہ قرض (چاہے رقم کی صورت میں ہو یا چیزوں کی صورت میں) جس پر واپسی کے وقت اضافہ ہو، ربا النسیۂ کہلاتا ہے اس کو ربا الجاہلیہ کا عنوان بھی دیا گیا ہے۔ یہ قسم زمانہ جاہلیت اور اسلام کے شروع زمانے میں مشہور و معروف تھی۔

بہر حال ایسے تمام قرض جس میں بغیر عوض کے کم یا زیادہ جلد یا بدیر اضافہ ہو، شامل ہیں چاہے ان کے نام شخصی سود ہوں یا تجارتی ہو، سب کا قرآن مجید سے حرام ہونا ثابت

ہے۔قیامت تک اس میں تبدیلی ناممکن اور محال(Impossible)ہے۔

(۲) ربا البیوع:۔ایسی خرید وفروخت (تجارت) جس میں چیز کے بدلے میں چیز کا تبادلہ ہو اور اس میں کسی قسم کا اضافہ لیا یا دیا جائے، ربا البیوع کہلاتا ہے۔چاہے یہ تبادلہ(Transfer) نقد کی صورت میں ہو یا ادھار کی صورت میں۔یہ بھی ابدی طور پر قیامت تک کے لئے حرام ہے۔جس میں تبدیلی ناممکن اور محال ہے۔

مشعلِ راہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جو محتاط مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ(Light of way)ہے۔

”عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَايَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشَكُ اَنْ يُوَاقِعَهُ اَلَا! وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا! اِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِي اَرْضِهٖ مَحَارِمُهُ اَلَا! وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَ فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَا! وَهِيَ الْقَلْبُ. (صحیح بخاری شریف:ج۱،ص۱۳)

”حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ وہ حلال ہیں یا حرام ہیں پھر جو کوئی مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے، وہ اپنے دین اور آبرو کو بچالیتا ہے اور جو ان شبہ کی چیزوں میں پڑجائے تو وہ حرام میں پڑگیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو شاہی چراگاہ کے اردگرد اپنے جانوروں کو اس میں داخل کردے۔سنو!

ہر بادشاہ کی ایک مخصوص زمین ہوتی ہے جس میں کسی کو داخل ہونے یا مویشی چرانے کی اجازت نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی زمین میں، اس کی حرام کی ہوئی باتیں ہیں۔ سنو! جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے، جب وہ سنور جاتا تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، سنو! وہ ٹکڑا ''دل'' ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ بالا ارشاد مبارک کی روشنی میں سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مبارک سود کے ترک کر دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ ''ہم نے حلال روزی کے دس حصوں میں سے نو حصے سود کے ڈر سے چھوڑ دیئے'' حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی تحریر فرماتے ہیں۔ ''جو شخص شبہ (Doubt) کی باتوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ آہستہ آہستہ واضح طور پر حرام باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جہاں نفس کو ذرا گنجائش دی جائے تو وہ رفتہ رفتہ اس قدر خرابی پیدا کر دیتا ہے کہ خدا کی پناہ! گویا ہلاک ہی کر دیتا ہے لہٰذا نفس کو ہمیشہ شریعت کا قیدی (Prisoner) بنا کر رکھنا چاہیئے کبھی آزادی نہ دیجائے۔''

ان حقائق کی روشنی میں یہ تو طے شدہ بات ہے کہ سود اپنی تمام اقسام سمیت ابدی طور پر حرام ہے اور رہے گا اور جو شخص اس کے جواز کی کوشش بھی کرے گا اس کے حرام میں مبتلا ہو جانے کا شدید خطرہ ہے۔ قبل اس کے کہ حرام میں مبتلا ہو جائے اس کے عمومی جواز کی کوششوں ہی کو ترک کر دینا چاہیئے تا کہ دنیوی آفات اور اخروی عذابات سے بچا جا سکے۔

اس ابدی حرام کے استعمال کی ایک ہی ممکنہ صورت ہے وہ ہے ایسی

اضطراری حالت جس میں جان یا آبرو کی ہلاکت کا یقینی خطرہ پیدا ہو گیا ہو اور بچاؤ کی کوئی جائز صورت حاصل نہ ہو رہی ہو۔ اس اضطراری حالت کے دور کرنے کے لئے وقتی طور پر بقدر ضرورت حرام ہونے کے اعتقاد کے ساتھ حرام کا استعمال مباح ہو جاتا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ صورتحال صرف اور صرف سود دینے کا جواز تو بن سکتی ہے۔ اس صورت حال میں بھی سود لینے کے جواز کی کوئی ممکنہ صورت بنتی ہی نہیں ہے۔ اضطراری حالت میں لمبا چوڑا کاروبار فضول خرچی وعیش پرستی، دولت میں اضافہ کی ہوس، ضرورت سے زائد مال واسباب کا موجود ہونا، محنت مزدوری کرنے کو شان کے خلاف سمجھنا یا شرم وعار محسوس کرنا قطعاً داخل نہیں ہے۔

معاشی تنگی کی بناء پر سود حلال نہیں ہو جاتا

دور حاضر میں امت مسلمہ کی معاشی پریشانیوں اور اقتصادی بدحالیوں کا مسئلہ نہایت گمبھیر اور حل طلب ہے۔ اس سلسلے میں قابل غور بات یہ ہے کہ کیا کسی عقلمند کے نزدیک مصیبت کا علاج مصیبت، زہر کا علاج زہر ہو سکتا ہے؟ علاج تو ایسا تجویز ہونا چاہئے جس میں حقیقی راحت حاصل ہو۔ سودی علاج تو مریض کے لئے مرض سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ دنیا کے مصائب تو مشاہدے میں ہیں ہی، ایک مومن کے لئے آخرت کے مصائب کا تصور بھی رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی ہے۔

دنیا وآخرت کی رسوائی وعذاب کی مصیبت معاشی تنگی کی مصیبت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے۔ غور کر لیا جائے ان دونوں مصیبتوں میں ہلکی اور قابل برداشت کون سی

مصیبت ہے؟ دو مصیبتوں میں گرفتار شخص کو اگر دونوں میں سے ایک کا اختیار کرنا لازمی بن جائے تو وہ دونوں میں سے جو ہلکی ہو اسے اختیار کریگا۔ انسان کا دل بہترین مفتی ہے اس اصول کی روشنی میں از خود فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ نفع کے حاصل کرنے اور نقصان کے دور کرنے میں مقابلہ پڑ جائے یعنی یا تو نفع حاصل کرلو یا نقصان کو دور کرلو، تو اصولی بات ہے اور عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ نفع کے حصول پر نقصان کو دور کرنے کو ترجیح دی جائے۔

دورِ حاضر میں امت مسلمہ کی معاشی پریشانیوں اور اقتصادی بدحالیوں (Poor Economical Conditions) کے گھمبیر مسائل کے شریعت کی روشنی میں حل کی تجاویز پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سود کے حرام ہونے کے حکم کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی عمومی مالی حالت پر بھی نظر ڈال لی جائے۔

احادیث اور اسلامی تاریخ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کہ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی مسلمان ضرورت مند تھے۔ تہذیب وتمدن اور دوسرے بہت سے شعبوں میں دیگر ترقی یافتہ قوموں سے بہت پیچھے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کی تنگی وعسرت دور حاضر کی تنگی وعسرت (Hardship) سے کہیں زیادہ تھی جب سود کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی اس وقت غربت وافلاس زیادہ تھا اور سود کی بہت بڑی بڑی رقمیں لینی باقی تھیں لیکن پھر بھی ان کے چھوڑ دینے کا حکم ہوا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باوجود تنگی کے ان رقوم کو بھی چھوڑ دیا اور آئندہ کے لئے سودی کاروبار سے جان چھڑا لی۔ جس کی برکات سے ہر چیز کے لامحدود خزانوں کے مالک نے انہیں خوب نوازا۔ لہٰذا جب مال حرام سے ترقی کی راہیں کشادہ نظر آ رہی ہوں اور معاشرے میں عمومی بگاڑ بھی خوب واقع

ہو چکا ہو، اس وقت بھی رہنمایانِ قوم (علماء) کی یہ ذمہ داری قطعاً نہیں بنتی کہ وہ مسلمانوں کے لئے بھی حرام کے جواز کی راہیں نکال کر، غیر قوموں کی اتباع کو جائز قرار دیں بلکہ ان کا فرض ہے کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ (Reluctance) کے پورے یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حکم بتلائیں اور امت کے سامنے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول پر آمادہ کرنے کے لئے ہمیشہ کے لئے ملنے والے دنیوی واخروی انعامات کا پورا نقشہ تسلسل کے ساتھ پیش کرتے رہیں۔

امت کے مالیاتی مسائل کے مادّی حل کے لئے مفید تجاویز پیش کرنے سے قبل ایک بنیادی کام جو معاشرے کے پانچ مختلف طبقات پر لازم ہے، بیان کرنا دورِ حاضر کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر مفید ثمرات کا حصول اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

اللہ پاک سودی لین دین اور دیگر تمام حرام ذرائع آمدنی سے ہمیں محفوظ رکھے، اور اپنے فضل سے وسیع رزقِ حلال عطا فرمائے۔ آمین (ملخصا روح البیان)

☆......☆......☆

بے بنیاد تہمت لگانے والے کا خوفناک انجام

عن حذیفة ﷺ قال ان قذف المحصنة یهدم عمل مائة سنة. (کنزالعمال:۸۱۰۴)

''حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ بیشک پاک دامن عورت پر تہمت لگانا سو سال کی عبادت کو مٹا دیتا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت کی ہوئی لاکھوں اور کروڑوں نعمتوں میں سے ''زبان'' ایک عظیم نعمت ہے۔ اس کے حسن استعمال سے جس قدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اس سے کہیں زیادہ نقصان اس کے غلط استعمال میں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا واضح ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ص وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌo یَّوْمَ تَشْھَدُ عَلَیْھِمْ اَلْسِنَتُھُمْ وَاَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْھِمُ اللّٰہُ دِیْنَھُمُ الْحَقَّ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ ھُوَالْحَقُّ الْمُبِیْنُo

''جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں پر جو پاک دامن اور ایسی باتوں کے کرنے سے بالکل بے خبر ہیں اور ایمان والیاں ہیں، ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کی جاتی ہے۔ اور ان پر آخرت میں بڑا عذاب ہوگا، جس دن ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں اور ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔''

بے بنیاد تہمت لگانے والے کی سزا اسی کوڑے

کسی کی عزت پر انگلی اٹھانا اور بالخصوص زنا کا الزام دھرنا نہ صرف متعلقہ فرد کو قتل

کردینے کے مترادف ہے بلکہ اس کے سارے خاندان کو برباد کرنے سے زیادہ بدتر ہے، اسی لئے شریعت اسلامی نے زنا کے بعد سب سے کڑی سزا الزام زنا کی مقرر کی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَاتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًاج وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

''اور جولوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں''۔

اگرچہ مذکورہ بالا آیتوں میں عورتوں پر تہمت لگانے کا ذکر ہے۔ لیکن پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورتوں یا مردوں پر زنا کی تہمت لگانا برابر جرم ہے۔

مذکورہ بالا آیات سورۃ النور کی ہیں۔ سورۃ النور ہجرت مدینہ منورہ کے پانچ یا چھ سال بعد نازل ہوئی ہے۔ ہجرت مدینہ منورہ سے بھی آٹھ سال قبل ۵ھ نبوی میں مسلمانوں کا پہلا گروہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گیا تو نجاشی کے دربار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیارہ رضی اللہ عنہ نے تقریر کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات کا جو خلاصہ بیان کیا اس میں بتایا:

''نهانا عن الفواحش وقول الزور واكل مال اليتيم وقذف المحصنة''

(مسند امام احمد: ج ۱/ص ۲۰۲، حدیث ۱۷۴۰)

''آپ ﷺ نے ہمیں روکا ہے گندے کاموں سے، جھوٹ بولنے سے، یتیم کا مال کھانے سے اور پاک دامن عورت پر زنا کا الزام دھرنے سے''

سورۃ النور کے احکام نازل ہونے سے کم از کم تیرہ سال قبل جو بنیادی تعلیم آپ ﷺ نے امت کو دی اس میں بھی پاک دامن خاتون پر زنا کا الزام دھرنے سے منع فرمایا۔

اپنے زرخرید غلام پرتہمت لگانے والے پر روزِ قیامت حد جاری ہوگی

ایک عام آزاد شہری کے علاوہ اگر کوئی اپنے زرخرید غلام یا لونڈی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے، تب بھی وہ سنگین گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اگرچہ دنیا میں مالک پر سزا نافذ نہیں کی جاسکتی، لیکن آخرت کی سزا سے وہ نہیں بچ سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"من قذف مملوكه بالزنا يقام عليه الحد يوم القيامة الا ان يكون كما قال" (مسلم شریف کتاب الایمان باب التغلیظ علی من قذف مملوکہ بالزنا)

"جس کسی نے اپنے زرخرید غلام پر زنا کی تہمت باندھی قیامت کے دن اس پر حد یعنی اسی کوڑے لگائی جائے گی۔ الا یہ کہ غلام نے واقعۃً زنا کیا ہو۔"

بے شمار لوگ اس برے عمل میں مبتلا ہیں کہ وہ بے حیا گالی دیتے ہیں، اپنے غلاموں، ماتحتوں کو ایسی گالی جس پر سزا مقرر ہے دنیا و آخرت میں۔ اسی لئے حدیث شریف میں واقع ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مسلمان ایک کلمہ گو پر گفتگو کرتا ہے اور اس کی کوئی تحقیق نہیں، وضاحت نہیں کرتا او وہ اس کلمہ کی وجہ سے جہنم میں ذلیل ہوتا ہے، مشرق و مغرب کے فاصلہ سے بھی دور کے فاصلہ کے ساتھ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنی گفتگو اور باتوں کی وجہ سے بھی مواخذہ اور پکڑ میں آئیں گے؟ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! تیری ماں تجھے روئے (یعنی تم پر افسوس ہو) کیا ایسا نہیں کہ لوگوں کو اپنے چہروں کے بل جہنم میں ڈالنے والی چیز زبان کی کٹائی نہیں؟ یعنی جہنم میں جانے کا اصل سبب زبان کی بری اور غلو آمیز باتیں ہیں۔ اور حدیث شریف میں ذکر آیا ہے کہ ہر وہ مؤمن جو اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اسکو چاہئے کہ یا تو خیر و نیکی والی باتیں کرے ورنہ خاموش رہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ.

''وہ انسان کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے''۔

بڑا نیکوکار ہوتے کے باوجود بھی اگر کوئی انسان کسی دوسرے پر زنا کی تہمت لگاتا ہے تو اپنی ساری کی ساری نیکی کو خطرے میں ڈال رہا ہوتا ہے، بلکہ شدید اندیشہ ہے اس کی ساری نیکیاں بھی اس کی حرکت کا کفارہ نہ بن سکیں اور الٹا اسے دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر اٹھانا پڑے۔

اصلی اور حقیقی مفلس کون ہے؟

حضور ﷺ نے ایک موقع پر صحابہ کرام ؓ سے دریافت فرمایا ''تمہارے خیال میں مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام ؓ نے جواب دیا: ہمارے خیال میں تو وہ مفلس ہے جس کے پاس نقد رقم نہ ہو اور نہ ہی سامان ہو'' تب آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیامة بصلاة وصیام وزکوة ویأتی قد شتم هذا وقذف هذا واکل مال هذا وسفک دم هذا وضرب هذا فیعطیٰ هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضیٰ ما علیه أخذ من خطایاهم فطرحت علیه ثم طرح فی النار''

(ترمذی کتاب صفة القيامة باب ماجاء فی شان الحساب والقصاص)

''میری امت میں مفلس وہ ہے جو نماز، روزہ اور زکوۃ کے فرائض ادا کر کے قیامت کے روز حاضر ہو لیکن حالت یہ ہو کہ کسی کو گالی دی تھی، کسی پر زنا کی تہمت لگائی تھی، کسی کا خون بہایا تھا، اور کسی کو مار پیٹا تھا، لہٰذا اِسے اس کی نیکیوں میں سے کچھ دے دیا جائے گا، اور اُسے اس کی نیکیوں میں کچھ دیا جائے گا، (اور اس طرح تمام طالبان حقوق پر اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی) لیکن اگر سارے حقوق کی ادائیگی سے پہلے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئی تو بقیہ طالبان حقوق کے گناہ اس کے اوپر لاد دیئے جائیں گے۔ پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائیگا''۔

ایسے بھیانک اور خوفناک انجام کو سمجھ لینے کے بعد بھی اگر کوئی اپنی زبان کو لگام دینے کے لئے تیار نہیں تو پھر عذاب کے کوڑے کے علاوہ کوئی دوسری نصیحت اس کے حق میں کارگر نہیں ہوسکتی۔ اللہ پاک ہماری زبانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

میدان جہاد سے بھاگنے والے کا خوفناک انجام

عن معقل بن یسار ﷺ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فرّ فلیس منا. (کنزالعمال:۱۱۰۷۳)

''حضرت معقل بن یسار ﷺ سے روایت ہے کہ جوشخص (میدان جنگ) سے بھاگے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

میدان جہاد مسلمانوں کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ مسلمان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں اترتا ہے اس سے اس کا مقصود صرف اور صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہے، کسی مادی فائدے کے لئے یا کسی لالچ کے لئے میدان میں نہیں اترتا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے تعلق رکھنے والے کے لئے بہت ہی زیادہ معیوب ہے کہ کوئی اس کو چاہنے والا میدان جہاد سے ڈر کے مارے بھاگ جائے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سے اسلام کی بدنامی ہوتی ہے کوئی ہرگز نہیں کہے گا کہ فلاں شخص میدان جہاد سے بھاگ گیا بلکہ کہنے والے یہ کہیں گے مسلمان بھاگ گئے اس طرح یہ دھبہ اسلام پر جا لگتا ہے۔

مقصد جہاد

سورۃ بقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ"

''اور لڑو ان (کفار و مشرکین) سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ تعالیٰ ہی کا''

اسی طرح سورہ انفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ"

"اور لڑتے رہو ان (کفار و مشرکین) سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا"

جہاد کا عمل صرف اور صرف فتنے و فساد اور بدی کو ختم کرنے کے لئے ہے تا کہ کفر و شرک کی شوکت باقی نہ رہے۔

میدان جہاد سے بھاگنے کی سزا

قرآن کریم کی سورۃ انفال کی یہ آیت بڑی اہمیت رکھتی ہے جس میں اہل ایمان کو خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

"اے ایمان والو! جب کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص ان سے ایسے موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت بری جگہ ہے"۔

دوران جنگ ایک آدمی کی بزدلی دوسری کی حوصلہ شکنی کا سبب بنتی ہے اور کچھ بعید نہیں کہ ایک آدمی کی وجہ سے ساری پلٹن متاثر ہو کر شکست کھا جائے اور اس کے اثر سے بالآخر پوری فوج کو بے شمار مالی اور جانی نقصان برداشت کرنا پڑے۔ میدان جنگ سے کسی جنگی مصلحت اور حقیقی ضرورت کے تحت پیچھے ہٹنا قطعاً جرم نہیں مثلاً دشمن

کو چکر دینے کے لئے، کسی کمزور دستے کو تعاون دینے کے لئے یا یہ کہ دشمن کی فوج اتنی زیادہ ہو کہ مقابلہ ناممکن ہو جائے اور پوری فوج کی جان بچانا مقصود ہو۔ البتہ کوئی سپاہی بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے راہِ فرار اختیار کرے تو یقیناً یہ بڑا جرم ہے۔ دنیا کا کوئی عسکری نظام بھی ایسے بھگوڑے کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں۔ شریعت نے بھی اسے ناقابلِ معافی جرم اور بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ اور وہ گناہ بھی کیا فرمایا۔

فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ o

''اولاً وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہوگا اور آخری انجام یہ کہ ایسے شخص کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا''۔

پانچ گناہوں کا کوئی کفارہ نہیں

دورانِ جہاد بزدلی اور بھگوڑے پن کا مظاہرہ کرنے والے کی وجہ سے امت کا کس قدر نقصان ہوتا ہے اس کا صحیح معنی میں اندازہ لگانا ہی مشکل ہے اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خمس ليس لهن كفارة! الشرك بالله عزوجل وقتل النفس بغير حق او نهب مؤمن او الفرار من الزحف او يمينٌ صابرة يقطع بها مالاً بغير حق. (مسند امام احمد: ج۲، ص۳۶۲/۳۶۱)

''پانچ گناہ ایسے ہیں کہ کوئی بھی نیکی اُن کا کفارہ نہیں بن سکتی (اور وہ یہ ہیں) اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کر دینا، کسی مومن کو لوٹ لینا، دورانِ جنگ فرار اختیار کرنا اور جھوٹی قسم کے ذریعے ناحق مال حاصل کرنا''۔

اسی قتال کی بدولت تو اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے میں اس کی جان اور اس کا سب کچھ خرید لیا یعنی جس طرح خرید و فروخت میں اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے۔

سورہ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ؕ وَذٰلِكَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کا عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں، وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔''

روایت میں آتا ہے کہ یہ آیت سن کر سب سے پہلے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ اور ابوالہیثم رضی اللہ عنہ اور حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ دیا کہ ہم اس پر تیار ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ عجیب بیع ہے کہ مال اور قیمت دونوں تمہیں دے دیئے گئے۔ کسی عارف نے بھی خوب کہا ہے۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی

سچ تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بزدلی اور بھگوڑے کی اس حرکت کی وجہ سے جو مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے وہ تو ہوتا ہی ہے۔ درحقیقت وہ خود بھی اندر سے ایمان باللہ اور تقدیر الٰہی پر

سچے ایمان سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے، اور وہ اپنی حد تک یہ سمجھ رہا ہوتا ہے میری اس احمقانہ حرکت سے شاید میری زندگی بچ جائے گی۔

موت کا ایک دن مقرر ہے

حالانکہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ ایک لمحے کے لئے بھی قبل از وقت یا بعد از وقت نہیں آتی۔

"لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝

"ہر قوم کے لئے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے۔ پھر جب کسی قوم کی مدت آن پوری ہوتی تو ایک گھڑی بھر کی تاخیر اور تقدیم بھی نہیں ہوتی"۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی اس آیت کریمہ کی خوبصورت اور ناقابل تردید عملی تعبیر ہے جو سو سے زیادہ جنگوں میں شریک ہوئے، سارا جسم نیزے اور تیر کے زخموں سے چھلنی ہوا۔ ساری زندگی کبھی موت سے نہیں ڈرے، بلکہ ہمیشہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑائی لڑی لیکن موت بستر پر نصیب ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ بہت حسرت سے کہا کرتے تھے۔ اے کاش! شہادت کی موت نصیب ہو جاتی۔

ثابت ہوا کہ دوران قتال معرکہ سے فرار ہونا صرف عمل کی کوتاہی اور بہت بڑا گناہ ہے بلکہ ایمان کی کمزوری اور تقدیر الٰہی سے بھاگنے کی احمقانہ کوشش بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں جہاد کی عظمت قائم رکھے۔ اور ہمیں دشمنوں کے مقابلے میں غالب رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

☆......☆......☆

والدین کی نافرمانی کرنے والے کا خوفناک انجام

عن ابی بکرة ﷺ کل الذنوب یؤخر اللّٰہ ماشاء منا الی یوم القیامة الا عقوق الوالدین فان اللّٰہ یعجله لصاحبه فی الحیاة الدنیا قبل الممات. (جامع الاحادیث، للسیوطی:۱۵۵۹۷)

''حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں میں سے جن گناہ کو چاہے اس کی سزا کو قیامت مؤخر فرمادیتے ہیں، سوائے والدین کی نافرمانی کے، پس بیشک اللہ تعالیٰ اس کی سزا مرنے سے پہلے دنیا ہی میں دیدیتے ہیں۔''

قرآن مجید جو اللہ رب العزت کی طرف سے جناب نبی کریم ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ صحیفۂ ہدایت ہے۔ اس میں ماں باپ کی خدمت اوران کے ساتھ سلوک کا حکم اللہ رب العزیت نے توحید اور عبادت کے ساتھ ساتھ اس طرح دیا ہے جس سے انسانوں کے اعمال میں خدا کی عبادت کے بعد ماں باپ کی خدمت اور راحت پہنچانے کا حکم ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے مان باپ کے حقوق اوران سے متعلق اولاد کے فرائض کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ دراصل قرآن مجید کی ان ہی آیات کی تفسیر وتشریح ہے۔ والدین کے بچوں پر جو احسان ہیں اورانہوں نے اپنی اولاد کی پرورش میں جو تکلیف برداشت کی ہیں وہ معروف ومعلوم ہیں اس کے باوجود اگر کوئی شقی القلب

شخص ان کے حقوق ادا نہیں کرتا اور ان کو تکلیفیں پہنچاتا ہے تو وہ درحقیقت ایمان کی حقیقی دولت سے محروم ہے۔

موجودہ دور جس میں مغربی تہذیب وتمدن نے زندگی کا نظام ہی درہم برہم کر رکھا ہے اور اسلامی قدروں کو پامال کیا جارہا ہے، اس میں والدین کے ساتھ حق تلفی بلکہ ایذا رسانی کے ایسے واقعات پیش آتے ہیں، جن کو سن کر دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

والدین کی نافرمانی سے توبہ کیجئے

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جلدی ہلاک کرتے ہیں جب وہ ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے۔ تاکہ موت کے بعد اس کو جلدی سزا بھی دے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کی عمر میں برکت واضافہ کرتے ہیں جب وہ ماں باپ کا فرمان بردار ہوتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ نیکی وخیر کھائے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے سوال پوچھا گیا ہے کہ والدین کی نافرمانی (یا حقوق) کیا ہے؟ فرمایا کہ جب اس کے ماں باپ اس بات پر قسم اٹھائیں، اس نے ایسا کرنا ہے، یا نہیں کرنا، تو وہ بیٹا ان کی قسم کو سچا کرکے ان کی اطاعت گذاری کرے یا ان کی قسم پوری نہ کرے تو وہ نافرمان ہوگا۔ اسی طرح جب ماں باپ اس کو حکم دیں تو وہ ان کی اطاعت نہ کرے تو نافرمان ہوگا، جب ماں باپ اس سے کچھ مانگے جو اس کی استطاعت میں ہے۔ پھر بھی ان کو نہ دے تو وہ نافرمان ہوگا۔ اسی طرح جب ماں باپ اس کو کسی بات میں امین بنائیں تو وہ ان کے ساتھ خیانت کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے بعد دوسرا حق والدین کا ذکر فرمایا ہے۔ ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہے کہ تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اکٹھے ذکر فرمایا ہے۔
ایک کے بغیر دوسری قبول نہیں۔ایک ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول.

کوئی اگر اللہ کی اطاعت کرے مگر رسول کی اطاعت نہ کرے تو ایسی اطاعت بھی قبول نہیں ہوگی۔ دوسری چیز نماز اور زکوٰۃ ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے اکٹھے ذکر فرمایا ہے۔

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکاۃ.

ایک کے بغیر دوسری قبول نہیں اگر کوئی نماز پڑھے مگر زکاۃ ادا نہ کرے تو قبول نہیں۔

تیسری چیز جو قرآن مجید میں اکٹھے ذکر کی گئی ہے وہ اللہ کا شکر اور والدین کا شکر۔فرمایا:

ان اشکر لی ولوالدیک.

’’میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا بھی۔‘‘

یہاں بھی ایک کے بغیر دوسری قبول نہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی رضا ماں باپ کی رضا میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔

والدین کی اطاعت کی وجہ سے پہاڑ سرک گیا

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے والدین کی اطاعت کے ثواب کو ایک نہایت مؤثر حکایت میں ارشاد فرمایا کہ تین مسافر راہ میں چل رہے تھے کہ موسلا دھار بارش برسنے لگی۔تینوں نے بھاگ کر ایک غار میں پناہ لی۔اچانک ایک چٹان اوپر سے گری کہ

اس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب ان کی بے بسی، بے چارگی، اضطراب اور بے قراری کا کون اندازہ کر سکتا ہے ان کو موت سامنے کھڑی نظر آتی تھی۔ اس وقت انہوں نے پورے خشوع و خضوع کے ساتھ دربار الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ہر ایک نے کہا کہ اس وقت ہر ایک اپنی خالص نیکی کا واسطہ اللہ تعالیٰ کو دینا چاہئے۔ تو پہلے نے کہا یا اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے والدین بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور اسی پر ان کی روزی کا سہارا تھا۔ میں شام کو بکریاں لے کر جب گھر آتا دودھ نکال کر پہلے اپنی ماں باپ کی خدمت میں لاتا جب وہ پی چکے ہوتے تب میں اپنے بچوں کو پلاتا ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں بکریاں چرانے دور نکل گیا۔ لوٹا تو میرے والدین سو چکے تھے۔ میں دودھ لیکر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا نہ اُن کو جگایا تھا کہ ان کی راحت میں خلل نہ آجائے اور نہ ہٹتا تھا کہ خدا جانے کس وقت ان کی آنکھیں کھل جائیں اور دودھ مانگیں۔ بچے بھوک سے بلک رہے تھے مگر مجھ کو گوارا نہ تھا کہ میرے والدین سے پہلے میرے بچے سیر ہوں۔

میں اسی پیالے میں دودھ لئے رات بھر ان سرہانے کھڑا رہا اور وہ آرام کرتے رہے یا اللہ آپ کو تو معلوم ہے کہ میں نے یہ کام آپ کی خوشنودی کے لئے کیا ہے۔ تو اس غار کے منہ سے چٹان کو ہٹا دے۔ یہ کہنا تھا کہ چٹان خود بخود ہلی اور غار کے منہ سے تھوڑا سا سرک گئی اور اس کے بعد باقی دو مسافروں کی باری آئی۔ انہوں نے بھی اپنے کاموں کو وسیلہ بنا کر دعا کی اور غار کا منہ کھل گیا اور وہ سلامتی کے ساتھ باہر نکل آئے۔

والدین کی بددعا سے بچیں

منقول ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک نوجوان جس کا نام

علقمہ ﷛ تھا اور بڑے نمازی، پرہیزگار اور صوم وصدقہ کے شیدائی تھے، وہ بیمار ہوئے اور ان کی بیوی نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آدمی بھیجا کہ ان کا شوہر علقمہ ﷛ شدید بیماری بلکہ حالت نزع میں ہے، تو میں چاہتی ہوں کہ آپ کو مطلع کردوں اس کی حالت سے، جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار وصہیب اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا کہ جاؤ اور اس کو شہادتین کی تلقین کرو۔ یہ حضرات گئے اور جب ان کے پاس گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے واقعی ان کو حالت نزع میں پایا، اور وہ ان کو شہادت کی برابر تلقین کرتے رہے (لا الہ اللہ) لیکن ان کی زبان سے کلمہ نہ نکل سکا۔ تو انہوں نے ایک اور آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، اور ان کے حالات سے آپ کو مطلع کیا کہ ان کی زبان پر کلمہ شہادت نہیں آرہا، تب آپ نے پوچھا کہ کیا اس کے والدین میں سے دونوں یا کوئی ایک زندہ ہے؟ بتایا گیا، کہ ہاں، یارسول اللہ ﷺ اس کی ایک نہایت بوڑھی ماں زندہ ہے، تو آپ نے ان کے پاس آدمی بھیجا اور کہا کہ اگر وہ میرے پاس آسکے تو فبہا (یعنی آجائے) ورنہ پھر وہ گھر پر رہے تا کہ میں خود اس کے پاس آجاؤں، تو اس بوڑھی اماں کے پاس پیغام دینے والا پہنچا، اور اس کو جناب رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا تو اس بوڑھی اماں نے کہا کہ میری جان جناب رسول اللہ ﷺ پر قربان ہو جائے میں ہی اس بات کی حق دار ہوں کہ آنجناب کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں! تو وہ ٹیک لگا کر اٹھی اور اپنے ہاتھ میں لاٹھی پکڑی اور جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام عرض کیا، اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب عنایت فرمایا، اور ساتھ ہی اس کو بتایا اے علقمہ کی ماں دیکھ مجھے سچ سچ بتانا خدانخواستہ اگر تو نے جھوٹ بولا تو میرے اوپر وحی اتر آئے گی اللہ تعالیٰ کی طرف سے، تیرے بیٹے علقمہ کا کیا

حال تھا زندگی میں؟ بوڑھی ماں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کثرت سے نمازیں پڑھنے والا اور صدقات دینے والا اور کثیر الصوم تھا، آپ نے پھر ارشاد فرمایا، یہ بتا تیرا حال اس کے ساتھ کیسا تھا؟ تو بوڑھی عورت نے بتایا، یا رسول اللہ ﷺ وہ اپنی بیوی کی مجھ پر ترجیح دیتا تھا، اور میری نافرمانی کرتا تھا، جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک علقمہ کی والدہ کی ناراضگی نے علقمہ کی زبان کو روک رکھا ہے، کلمہ شہادت کے پڑھنے سے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال جاؤ اور میرے لئے بہت سے لکڑیوں کے گٹھے جمع کر کے لے آؤ، تو اس بوڑھی ماں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ لکڑیوں کے گٹھوں سے کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں علقمہ کو جلانا چاہتا ہوں آگ سے آپ کے سامنے، تو بوڑھی ماں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا تو بیٹا ہے میرا دل تو برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ اس کو میرے سامنے جلائیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے علقمہ کی ماں اللہ تعالیٰ کا عذاب تو بہت شدید اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے، اگر آپ کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ تیرے بیٹے کو معاف فرمادے، تو پھر تو اس سے راضی ہو جا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم علقمہ کو اس کی کثرت صوم وصلاۃ اور کثرت صدقہ نفع نہیں پہنچا سکتا جب تک تو اس پر ناراض رہے گی۔ اس بوڑھی عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور جتنے مسلمان یہاں پر حاضر ہیں اور آپ کو گواہ بناتی ہوں کہ میں علقمہ سے راضی ہوں اپنے بیٹے سے خوش ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ اے بلال رضی اللہ عنہ جاؤ دیکھو کیا وہ اب بھی کلمہ پڑھ سکتا ہے (لا الہ الا اللہ) یا کہ نہیں ہو سکتا ہے کہ علقمہ کی والدہ نے تکلف برتا ہو اور اسکو دل سے معاف نہ کیا ہو، صرف مجھ سے شرم کے مارے کہہ دیا کہ میں معاف کیا ہے،

حضرت بلال ﷛ جب تشریف لے گئے تو گھر کے اندر سے کلمہ طیبہ کی آواز آرہی تھی اور وہ لا الہ الہ اللہ پڑھ رہے تھے، حضرت بلال ﷛ گھر میں داخل ہوئے اور لوگوں سے گویا ہوئے کہ اے لوگوں حضرت علقمہ ﷛ کی والدہ کے غصے اور ناراضگی نے علقمہ ﷛ کی زبان کو محبوس اور بند کررکھا تھا، کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اسی دن حضرت علقمہ ﷛ کی موت واقع ہوگئی۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ خود تشریف لائے اور علقمہ ﷛ کو غسل دینے کا حکم دیا اور کفن پہنایا اور پھر حضور ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے دفن ہونے میں بھی حاضر رہے اور جب دفن مکمل ہوا تو آپ قبر کے کنارے کھڑے ہوگئے اور فرمایا: اے مہاجرین وانصار کی جماعت جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو ماں پر فضیلت دی، تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام جملہ مخلوق کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی نہ فرض عبادت قبول کریں گے نہ نفل۔ مگر اس وقت جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کریں اور ماں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور اس کی رضامندی اور خوشنودی طلب کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ماں کی رضامندی وخوشنودی میں ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی والدین کی رضامندی کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمیں والدہ کی نافرمانی اور ناراضگی سے بچائے، بے شک وہ اللہ تعالیٰ بڑے سخی اور کریم اور رؤف الرحیم ہیں۔

والدین دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہیں

والدین دنیا کی سب سے بڑی نعمت بلکہ بے بدل نعمت ہیں، والدین کے اولاد پر اس قدر احسانات ہیں کہ انسان شب وروز والدین کے لئے اپنے آپ کو وقف کرلے پھر بھی ان کے گراں قدر احسانات کا حق ادا نہیں کرسکتا، والدین خود بھوکے رہ

کر بھی کوشش کرتے ہیں کہ اولاد پیٹ بھر کر کھالے، وہ اپنے آرام کی پرواہ نہیں کرتے مگر انہیں تکلیف نہیں دیتے۔ اس لئے اولاد کے لئے بھی ضروری ہے کہ والدین کی ہر ممکن خدمت کرے اور ان کا حد درجہ احترام کرے۔

دنیا کے ہر مذہب میں والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری اور ان کی خدمت کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم جس مذہب کے ماننے والے ہیں اس کی تعلیم بھی یہی ہے کہ والدین کی خدمت کرو۔ ان کے قدموں میں جنت کی کنجی ہے۔ ہمارا مذہب اس اولاد کو بدقسمت، شقی القلب اور گمراہ کن قرار دیتا ہے جو اپنے والدین کی عزت نہیں کرتی۔ اولاد کے لئے تو یہاں تک حکم ہے کہ ان کی آواز ان کے والدین کے برابر بھی نہ ہو بلکہ ان کی آواز سے نیچی ہو۔ چہ جائیکہ والدین سے سرکشی اور والدین کی نافرمانی کی جائے۔

آج کا زمانہ جسے ہم ترقی یافتہ کہتے ہیں اتنا آگے بڑھ گیا ہے کہ وہ پرانی اخلاقی قدروں کو طاق نسیان پر رکھتا جا رہا ہے لوگ اس لئے ان قدروں پر عمل نہیں کرتے وہ ان کے بقول دقیانوسی ہیں حالانکہ ان ہی قدروں میں ان کی دینی اور دنیاوی بہتری کے سامان پوشیدہ ہیں۔ اور آج کل کی اولاد کی یہ سوچ بالکل غلط اور عذاب الٰہی کو دعوت دیتی ہے کہ والدین کی اطاعت ایک پرانی بات ہے۔ وہ ہمارے کام کے نہیں رہے ان کے اعضاء کمزور ہو چکے ہیں۔ ہم کماتے ہیں اور یہ ہمیں بات بات پر ٹوکتے ہیں انہیں گھر سے نکال کر باہر کر دیا جائے، اس زمانے میں ایسے بیٹے بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ اپنے سادہ لوح والد کو والد ماننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے پڑوسی یا نوکر ہیں۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ایک دن آئے گا جب ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوگا۔ یہی وہ باپ ہے جس نے اسے پالا پوسا، پڑھایا لکھایا جوان کیا ملازمت دلوائی اور

آج دفتر میں جھوٹی پوزیشن بنانے کو کہتا ہے کہ یہ میرا باپ نہیں پڑوسی یا نوکر ہے۔ تو ایسے لوگ اس ماں کو نوکرانی ہی کہیں گے جس نے محبت سے اپنی گود میں پالا راتوں کو ان کے لئے جاگتی رہی۔ اگر خدانخواستہ بچہ بیمار ہو جاتا تھا تو اس کی جان پر بن جاتی تھی وہ اسے ڈاکٹر کے پاس لئے پھرتی تھی وہ گیلی جگہ پر خود سو جاتی اور خشک جگہ پر اسے لیٹاتی تھی۔ ہر وقت پیار سے اُسے کھلاتی پلاتی، نہلاتی دھلاتی۔ سلاتی، جگاتی، گویا کہ وہ اسی کے لئے وقف تھی۔ نہ اسے اپنے آرام کی پرواہ تھی نہ آسائش کی۔

دنیا کا کوئی معاشرہ، کوئی دانشور، کوئی فلسفی، کوئی سائنسدن والدین کے آدب واحترام سے منکر نہیں۔

والدین آگے ہوں تو رہنمائی کرتے ہیں۔ پیچھے ہوں تو پشت پناہی کرتے ہیں۔ وہ حیات ہوں یا اس دنیا سے آٹھ گئے ہوں اولاد کے لئے سراپا رحمت ودعا ہوتے ہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اے بیٹے! تجھے دینی بصیرت نصیب ہو جائے، اور تو سعادت انسانیت سے بہرہ ور ہو جائے تو میں تیرے لئے قبر میں بھی دعا کروں گا۔

اے مرا تسکین جانا شکیب — تو اگر از حفظ جاں گیری نصیب

سر دین مصطفیٰ گویم ترا — ہم بہ قبر اندر دی گاٗئم ترا

بس یہ انسانی، اخلاقی اور دینی فرض ہے کہ ہم اپنے والدین کی دل وجان سے خدمت کریں۔ اسی میں ہمارے فلاح ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے والدین کا فرمانبردار بنائے۔ آمین

☆......☆......☆

خودکشی کرنے والے کا خوفناک انجام

عن ابی هريره ﷺ قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من تردّی من جبلٍ فقتل نفسه فهو فی نار جهنم يتردّیٰ فيها خالداً مُخلداً فيها ابداً ومن تحسیٰ سمّاً فقتل نفسه فسمه فی يده يتحسّاه فی نار جهنم خالداً مخلّدا فيها ابداً ومن قتل نفسه بحديدة فحديدتُه فی يده يتوجأ بها فی بطنه فی نار جهنم خالداً مخلّداً فيها ابداً.

(مظاہر حق: ج ۳، ص ۵۱۵)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کر لی وہ شخص ہمیشہ دوزخ میں گرایا جائے گا اور وہاں ہمیشہ رہے گا اور کبھی اس سے نہیں نکلے گا۔ اور جو شخص زہر پی کر خودکشی کرے گا اور اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں پئے گا وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔ اور جس شخص نے لوہے کے (کسی) ہتھیار (جیسے چھری وغیرہ) سے اپنے آپ کو مار ڈالا اس کا وہ ہتھیار دوزخ کی آگ میں اس کے ہاتھ میں ہوگا جس کو وہ اپنے پیٹ میں چبھوئے گا اور دوزخ میں ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی نہیں نکلے گا''۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا جہاں کی ہر نعمت انسان کی خدمت اور فائدے کے لئے ہے اللہ تعالیٰ کی مذکورہ حدود میں رہ کر ان سب سے فائدہ اٹھانا انسان کا حق ہے لیکن

کسی بھی چیز کے غلط استعمال کی اسے اجازت نہیں، کیونکہ انسان مالک مطلق نہیں بلکہ صرف اور صرف امین ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی اس جان کا بھی مالک نہیں، جس کی وجہ سے اس کی زندگی کا عمل جاری ہے، اسی لئے غلط یا غلط طریقے سے اپنی زندگی کا جز یا کل خرچ نہیں کرسکتا۔ اگر وہ اپنی یہ زندگی خود اپنے ہاتھوں ختم کرنا چاہے تو جان کے خالق و مالک نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

”وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا “

”اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقین مانو کہ اللہ تمہارے اوپر مہربان ہے“۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ“

”اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو“۔

مرنے والے کے ساتھ عام طور پر رحمدلی اور ترس کا معاملہ کیا جاتا ہے، اکثر اوقات مخالف اور دشمن بھی اس موقع پر ترس کھا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی کس قدر مشفق اور سراپا رحمت تھی کہ ہمیشہ اپنے دشمن کے لئے بھی دعائے ہدایت کی اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح حکم نہیں آ گیا کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے سے بھی انکار نہیں فرمایا۔ مگر جناب رحمۃ للعالمین ﷺ نے خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

” اتی النبی صلی الله علیه وسلم برجل قتل نفسه بمشاقص فلم یصل علیه“

''نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا جس نے تیز دھار ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کر لیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی''۔

تقریباً تقریباً تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام وقت اور نیک لوگوں کو خودکشی کرنے والے کے جنازہ میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ عام لوگ اس کا جنازہ پڑھا کر دفن کر دیں تا کہ دوسرے کے لئے عبرت کا سامان ہو۔

اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے

حضرت سہیل بن سعد کہتے ہیں کہ احد کے روز حضور ﷺ سے کہا گیا کہ فلاں شخص جیسا بہادر ہم نے آج تک نہیں دیکھا، دشمن بھاگ رہے ہیں لیکن وہ میدان میں ڈٹا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ کون ہے؟ وہ شخص جب نگاہوں کے سامنے آیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ رہا یارسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ تو جہنمی ہے۔

یہ بات ہم پر گراں گذری، ہم نے عرض آقا اگر یہ جہنمی ہے تو جنتی کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا:

''دیکھتے رہو ابھی معلوم ہو جائے گا''

تو ہم نے اس پر کڑی نگاہ رکھی۔ ہم نے دیکھا کہ جنگ کے دوران وہ شدید زخمی ہو گیا اس کے لئے درد نا قابل برداشت ہو گیا، اس نے تلوار کا دستہ زمین پر اور تلوار کی نوک سینے رکھی۔ پھر اس پر وزن ڈالا اور تلوار کی نوک سینے کو چیرتی ہوئی اس کی پشت سے باہر نکل آئی اور وہ شخص اسی وقت ہلاک ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا:

''کچھ لوگ کام تو اہل جنت کے لئے کرتے ہیں، لیکن انجام کار دوزخ میں چلے جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے فعل اہل جہنم کے ہوتے ہیں، لیکن بالآخر وہ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔''

خودکشی کیوں حرام ہے؟

ہمارا یہ پورا وجود جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جسم ہمارا اپنا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ ہم جو چاہیں کریں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس لئے شریعت میں خودکشی حرام ہے۔ اگر یہ جسم ہمارا اپنا ہوتا تو خودکشی کیوں حرام ہوتی؟ وہ اس لئے حرام ہے کہ یہ جان، یہ جسم، یہ وجود، یہ اعضاء حقیقت میں ہماری ملکیت نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملکیت ہیں۔

مثلاً کتاب میری ملکیت ہے، اب اگر میں کسی شخص سے یہ کہوں کہ یہ کتاب تم لے جاؤ، میرے لئے ایسا کرنا جائز ہے، لیکن اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ مجھے قتل کردو۔ میری جان لے لو۔ اب اس نے قتل کرنے کی اجازت دے دی۔ اسٹامپ پیپر پر لکھ کر دے دیا۔ دستخط کر دیئے، مہر بھی لگا دی، سب کچھ کر دیا لیکن اس کے باوجود جس کو قتل کی اجازت دی گئی ہے اس کے لئے قتل کرنا جائز نہیں۔ کیوں؟

اس لئے کہ یہ جان اس کی ملکیت ہی نہیں ہے۔ اگر اس کی ملکیت ہوتی، تب وہ دوسرے کو اس کے لینے کی اجازت دے سکتا تھا۔ لہٰذا جب ملکیت نہیں تو پھر دوسرے کو اجازت دینے کا بھی حق حاصل نہیں ہے۔

خودکشی کے بارے میں ایک سبق آموز واقعہ

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب جناب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو طفیل ابن عمر دوسی رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کر کے آنحضرت ﷺ کے

ساتھ آ گئے ان کے ساتھ ان کے قبیلے کے ایک اور شخص نے بھی ہجرت کی۔ (اتفاق سے) وہ شخص مدینہ میں بیمار ہو گیا اور (جب مرض نے شدت اختیار) اس سے صبر نہ ہو سکا، چنانچہ اس نے تیر کی پیکان لے کر اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے اتنا خون جاری ہوا کہ وہ مر گیا (اس کے انتقال کے بعد ایک دن) طفیل بن عمر ﷺ نے اس شخص کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ اس کی ہیئت تو اچھی تھی مگر اپنے دونوں ہاتھ چھپا رکھے تھے۔ طفیل ﷺ نے اس سے پوچھا کہ ''تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وجہ سے بخش دیا کہ میں نے اس کے نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی'' پھر طفیل ﷺ نے کہا کہ میں تمہیں اپنے دونوں ہاتھ چھپائے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ اس شخص نے (بڑی حسرت کے ساتھ) کہا کہ (پروردگار کی طرف سے) مجھ سے کہا گیا ہے کہ جس چیز کو تم نے خراب کیا ہے ہم اس کو ہرگز درست نہیں کریں گے۔ جب طفیل ﷺ نے یہ خواب رسول کریم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کو بخش دے''۔ (مظاہر حق: ج ۳، ص ۵۱۶)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور تمام مسلمانوں کو قتل انسان کی ہر شکل سے محفوظ و مامون رکھے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عنایت فرماتا رہے۔ آمین یا رب العالمین

☆......☆......☆

شراب پینے والا کا خوفناک انجام

عن جابر رضی اللہ عنہ ان رجلاً قدم من الیمن فسأل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن شراب یشربونہ بارضھم من الذرۃ یقال لہ المزر فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم او مسکر ھو قال نعم قال کل مسکر حرام ان علی اللّٰہ عھدًا لمن یشرب المسکر ان یسقیہ من طینۃ الخبال قالوا یا رسول اللّٰہ وما طینۃ الخبال قال عرف اھل النار او عصارۃ أھل النار. (مظاہر حق: ج۳، ۶۴۸)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے ایک خاص قسم کی شراب کے بارے میں سوال کیا جو اس علاقے میں پی جاتی تھی جس کو ''مزر'' کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس آدمی سے پوچھا کہ کیا وہ نشہ آور ہے؟ اس نے کہا: ہاں اس سے نشہ ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ (اصولی بات یہ ہے) ہر نشہ آور چیز حرام ہے، مزید آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو نشہ پینے والے کے لئے اللہ کا یہ عہد ہے جس کا پورا کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ وہ آخرت میں اس کو ''طینۃ الخبال'' ضرور پلائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ''طینۃ الخبال'' کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا پسینہ یا فرمایا کہ دوزخیوں کے جسم سے نکلے والا لہو و پیپ۔''

شراب (ام الخبائث)

شراب کے لغوی معنی پینے کے ہیں۔ عرف عام میں شراب اس چیز کا نام ہے جس کے پینے سے دماغ پر نشہ غالب آجاتا ہے اور پینے والا بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا

ہے۔عربی میں شراب کوخمر کہتے ہیں، عموماً شراب گیہوں، انگور، کھجور وغیرہ کو نچوڑ کر کشید کر کے بنائی جاتی ہے۔

خمر کسے کہتے ہیں

علامہ لغوی سید مرتضی زبیدی صاحب تاج العروس شرح قاموس میں رقم طراز ہیں۔

و اعلم انَّ کون الخمر اسمًا للبنی من ماء العنب اذا صارة شکراً حقیقةً بالاتفاق من ائمة اللغة حتی اشتهر استعمال فیه حرفی گبره سمی بأسامی مختلفة مجازاً.

''اور جان لینا چاہئے کہ باتفاق ائمہ لغت انگور کے کچے پانی کا جبکہ وہ نشہ آور ہو''خمر'' نام ہونا حقیقت ہے۔حتی کہ خمر کا استعمال اس میں مشہور ہے۔دوسری شرابوں میں جو مختلف ناموں سے موسوم ہیں۔اس کا استعمال مجازاً ہے۔''

خمر یا تو اختمار سے ماخوذ ہے جس کے معنی خمیر اٹھنے کے ہیں چونکہ اس میں بھی خمیر اٹھ کر جوش پیدا ہوا ہوتا ہے اور جھاگ آنے لگتے ہیں اس لئے اس کا نام خمر ہوا۔یا مخاسرۃ سے مشتق ہے جس کے معنی چھپا لینے کے ہیں، چونکہ یہ وسواس کو گم کر دیتی ہے اور عقل و ہوش کو چھپا دیتی ہے، اس لئے خمر سے موسوم ہوئی۔

اسلام کی آمد سے قبل تمام دنیا کی طرح عرب میں بھی شراب اور جوئے کا عام رواج تھا۔چند گنے چنے لوگوں کو چھوڑ کر عوام الناس کی اکثریت اس کو استعمال کرتی تھی۔شراب کے علاوہ بعض دوسری چیزیں بھی ہیں جن کا استعمال نشہ پیدا کرتا ہے اور انسان اپنے حوش و حواس نشہ اترنے تک کھو بیٹھنا ہے مثلاً چرس، بھنگ ، ہیروئن وغیرہ۔جب جناب نبی کریم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ

میں بھی شراب کارواج تھا۔ چند صحابہ کرام ﷺ کواس کے مفاسد کا زیادہ احساس ہوا اور حضرت عمر فاروق ﷺ اور حضرت معاذ بن جبل ﷺ اور چند انصاری صحابہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شراب اور خمر انسان کی عقل کوضائع کردیتی ہیں جس سے دین ضائع ہونے کی خطرہ ہے اور مال بھی تباہ وبرباد ہوتا ہے۔اس کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

حضرات صحابہ کرام ﷺ کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسَرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ.

یہ پہلی آیت ہے جس میں شراب اور جوئے سے مسلمانوں کوروکنے کا ابتدائی حکم آیا ہے۔اس آیت میں شراب اور جوئے کو صاف طور سے حرام تو نہیں قرار دیا ہے مگر اس کی خرابیاں اور مفاسد کو ظاہر کر کے اس کو چھوڑنے کا مشورہ دیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کوسن کر بعض صحابہ کرام ﷺ نے فوراً دونوں چیزوں کوترک کر دیا اور بعض صحابہ کرام ﷺ یہ خیال کیا کہ اس آیت میں حرمت کا حکم تو نہیں آیا ہے اس لئے اس کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔اس آیت کے نزول کے بعد بھی بعض شراب استعمال کرتے تھے،اس کے بعد ایک دن مدینہ منورہ میں ایک واقعہ پیش آیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ میں سے اپنے چند دوستوں کی دعوت کی۔دعوت سے فارغ ہونے کے بعد حسب دستور شراب استعمال کی۔اسی حال میں مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔سب نماز کے لئے کھڑے ہوں گے۔ایک صاحب کو امام بنایا گیا۔انہوں نے نشہ کی حالت میں جوتلاوت کی تو سورۃ (قل یا ایھا الکافرون) کوغلط پڑھا۔اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَقرَبُوا الصَّلَاۃَ وَاَنتُم سُکَارَی.

''اے ایمان والوں: تم نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ''

اس آیت میں خاص اوقات نماز میں شراب کی ممانعت آ گئی۔ باقی اوقات میں اس کی اجازت رہی۔ مگر نماز کے علاوہ اس کی ممانعت نہ تھی اس لئے کچھ لوگ نماز کے علاوہ اوقات میں اس کو استعمال کرتے تھے۔

یہاں تک کہ ایک واقعہ پیش آیا کہ چند صحابہ کرام ﷺ کی ایک جگہ دعوت ہوئی۔ کھانے کے بعد حسب دستور شراب کا دور چلا۔ اس کے بعد نشہ کی حالت میں شعروشاعری شروع ہوئی جس میں آپس میں تکرار کی نوبت آئی اور ایک انصاری نوجوان نے غصہ میں ایک دوسرے صحابی کے سر پر اونٹ کے جبڑے کی ہڈی ماردی۔ جس سے وہ زخمی ہو گئے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی۔ اسی وقت جناب نبی کریم ﷺ نے یہ دعا کی۔ یا اللہ! شراب کے بارے میں کوئی واضح بیان اور قانون عطا فرما دے۔ اس پر شراب کے متعلق سورۂ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں شراب کو قطعاً حرام قرار دیا گیا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوٓا اِنَّمَا الخَمرُ وَالمَیسِرُ وَالاَنصَابُ وَالاَزلَامُ رِجسٌ مِّن عَمَلِ الشَّیطَانِ فَاجتَنِبُوہُ لَعَلَّکُم تُفلِحُونَ.

اس آیت میں صراحتاً شراب کی حرمت نازل ہوگئی، ان آیات کے نازل ہونے کے بعد ایک دم شراب کے تمام برتن توڑ دیئے گئے۔ مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں شراب بہنے لگی اور تمام مسلمانوں نے شراب سے توبہ کر لی۔ اور اس طرح ۳ھ میں شراب اسلام میں مکمل بند ہوگئی۔

شراب نوشی کی سزا

جناب نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ بندہ جب شراب کا ایک گھونٹ پیتا ہے تو اس کا

دل سیاہ ہو جاتا ہے، اور جب دوبارہ پیتا ہے تو ملک الموت اس سے بری ہو جاتے ہیں، اور جب تیسری مرتبہ پیتا ہے تو رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہو جاتے ہیں، اور جب چوتھی مرتبہ پیتا ہے تو حفاظت کرنے والے فرشتے اس سے بری ہو جاتے ہیں اور جب پانچویں مرتبہ پیتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سے بری ہو جاتے ہیں اور جب چھٹی مرتبہ پیتا ہے تو حضرت اسرافیل علیہ السلام اس سے بری ہو جاتے ہیں، اور جب ساتویں مرتبہ پیتا ہے تو حضرت میکائل علیہ السلام اس بری ہو جاتے ہیں، اور جب آٹھویں مرتبہ پیتا ہے تو تمام آسمان اس سے بری ہو جاتے ہیں اور جب نویں مرتبہ پیتا ہے تو آسمان کے رہنے والے اس سے بری ہو جاتے ہیں، جب دسویں مرتبہ پیتا ہے تو جنت کے دروازے اس کے لئے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور گیارہویں مرتبہ پیتا ہے تو دوزخ کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جب بارہویں مرتبہ پیتا ہے تو حاملین عرش اس سے بری ہو جاتے ہیں، اور جب تیرہویں مرتبہ پیتا ہے تو کرسی اس سے بری ہو جاتی ہے، اور چودہویں مرتبہ پیتا ہے تو عرش اس سے بری ہو جاتے ہیں، اور جب پندرہویں مرتبہ پیتا ہے تو اللہ جل شانہ اس سے بری ہو جاتے ہیں، اور جب انبیاء علیہم السلام اور تمام فرشتے بری ہو گئے ہوں اور اللہ تعالیٰ بری ہو گئے ہوں وہ گناہ گاروں کے ساتھ جہنم میں ہلاک ہو گا۔ اور اللہ جل شانہ جہنم میں اسے آگ کا ایک ایسا پیالہ پلائیں گے، جس سے اس کی آنکھیں نکل پڑیں گی۔ اور اس پیالے کی گرمی سے گوشت ہڈیوں سے الگ ہو جائے گا۔ جب وہ اسے پیئے گا تو اس کی آنتیں کٹ کر پچھلے راستے سے باہر نکل پڑیں گی۔ تباہی وہلاکت ہو شراب نوشی کے لئے اس عذاب سے جو اللہ جل شانہ کے یہاں ملے گا۔

شراب پینے والے کو موت کے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد

جا رہا تھا کہ راستے میں کچھ عورتوں کو روتے ہوئے دیکھا، میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا ایک بیمار ہے ہم اس کے لئے دعا کر رہے ہیں، بار بار کلمہ شہادت کی تلقین کر رہے ہیں لیکن وہ کلمہ نہیں پڑھ رہا، لہٰذا آپ آئیے اس کا ثواب کمائیے اور اسے کلمہ شہادت کی تلقین کر دیجئے۔ میں نے اسے کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی تلقین کی لیکن اس نے کلمہ نہ پڑھا، میں نے بار بار اس کے سامنے کلمہ دہرایا تو اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا میں لا الٰہ الا اللّٰہ کا انکار کرتا ہوں اور اسلام سے بری ہوں یہ کہہ کر اس کی روح پرواز کر گئی۔ میں اس کے پاس سے نکلا اور میں نے عورتوں کو اس کی کیفیت بتلا دی اور اعلان کیا لوگو! نہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا نہ اسے مسلمانون کے قبرستان میں دفن کرنا، اس لئے کہ یہ حالت کفر میں مرا تھا اس کے گھر والوں سے کہا یہ کیا کرتا تھا؟ انہوں نے کہا ہمیں اس کا کوئی اور گناہ تو معلوم نہیں البتہ یہ جانتے ہے کہ یہ شراب پیتا تھا۔ شراب نے مرتے وقت اس کا ایمان سلب کر لیا،

ایک عبرت انگیز واقعہ

زہری نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگوں شراب سے بچو۔ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے، پہلی امتوں میں ایک آدمی عابد زاہد تھا، مسجد میں بکثرت آتا جاتا تھا، ایک عورت ورغلا کر لے گئی اور اس کو کہنے لگی کہ یا تو شراب پی یا اس معصوم بچے کو (جو کہ وہاں موجود تھا) قتل کر دے یا پھر میرے ساتھ زنا کر۔ ان تین باتوں میں سے ایک بات کرنی ہوگی، ورنہ ابھی سارے محلے کو اکٹھا کرتی ہوں اور ان کو بتاتی ہوں کہ یہ میرے گھر میں بری نیت سے آیا ہے، پھر بتا تیری کون سنے گا۔ اب وہ بیچارہ پھنس گیا۔ سوچا کہ اگر بچے کو قتل کرتا

ہوں تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، اس سے منہ کالا کرتا ہوں تو یہ اور بڑا گناہ ہے۔ شراب پیتا ہوں تو یہ بھی کبیرہ گناہ ہے لیکن اس نے سوچا کہ چلو شراب جو ہے یہ کم از کم صرف میری جان تک ہے یہ گناہ متعدی تو نہیں۔ آگے تو نہیں جائے گا اس لئے میں شراب پی لیتا ہوں، اس نے اس گناہ کو چھوٹا سمجھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسے عذاب میں مبتلا کر دیا؟ جب اس نے شراب پی، شراب کے بعد اس کی عقل زائل ہوگئی اور اس نے پہلے اس عورت کے ساتھ زنا کیا پھر بچے کو بھی قتل کیا وہ بھی ہوگیا یہ بھی ہوگیا۔ شراب بھی پی لی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ اس سے بہت بچو، کیونکہ یہ تمام گناہوں کی جڑ اور اصل ہے۔ بخدا شراب اور ایمان ایک دل میں جمع ہوں تو بھی یہ ایمان کو ختم کر دیتی ہے۔

شراب کی دس مذموم خصلتیں

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ شراب سے بہت بچو، اس میں دس مذموم خصلتیں ہیں۔

پہلی یہ کہ شراب پی کر آدمی دیوانے کی طرح ہو جاتا ہے اور بچوں کے لئے ہنسی مذاق کا سامان بنتا ہے اور عقلمندوں کے نزدیک لائق مذمت ہوتا ہے جیسا کہ ابی الدنیا نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک مدہوش آدمی کو بغداد کی بعض گلیوں میں دیکھا کہ پیشاب کر رہا ہے اور اپنے بدن پر ملتا جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ یہ کلمات بھی پڑھتا جا رہا ہے۔

اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین.

''اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں میں سے بنا۔''

کہتے ہیں کہ ایک نشہ والے آدمی نے راستے میں قے کی۔ ایک کتا آیا جو اس کے منہ اور داڑھی کو چاٹنے لگا اور وہ مستی میں کہتا جارہا تھا یا سیدی یا سیدی (میرے آقا ، میرے آقا) رومال خراب نہ کرو۔

دوسری یہ کہ مال کو تلف کرتی ہے اور عقل کو غارت کرتی ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربارِ نبوت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں شراب کے متعلق اپنی رائے عالی سے مطلع فرمائیے کہ یہ مال کو تلف کرنے والی اور عقل کو غارت کرنی والی ہے۔

تیسری یہ کہ اس کا پینا پڑسیوں اور دوستوں میں عداوت پیدا کراتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض اور عداوت کردے۔"

چوتھی یہ کہ اس کا پینا ذکر اللہ اور نماز سے روکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ، فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ.

"اور اللہ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ سو اب بھی باز نہ آو گے؟"

مراد یہ ہے کہ باز آجاؤ یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اے پروردگار! ہم باز آگئے۔

پانچویں یہ کہ اس کا پینا زنا میں مبتلا کردیتا ہے۔ کیونکہ شرابی آدمی بے شعوری میں بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔

چھٹی یہ کہ ہر برائی کو جنم دیتی ہے کیونکہ شراب پی لینے کے بعد ہر برائی آسان ہوجاتی ہے۔

ساتویں یہ کہ ایسا شخص محافظ فرشتوں کو ایذا پہنچاتا ہے کہ ان کو فسق کی مجلس میں لے جاتا ہے اور اپنی بدبو سے بھی ایذا دیتا ہے، مناسب نہ تھا کہ یہ ان فرشتوں کو ایذا دیتا جو اسے ایذا نہیں دیتے۔

آٹھویں یہ کہ اس شخص نے اپنے اوپر اسّی کوڑے کی سزا لازم کرلی۔ دنیا میں بھی لگے آخرت میں آگ کے کوڑے اسے سرعام لگائے جائیں گے۔ عام لوگوں کے ساتھ آباؤ اجداد اور احباب بھی اس منظر کو دیکھیں گے۔

نویں یہ کہ اس شخص نے اپنے لئے آسمان کا دروازہ بند کرلیا ہے کہ چالیس روز تک نہ اس کی کوئی دعا قبول ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی نیکی اوپر جاتی ہے۔

دسویں یہ کہ اس شخص نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا ہے، ڈر ہے کہ کہیں نزع کے وقت ایمان ہی سلب نہ ہوجائے۔

یہ وہ دس قباحتیں ہیں جو آخرت کی سزا سے پہلے دنیا میں ہی شرابی کو دیکھنی پڑتی ہے، باقی آخرت کی سزاؤں کا کیا شمار کھولتا ہوا پانی، زقوم کا درخت کھانے پینے کو اور ثواب سے محرومی وغیرہ سب امور پیش آنے والے ہیں۔ عقل مند کو ہرگز لائق نہیں کہ فانی لذت کی خاطر ابدی لذت کو چھوڑنے لگے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شراب نوشی سے مکمل اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

☆......☆......☆

قطع رحمی کرنے والے کا خوفناک انجام

عن جبیر بن مطعم ﷺ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لایدخل الجنۃ قاطع رحم.

''حضرت جبیر بن مطعم ﷺ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا
قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رشتہ داری اسی لئے بنائی ہے کہ تاکہ آپس میں ہمدردی، دُکھ سکھ میں رشتہ دار ایک دوسرے کے کام آئیں اور تعلقات کو اچھا رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے بعد رشتہ داروں کا بڑا حق مقرر کر رکھا ہے۔ اسی حق کو صلہ رحمی کہتے ہیں یعنی رشتہ ناطہ جوڑے رکھنا کیونکہ رحم مادری تعلقات کی بنیاد ہے، بے شمار رشتہ دار اسی بنا پر آپس میں بندھے ہوئے ہیں اسی لئے رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنا اور ان سے تعلقات کو منقطع کرنا قطع رحمی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قطع رحمی سے منع فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں جابجا اس بات کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَائَلُونَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ.

''اور تم اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو، اور رشتے
ناتے توڑنے سے بھی بچو۔''

اسلام میں صلہ رحمی اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کی کس قدر تاکید فرمائی گئی ہے اس کا اندازہ اس آیت کریمہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاعبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشرِكُوا بِهٖ شَيئًا وَبِالوَالِدَينِ إِحسَانًا وَبِذِي القُربىٰ.

”اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اپنے والدین اور قرابت داروں کے ساتھ احسان کرو۔“

مذکورہ بالا آیت کریمہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سے قرابت داروں کے حقوق کا ذکر فرمایا ہے، لیکن سب سے مقدم اللہ اور ماں باپ کے حقوق کے بعد قرابت داروں کے حقوق کو رکھا۔

سورۂ بنی اسرائیل میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے اپنی عبادت کا ذکر فرمایا، پھر ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے کی تاکید فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَاٰتِ ذِي الْقُرْبٰى حَقَّهٗ.

”یعنی قرابت داروں کے حقوق ادا کرو۔“

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق کے لحاظ سے ذوی القربیٰ کا تیسرا درجہ ہے۔

اسلام نے ہمیں تعلقات کو توڑنے سے منع کیا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

فلایقبل عمل قاطع رحم.

”یعنی قطع رحمی کرنے والے کا عمل قبول نہیں۔“

ایک اور حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ.“

”کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے۔“

’’حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ہر پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس دن ہر اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو مغفرت فرماتے ہیں البتہ وہ شخص بخشش سے محروم رہتا ہے کہ جس کی اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے دشمنی ہو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو) کہا جائے گا: ان دونوں کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح وصفائی نہ کرلیں۔‘‘

’’حضرت ہشام بن عامر ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دنوں سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ اور جب تک وہ اس قطع تعلقی پر قائم رہیں گے حق سے ہٹے رہیں گے۔ اوران دونوں میں سے جو (صلح کرنے میں) پہل کرے گا اس کا پہل کرنا اس کے قطع تعلقی کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ پھر اگر اس پہل کرنے والے نے سلام کیا اور دوسرے نے سلام کو قبول نہ کیا اور اس کا جواب نہ دیا تو سلام کرنے والے کو فرشتے جواب دیں گے اور دوسرے کو شیطان جواب دے گا۔ اگر اسی (پہلی) قطعی تعلقی کی حالت میں دونوں مر گئے تو نہ جنت میں داخل ہوں گے نہ جنت میں اکھٹے ہوں گے۔‘‘

دیکھئے کتنی سخت وعیدیں تعلقات کے ختم کرنے کے معاملے میں ہیں۔

لہٰذا مسلمان بھائی بہن کو چاہئے کہ اس بات کی کوشش کریں کہ وہ تعلقات بنانے والے بنیں، نہ کہ تعلقات توڑنے والے تاکہ نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی اس فضیلت میں شریک ہو جائیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہمارا کوئی بھائی بہن صلح کرنا چاہتے ہیں، معاف کرنا چاہتے ہیں، جنت میں محل حاصل کرنا چاہتے ہیں، اپنا حق دبا کر دوسرے کے حق کو مقدم کرنا چاہتے ہیں، لیکن شیطان دل میں انا کا پودا لگا کر اس کی جڑوں کو پانی دے کر اسے پختہ کرتا ہے اور دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ:

''میں ہی کیوں پہل کروں۔''

''میری غلطی نہیں تھی تو میں کیوں معافی مانگوں۔''

''بدلہ لینا تو جائز ہے میں اسی لئے ناراض ہوں۔''

''میں کوئی ان کا غلام ہوں جو ان کے سامنے جھکوں۔''

غرض شیطان اس طرح کے خیالات دل میں ڈالتا ہے اور احادیث مبارکہ میں جو فضائل وارد ہوئے ہیں انہیں نظروں سے اوجھل کرا دیتا ہے، جنت میں ملنے والے انعامات سے بندے کی توجہ ہٹا دیتا ہے۔

لہٰذا جب بھی کوئی اس طرح کا خیال آئے اس پر استغفار پڑھیں اور احادیث مبارکہ میں آنے والی ان وعیدوں پر غور کریں اور یہ عزم کریں کہ:

''ہم ہمیشہ قطع تعلق سے بچیں گی۔ اگر کوئی ہم سے ناراض ہو جائے تو ہم خود جا کر اسے منائیں گی، کوئی ہم سے تعلق توڑے تو ہم اس سے تعلق جوڑیں گی، جو غلطی کرے ہم اسے معاف کر دیں گی تا کہ ہم بھی وہ انعام حاصل کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر فرمائے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنے والے ہوں۔''

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو تعلقات جوڑنے کی قولی تلقین بھی کی ہے اور خود عمل کر کے بھی دکھلایا ہے۔ ایک حدیث میں آپ علیہ السلام نے فرمایا:

صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَاعْطِ مَنْ حَرَمَکَ وَاعْفُ عَنْ ظَلَمَکَ.

''جوتم سے توڑے تم اس سے جوڑو، جوتم کومحروم کرے تم اسے عطا کرو اور جو تمہارے اوپر ظلم کرے اس کو معاف کردو۔''

توڑنے والوں سے جوڑ پیدا کریں

اچھا برتاؤ کرنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا تو ایک منطقی بات ہے، اسی طرح ظلم کرنے والوں کے ساتھ برا سلوک کرنا ایک عام طریقہ ہے۔ لیکن اسلامی طریقہ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ تو تعلق توڑنے والوں کے ساتھ بھی تعلق جوڑنے کا اور ظلم کرنے والوں کے ساتھ بھی عفوودرگزر کا تھا۔

اسی طرح ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فتح مکہ والے دن سب کو معاف کردیا تھا جنہوں نے تکلیفیں پہنچائیں۔ آپ علیہ السلام کے قتل کے منصوبے بنائے حتیٰ کہ جنہوں نے آپ علیہ السلام کے پیارے چچا کا مثلہ بنایا تھا انہیں بھی معاف فرمادیا۔ حضور ﷺ کو ساحر کہا گیا، کلام اللہ کو شعر کہا گیا۔ صادق اور امین کہنے والوں نے مجنون اور دیوانے کا لقب دیا۔ ان سب کو آپ علیہ السلام نے معاف فرمادیا، تو ہم کیوں اس فانی دنیا کے لئے اپنی عزت وغیرت کا پرچار کرتے ہوئے قطع تعلق جیسے مذموم فعل کے مرتکب ہوکر اپنی آخرت کو برباد کریں جو کہ دار بقا ہے۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپس میں کس قدر تعلقات جوڑنے والے تھے اس کا اندازہ اس قصہ کو پڑھ کر کیجئے۔

بھلائی پہل کرنے میں ہے

حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنیفہ (ابن ابی طالب) کے

درمیان کسی بات میں اختلاف ہوگیا اور اس اختلاف نے اس قدر طول پکڑا کہ دونوں نے آپس میں گفتگو تک چھوڑ دی، آنا جانا بند ہوگیا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو محمد بن حنیفہ نے اپنے بھائی حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

أَبِيْ وَأَبُوْكَ عَلِيٌّ، وَ أُمِّي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ، وَلَايُنْكَرُ شَرَفُهَا فِيْ قَوْمِهَا، وَلٰكِنْ أُمُّكَ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ أَحَقُّ بِالْفَضْلِ مِنِّيْ، فَصِرْ إِلَيَّ حَتّٰى تَرَضَّانِيْ.

”میرے اور آپ کے والد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، اور میری امی جان بنو حنیفہ کی ایک خاتون تھیں، جن کی شرافت وعزت ان کی قوم میں مخفی نہیں، مگر آپ کی والدہ رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جن کے درجہ کو میری والدہ نہیں پہنچ سکتیں) ہیں (چوں کہ پہل کرنے میں فضیلت ہے اور) آپ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں اس لئے آپ میرے پاس آئیں اور مجھے راضی کریں (تاکہ ہمارے اور آپ کے تعلقات از سرِ نو بحال ہوسکیں)۔“

خط پڑھتے ہی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سنبھالی، جوتا پہنا اور اپنے بھائی محمد بن حنیفہ کے پاس پہنچ کر انہیں راضی کرلیا۔

اس قصے میں غور کریں، کس طرح یہ حضرات قطع تعلقی کے خلاف تھے اور کوشش کرتے تھے کہ آپس میں قطع تعلقی اور قطع رحمی نہ ہونے پائے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ خود بھی قطع تعلقی سے بچے اور کوشش کرے کہ جو اُس سے قطع تعلقی کرتا ہے اس سے بھی تعلق جوڑے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بات اللہ تعالیٰ کی

رضا کا باعث ہوگی۔ اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہئے کہ:

"اے اللہ! مجھے قطع رحمی سے محفوظ رکھ اور جو وعدے آپ نے تعلقات کی درستگی پر رکھے ہیں مجھے ان کا اعلیٰ درجہ عطا فرما۔"

قطع رحمی کی وجہ سے امانتدار آدمی بھی دوزخ میں

فقیہہ ابولیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن سلمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس مکہ میں خراسان کا ایک آدمی رہتا تھا۔ بڑا نیک آدمی تھا لوگ اس کے پاس امانتیں رکھا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے اس کے پاس دس ہزار دینار امانت رکھے اور خود سفر پر چلا گیا۔ واپس آیا تو خراسانی کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے اہل وعیال سے پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس شخص نے مکہ کے تمام فقہاء سے جو کہ ان دنوں وہاں بکثرت موجود تھے سوال کیا میں نے فلاں شخص کے پاس دس ہزار دینار وامانت رکھے تھے وہ فوت ہوگیا ہے، میں نے اس کے اہل وعیال سے پوچھا تو وہ لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایئے میرے لئے کیا حکم ہے۔ فقہاء مکہ نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ خراسانی جنتی ہوگا۔ لہٰذا رات کا تہائی یا نصف حصہ گزرنے پر چاہِ زمزم پر پہنچو اور اس میں جھانک کر آواز دو کہ اے فلاں بن فلاں میں امانت کا مالک حاضر ہوا ہوں۔ اس نے یہ عمل تین رات کیا۔ مگر اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ یہ ان حضرات کے پاس واپس پہنچا اور اپنا قصہ سنایا۔ انہوں نے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا ہمیں خطرہ ہوگیا ہے کہ کہیں تیرا ساتھی اہل دوزخ میں سے نہ

ہو۔لہٰذا تم یمن میں جاؤ، وہاں پر ایک وادی برہوت نامی ہے جس میں ایک کنواں ہے ۔تو اس میں ایک تہائی یا نصف رات گزرنے پر جھانک کر وہی آواز لگا کہ اے فلاں بن فلاں میں امانت والا شخص حاضر ہوں۔اس نے ایسا ہی کیا، وہ پہلی ہی آواز پر بول اٹھا تو یہ اس سے کہنے لگے تجھ پر افسوس ہو تو یہاں کیسے پہنچا تو تو بڑا صاحب خیر اور ایک آدمی تھا۔ کہنے لگا کہ میرے کنبے کے لوگ خراسان میں تھے۔ میں نے ان سے قطع تعلق کر رکھا تھا۔حتیٰ کہ موت آگئی تو اب اسی وجہ سے پکڑا گیا ہوں اور یہاں تک پہنچا ہوں۔البتہ تیرا مال بعینہٖ محفوظ ہے۔میں نے اس پر اپنے لڑکے کو بھی امین نہیں سمجھا اور اسے گھر میں دفن کر رکھا ہے۔ میرے لڑکے کو کہو کہ وہ تجھے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دیدے۔تو خود اندر جا کر جگہ کھود اور مال نکال لے۔ یہ شخص واپس آیا اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنا مال حاصل کر لیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صلہ رحمی کی توفیق عطا فرمائیں اور قطع رحمی سے ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔

☆......☆......☆

غیبت کرنے والے کا خوفناک انجام

عن ابی هریرة ﷺ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اتدرون ما الغیبة؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال ذکرک اخاک بما یکره قیل افرایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیه ما تقول فقد اغتبته و ان لم یکن فیه ما تقول فقد بهته. (مسلم شریف)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرو جو اُسے ناپسند ہو۔ سوال کیا گیا! اگر میرے بھائی میں وہ خرابی موجود ہے جس کا میں تذکرہ کر رہا ہوں تو کیا وہ بھی غیبت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ غیبت ہے، اگر وہ برائی اس میں نہیں پائی جاتی تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔''

غیبت نہ صرف ایک گناہ ہے بلکہ سماجی اور معاشرتی طور پر نہایت قبیح حرکت ہے، لیکن حیرت یہ ہے کہ یہ مرض و قبیح حرکت ہمارے ہاں جس قدر پھیلا ہوا ہے، دنیا کی کسی قوم، کسی فرقہ، کسی مذہب میں اس کی نظیر نہیں ملتی، بہت ہی کم لوگ ہوں گے جو اس برائی سے بچے ہوئے ہوں گے ورنہ عام طور پر ہر شخص کسی نہ کسی صورت میں غیبت کرتا نظر آتا ہے۔ بالفرض اگر کسی کو طاقت کے زور سے اس مشغلے سے روک دیا جائے تو یک لخت ان کی تمام مجلسیں بے لطف اور سرد ہو جائیں کیونکہ ان کی مجالس کی گہما گہمی اور رونق اسی غیبت کے دم سے ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ تمام لوگ پوری طرح واقف

ہیں کہ یہ نہایت بُری حرکت ہے اور گناہ بے لذت ہے، لیکن کوئی بھی اس کو ترک کرنے کو تیار نہیں۔

غیبت کی تعریف

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ فرماتے ہیں کہ غیبت کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

فقال راغب هي أن يذكر الانسان عيب غيره من غير محوج الى ذكر ذالک.

''امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ ''غیبت یہ ہے کہ آدمی بلاضرورت دوسرے کا عیب بیان کرے۔''

وقال ابن الاثير فى النهاية الغيبة ان يذكر الانسان فى غيبة بسوءٍ وان كان فيه.

''ابن اثیرؒ نہایہ میں فرماتے ہیں ''غیبت یہ ہے کہ تو کسی آدمی کی عدم موجودگی میں اس کی برائی کرے اگرچہ وہ برائی اس میں پائی جاتی ہو۔''

وقال النوویؒ فی کتاب الاذكار الغيبة ذكر المرء بما يكره سواء كان ذالک فى بدن الشخص، او دينه، او نفسه، او خلقه، او ماله، او ولده، او زوجته او خادمه، او ثوبه، او حركة او طلاقة او عبد سته او غير ذالک مما يتعلق به سواء ذكرته باللفظ او بالاشارة والرمز.

''امام نوویؒ اپنی کتاب ''الازکار'' میں فرماتے ہیں ''غیبت یہ ہے کہ کسی آدمی کے بارے میں متعلق ہوں یا اس کے دین یا اس کی دنیا، یا اس کی ذات، یا اس کی خلقت یا اس کے اختلاف یا اس کے مال یا اس کی اولاد، یا

اس کی بیوی یا اس کے نوکر و ملازم یا اس کے کپڑوں یا اس کی حرکت وسکون یا اس کے چہرہ کی بشاشت یا اس کی ترش روئی یا اس کے علاوہ جو چیزیں اس سے متعلق ہوں ان کا ذکر کرنا، برابر ہے کہ اس کا ذکر زبان سے کریں یا اشارہ سے کریں یا کنایہ سے۔''

غیبت کی مذمت

اس مہلک بیماری کی قرآن مجید نے نہایت شدید الفاظ میں مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُم أَن يَأْكُلَ لَحمَ أَخِيهِ مَيتًا فَكَرِهتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ.

(سورة حجرات: آیت/ ۱۲)

''اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کا بھید نہ ٹٹولو اور تم میں سے کوئی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ سو تم اس کو نا پسند کرتے ہو۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔''

غیبت کرنا اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا ہے

تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کا شان نزول یوں لکھا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ جس وقت کسی طرف سفر کرتے ایک ایک محتاج دو دو امیر

کے ساتھ کرتے تا کہ محتاج ان دونوں کی خدمت کرے اور ہر امیر اس فقیر کی خبر گیری کرے، چنانچہ ایک سفر میں حضرت سلمان فارسی ﷛ کو جو کہ محتاج تھے دو امیر کے ساتھ کر دیا، راستہ میں ایک روز جب منزل پر اترے وہ دونوں غنی کسی کام سے چلے گئے اور حضرت سلمان فارسی ﷛ سو گئے۔ جب وہ دونوں شخص آئے اور حضرت سلمان سے پوچھا اے سلمان ﷛ کیا تم نے کھانے کا سامان تیار کیا۔ حضرت سلمان ﷛ نے جواب دیا مجھ کو نیند آ گئی، اس وجہ سے کچھ تیار نہیں کر سکا۔ ان دونوں نے کہا جاؤ حضور ﷺ کے پاس سے کچھ مانگ لاؤ۔ حضرت سلمان ﷛ نے حضور ﷺ سے جب سرگذشت بیان کی تو حضور ﷺ نے فرمایا میرے خازن اسامہ ﷛ کے پاس جاؤ اگر کچھ حاضر ہو تو لے آؤ جب حضرت سلمان ﷛، حضرت اسامہ ﷛ کے پاس گئے اور کچھ طلب کیا تو حضرت اسامہ ﷛ کی غیبت کی اور ان کی شکایت کی اور کہا کہ حضرت اسامہ ﷛ کے پاس کھانا تھا لیکن انہوں نے بخل کیا پھر حضرت سلمان ﷛ وہاں سے بھی جواب لائے اور خالی ہاتھ آئے تو دونوں شخص خود حضور ﷺ کے پاس گئے، آپ نے فرمایا مجھے تمہارے دانتوں پر گوشت کا رنگ معلوم ہوتا ہے، ان دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آج کل گوشت نہیں کھایا، حضور ﷺ نے جواب دیا تم دونوں نے ابھی اسامہ ﷛ اور سلمان ﷛ کا گوشت کھایا، کیونکہ ان دونوں کی غیبت کی اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو بھیجا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

وجہ تشبیہ غیبت گوشت کھانا

آیت اور احادیث میں غیبت کی تشبیہ گوشت کھانے کے ساتھ واقع ہوئی ہے،

اس کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جس طرح کسی کا گوشت کھانے میں اس کی نہایت ذلت ہوتی ہے، اسی طرح اس کی غیبت میں بھی اس کی عزت ریزی ہوتی ہے، لہٰذا جب جب کسی کی غیبت کی تو اس کو اتنا ذلیل کیا گویا اس کا گوشت کھایا، اسی وجہ سے غیبت کو گوشت کھانے کے مثل بنایا اور اس تشبیہ کو خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
دوسری وجہ یہ ہے جس طرح آدمی کا یا مردار کا گوشت کھانا طبیعت کے بہت ہی خلاف ہوتا ہے اور ہر شخص اس سے پرہیز کرتا ہے اسی طرح غیبت بھی بری چیز ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو لازم ہے کہ غیبت سے اپنی زبان کو بند کرے اور اپنے نفس کو روکے۔

غیبت زنا سے بڑھ کر ہے

ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الغيبة اشد من الزنا.

''غیبت گناہ میں زنا سے بڑھ کر ہے۔''

جس طرح زنا کو لوگ معیوب جانتے ہیں، اسی طرح چاہئے کہ غیبت کو سمجھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا میں فقط رحمٰن کی مخالفت ہوتی ہے اور شیطان کی متابعت ہوتی ہے اور غیبت میں دو امر ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت دوسرے تکلیف دینا اس شخص کو جس کی غیبت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق توبہ سے معاف ہو جاتا ہے مگر بندوں کا حق یعنی جب کوئی گناہ کرے اور اس سے بندے کا حق متعلق ہو جیسے کسی کی غیبت کرے یا کسی کو گالی دے یا کسی پر تہمت لگائے اور پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنا حق تو اپنی عنایت سے معاف کر دیتا ہے۔ لیکن بندے کا حق معاف نہ ہوگا جب تک بندہ خود معاف نہ کرے۔ اسی وجہ سے بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ جتنے گناہ صغیرہ اور کبیرہ ہیں

سب معاف ہو جاتے ہیں مگر بندوں کے حقوق اس وقت تک معاف نہ ہوں گے جب تک بندے خود معاف نہ کریں اور قیامت میں صاحب حقوق دامن گیر ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیبت میں گناہ زنا سے زائد ہے، کیونکہ اگر زنا کرنے والا اپنے گناہ سے مع شرائط توبہ کرے تو خدائے تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس شخص کو معاف کر دیتا ہے اور غیبت کرنے والا اگر نادم ہوا اور غیبت سے توبہ کی تو اگرچہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا مگر وہ شخص اپنے ذمہ سے بری نہیں ہوگا جب تک کہ وہ شخص جس کی غیبت کی ہے اس کو معاف نہ کردے گا ورنہ وہ شخص قیامت کے روز غیبت کرنے والے کا پیچھا کرے گا، اور اس کا دامن پکڑے گا اور اس وقت غیبت کرنے والا کا کوئی حامی اور مددگار نہ ہوگا اور عاجزی کے ساتھ اپنے موید کی طرف رجوع کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرے گا تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

الیوم تجزیٰ کل نفس بما کسبت لاظلم الیوم.

"اس دن ہر شخص کو اپنے اعمال کے مطابق جزا ملی گی اور ہر شخص کو اپنے گناہ کی سزا ملے گی آج کے دن ظلم نہ ہوگا۔"

یہ نداس کر وہ شخص ناامید ہوگا کہ کاش کہ ہم دنیا میں ان لوگوں کی غیبت نہ کرتے اور ان کے عیوب نہ کھولتے۔

اللھم نجنا من حسرۃ یوم القیامۃ یوم الحسرۃ والندامۃ. آمین

غیبت کرنے والوں کا ہولناک منظر

ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

لما عرج بی مررت بقوم لھم أظفار من نحاس یخمشون وجوھھم وصدورھم قلت من ھؤلاء یا جبریل قال ھؤلاء الذین یأکلون لحوم

الناس ویقعون فی أعراضھم.

''جب میں شب معراج میں جبرئیل کے ساتھ گیا تو راستے میں عجیب وغریب معاملات دیکھے ان میں سے ایک یہ ہے کہ چند لوگوں کو میں نے دیکھا ان کے ناخن تانبے کے ہیں اور وہ اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے ہیں، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں کہ اس عذاب میں گرفتار ہیں، جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کی عزت ریزی (غیبت) کرتے تھے۔''

قیامت میں غیبت کرنے والے سے کیا سلوک ہوگا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من اکل لحم اخیه فی الدنیا قرب الیه لحمه فی الآخرة وقیل له کله میتاً کما اکلته حیا فیاکله فیضج ویکح.

''جس شخص نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا یعنی اس کی غیبت کی آخرت میں اس کے سامنے اس کے بھائی کا گوشت پیش کیا جائیگا اور حکم ہوگا کہ جس طرح تو نے دنیا میں اس کا گوشت کھایا یعنی اس کی غیبت بیان کی اسی طرح اب بھی اس کا گوشت کھا، غیبت کرنے والا جب منہ میں اس گوشت کو رکھے گا، نہایت گندہ منہ بنائے گا اور رسوا ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ کی آخرت وصیت

جس وقت اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو مکمل کیا اور حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی. (الایة)

''آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔''

صحابہ کرام ﷺ سمجھ گئے کہ جناب نبی کریم ﷺ کی رحلت کا وقت قریب آ گیا، کیونکہ مرتبہ کمال کے بعد پھر نقصان کا مرتبہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کیا تو یقیناً اب اس کا نقصان شروع ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں نقصان کس طرح ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ زمانہ انتقال قریب آ پہنچا۔ چنانچہ یہی امر وقوع میں آیا۔ جس وقت حضور ﷺ پر مرض الموت کی شدت ہوگئی اور مدت حیات کم رہ گئی۔ آپ جمعرات کے روز حجرے مبارک سے مسجد تشریف لائے اور کہا کہ اے بلال ﷺ مدینہ میں اعلان کر دو کہ آج رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور کچھ نصائح کرتے ہیں جس کو سننا منظور ہو وہ آئے کیونکہ یہ آخرت کی وصیت ہے۔ اب زمانہ انتقال کا وقت قریب ہے۔ حضرت بلال ﷺ نے سرور کائنات ﷺ کے حکم کے مطابق نہایت غمگین ہو کر اعلان کیا۔ یہ اعلان سن کر عشاق رسول اللہ ﷺ اور مشتاقان رسول اللہ ﷺ مسجدِ نبوی میں جمع ہو گئے، اس وقت جناب نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے اور امت مرحومہ کی جدائی پر روئے اور از حد حمد و ثناء کی اور انبیاء سابقین پر صلوٰۃ بھیجی اور نصیحتیں کرنا شروع کیں کہ

''نماز میں سستی نہ کرنا اور لونڈی و غلام کو تکلیف نہ دینا۔''

اسی طرح حضور ﷺ نے بہت سی وصیتیں کیں، منجملہ ان کے آپ ﷺ نے فرمایا:

ان اللّٰہ جامعکم یوم القیامة فی صعید واحد فی مقام عظیم وھول شدید فی یوم لاینفع مال ولابنون الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم احفضوا السنتکم وابکوا عینکم ایھا الناس لاتظلموا فان اللّٰہ ھو الطالب لمن جاز وعلیه حسابھم والیه ایابھم.

''اے میری امت! اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کے روز ایک میدان میں جمع کرے گا اس دن نہایت ہول اور دہشت ہوگی اور اولاد و مال کچھ کام نہ آئے گا، علاوہ اس شخص کے جو قلب سلیم کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگا، تم لوگوں کو چاہئے کہ اپنی زبانوں کو روکو اور ہمیشہ آنسو بہاتے رہو اور کسی پر ظلم نہ کرو، کیونکہ خدائے تعالیٰ ہی کے ذمہ ایسے لوگوں کا حساب ہوگا اور اسی کی طرف ان لوگوں کو لوٹ کر جانا ہوگا۔''

غیبت کی درست صورتیں

بعض صورتیں غیبت کی درست ہیں بلکہ بعضوں میں ثواب ہے اور جن صورتوں میں اہل شرع جواز کا حکم دیا ہے۔

(۱) شکایت ظلم یا حاکم بالا

اگر قاضی یا مفتی یا کسی امیر نے کسی پر ظلم کیا تو اپنا حق لینے کے لئے حاکم کے سامنے اس کی شکایت کرنا درست ہے، کیونکہ اگر حاکم کے سامنے ظالم کی غیبت نہ کرے گا تو اس کا حق برباد ہوجائے گا۔ اس کے علاوہ ہوسکتا ہے حاکم کا ظلم بیان کردینے پر حاکم بالا ظالم کو معزول کردے تاکہ ہر شخص اس کے ظلم سے بچے، لہٰذا ان سب فوائد کے تحت یہ صورت درست ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ:

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ.

''اللہ تعالیٰ کسی کی بدی کا اظہار کرنے کو پسند نہیں فرماتے مگر وہ شخص کہ جو مظلوم ہو اس کے لئے ظلم کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔

پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعائے بد کو کسی کے حق میں پسند نہیں کرتا مگر ہاں وہ شخص جو مظلوم ہو اس کو ظالم کے حق میں بدعا کرنا یا عیوب بیان کرنا درست ہے۔ لہٰذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جو شخص کسی کے عیوب آشکارا کرے گا یا کسی کے حق میں بدعا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے گا۔ مگر جو شخص مظلوم ہو، اس کو ظالم کے حق میں بدعا کرنا اور اس کی غیبت کرنا درست ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں شخص نے ہمارے مال میں چوری کی، ہمارے مال میں خیانت کی، ہمارا مال چھین لیا، اسی طرح ہر قسم کا ظلم بیان کرنا، حاکم بالا کے سامنے اپنا حق لینے کے لئے درست ہے۔

ایک مرتبہ جناب نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص نے بعض لوگوں سے مہمانی طلب کی ان لوگوں نے اس شخص کی کچھ مہمانی نہ کی۔ اس شخص نے ان لوگوں کی شکایت شروع کی اور علی الاعلان ان کی برائیاں بیان کی۔ صحابہ کرام ﷺ اس شخص پر ناراض ہوئے، فی الفور یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مظلوم کی غیبت کرنے کی اجازت دی۔

(۲) غیبت اصلاح عیوب

اگر کوئی شخص کسی عیب یا گناہ میں مبتلا ہے۔ اس کی خبر ایسے شخص کو پہنچانا کہ وہ اس کے عیب سے اس کو روکے گا اور اس کو نصیحت کرے گا، درست ہے۔ کیونکہ اس غیبت سے اس کو فائدہ ہوتا ہے کہ وہ شخص اس کام سے بچتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص میں کچھ عیب ہے تو اس کے والد کو اس سے خبر کر دینا یا کسی امام کو آگاہ کر دینا۔ اگر قاضی رشوت لیتا ہو تو اس کی خبر بادشاہ کو کر دینا درست ہے تاکہ والد یا امام وغیرہ اس شخص کو فعل بد سے باز رکھیں۔ اور بادشاہ قاضی کو معزول کرے یا تنبیہ کرے

تا کہ مخلوق کو نفع ہو۔ایک حدیث میں آتا ہے ابواللحم نے اپنے غلام عمیر کو گوشت بھونے کا حکم دیا، جب وہ چلے گئے تو ایک مسکین آیا اور عمیر نے وہ گوشت بغیر مالک کے اجازت کے اس فقیر کو دیدیا جب ابواللحم کو معلوم ہو تو اپنے غلام کو مارا، اس غلام نے یہ ماجرا جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا اور اپنے مولیٰ کی شکایت کی، اس نیت سے کہ آپ ﷺ اُسے نصیحت فرمائیں گے۔آپ ﷺ نے اس شخص کو بلوایا اور کہا تم نے عمیر کو کیوں مارا۔ابواللحم نے کہا کہ میری مرضی کے بغیر اس نے فقیر کو گوشت دے دیا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابواللحم یہ غلام جو صدقہ کرے گا اس کا آدھا ثواب تمہیں ملے گا۔لہٰذا اس کے مارنے میں بے باکی نہ کیا کرو اور صدقہ کے بارے میں غلام کو نہ مارا کرو۔

(۴) شرم دلانے کے لئے غیبت کرنا

اگر کوئی شخص کسی عیب میں مبتلا ہے تو اس کا بیان اور اس کی غیبت کرنا، کسی شخص کے سامنے اس نیت سے کہ جب وہ شخص سنے گا کہ فلاں میرے عیب سے واقف ہو گیا تو خود بخود شرما کے اس عیب کو چھوڑ دے گا۔درست ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص جناب نبی کریم ﷺ سے اپنے ہمسائے کی شکایت کی، آپ ﷺ نے صبر کرنے کا حکم فرمایا، پھر اس شخص نے شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے وہی مضمون ارشاد فرمایا، جب تیسری مرتبہ اس شخص نے اپنے ہمسائے کی غیبت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھر کا سامان راستہ میں ڈال دو۔جب تیسری ہمسایہ دیکھے گا تو خود بخود شرما کر تجھے تکلیف دینے سے رُکے گا۔اس شخص اپنا سامان راستہ میں ڈال دیا۔راستہ میں جو چلتا تھا تو پوچھتا تھا کہ تم نے یہ سامان راستے میں کیوں پھینکا، تو یہ شخص کہتا تھا کہ

مجھ کو میرے ہمسائے نے تکلیف دی، اس سبب سے میں نے اپنا سامان گھر سے نکال دیا۔ جب اس کے ہمسائے کو خبر پہنچی تو اس کو حیا آئی خود اس شخص کے پاس آیا اور اپنا قصور معاف کروایا اور اس کا سامان گھر لے گیا اور تکلیف نہ دینے کا وعدہ کیا۔

(۴) غیبت بغرض استفتاء

اگر کسی عالم یا مفتی کے سامنے مسئلہ پوچھنے کے لئے اور مسئلہ کی صورت بتانے کے لئے کسی شخص کا عیب بیان کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ مثلاً کسی عالم سے کہے کہ فلاں شخص مجھ کو خرچ نہیں دیتا۔ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور فلاں شخص ہی تمام مال واسباب اپنے تصرف میں لاتا ہے۔ اور مجھ کو کچھ بھی نہیں دیتا یا فلاں مکان فروخت ہوا ہے اور میں اس کا شفیع ہوں باوجود میری طلب کے فلاں شخص نہیں دیتا ہے۔ پس ایسی صورت میں کیا فتویٰ ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوسفیان کی اہلیہ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی غیبت کی اور کہا کہ ابوسفیان بخیل ہیں، خرچ دینے میں تنگی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم کو ابوسفیان خرچ نہیں دیتے ہیں تو تم بغیر ان کی اطلاع کے ان کے مال سے بقدر حاجت لے لیا کرو۔

غیبت بغرض اطلاع

لوگوں کے کسی برائی کو بیان کرنا اور ان کے اعمال شنیعہ کو عیاں کرنا کسی عالم یا زاہد یا امام کے سامنے درست ہے اس غرض سے کہ یہ عالم یا امام اس شخص کی شان میں کچھ ارشاد فرما دیں جس طرح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم لوگوں کے اوصاف بد کو حضور ﷺ کے سامنے بیان کرتے تھے اور کبھی برائیاں بھی بیان کرتے تھے۔ لیکن ان کی غرض

مسلمانوں کی ذلت نہیں ہوتی تھی کسی آدمی کی تنقیص منظور نہیں ہوتی تھی بلکہ صحابہ کرام ﷺ کا اس سے مقصد یہ تھا کہ شاید حضور ﷺ اس مضمون کو سن کر اس شخص کا حال بیان کریں اور ہم لوگوں کو بھی خبردار کریں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک جنازہ گذرا صحابہ ﷺ نے اس کی تعریف کی حضور ﷺ نے فرمایا:

وجبت. ''واجب ہوگئی۔''

اس کے بعد دوسرا جنازہ گذرا تو صحابہ ﷺ نے اس کی برائی بیان کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وجبت. ''واجب ہوگئی۔''

حضرت عمر بن الخطاب ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے دونوں مرتبہ کلمہ وجبت ارشاد فرمایا: لیکن اس کا مطلب ارشاد نہیں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں نے اول میت کی تعریف کی اس پر جنت واجب ہوگئی اور دوسرے میت کی برائی کی اس پر دوزخ واجب ہوگئی کیونکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ ہو جسکی تعریف کروگے معلوم ہوگا کہ وہ جنتی ہے اور جس کی برائی کروگے ظاہر ہوگا کہ وہ جہنمی ہے۔

(٦) غیبت فاسق معلن

جو شخص فاسق معلن ہو یعنی کھلم کھلا گناہ کرتا ہو۔ مثلاً نماز نہ پڑھتا ہو یا لوگوں پر ظلم کرتا ہو یا زنا کرتا ہو یا روزہ چھوڑنے کی عادت رکھتا ہو تو اس کی غیبت بہ نیت تذلیل درست ہے۔

اس لئے زیادہ علماء ظالم بادشاہوں کی غیبت کیا کرتے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔

ثلاثة صاحب الهوىٰ والفاسق المعلن بفسقه والامام الجائر.

''تین شخصوں کی غیبت جائز ہے۔ایک جو اپنے نفس کا متبع ہو اور مبتدع ہو، دوسرا فاسق معلن، تیسرا سلطان ظالم''

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں:۔

غیبت کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم یہ ہے کہ انسان غیبت کرے اور جب اس سے کہا جائے کہ غیبت نہ کر تو کہے یہ غیبت نہیں۔ میں اس شخص کے صحیح عیب بیان کر رہا ہوں، اس صورت میں غیبت کرنے والا کافر ہو جاتا ہے کیونکہ حرام کو حلال کہنا کفر ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کسی کی غیبت کرے اور اس کا نام نہ لے لیکن سامعین سمجھ جاتے ہوں کہ یہ فلاں شخص کی غیبت کر رہا ہے تو اس صورت میں غیبت کرنے والا منافق ہے کیونکہ ظاہر میں غیبت سے بچتا ہے، اور اس شخص کا نام نہیں لیتا ہے لیکن درحقیقت غیبت میں مبتلا ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ کسی کی غیبت کرے اور نام بھی متعین کرے اور غیبت کی بدی سے بھی واقف ہے تو اس صورت میں وہ شخص گناہ گار ہو گا۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ کسی فاسق کی غیبت کرے اس صورت میں غیبت کرنے والے کو ثواب ہو گا کیونکہ جب لوگ اس غیبت کو سنیں گے اس فاسق سے بچیں گے۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالىٰ.

''جب کوئی شخص فاسق کی تعریف کرے تو اللہ تعالیٰ اس تعریف سے بہت خفا ہوتے ہیں۔''

لہٰذا بندوں کو بھی فاسق کی عزت نہ کرنی چاہیئے۔لیکن شرع سے متجاوز نہ ہونا چاہیئے بلکہ اس طرح سے کہ شرع میں قدم ثابت رہے۔اسی لئے صحابہ کرام ﷺ منافقین اور کافروں کے عیوب بیان کرتے تھے اور علمائے حق سلاطین کی کچھ عزت نہیں سمجھتے تھے۔

سفیان بن سعید کی بادشاہِ وقت سے بے رغبتی

ہارون رشید علماء سے نہایت محبت رکھتے تھے اور صلحاء کی ہمنشینی اختیار کرتے تھے جب ہارون خلیفہ ہوئے تو سب علماء مبارک دینے کے لئے گئے مگر سفیان بن سعید اللمغفوری الثوری نہ آئے تو ہارون رشید نے ایک خط ثوری کو لکھا اور اس میں یہ مضمون درج کیا کہ ''اے ابوسفیان میں نے تم سے دوستی کی تھی اب تک میں نے الفت کی رسی نہیں توڑی اگر میں سلطان نہ ہوتا تو تمہارے پاس آتا اور جب میں سلطان ہوا تو سب لوگ میرے پاس آئے مگر تم نہ آئے، اے ابوسفیان: میں نے بیت المال کھولا اور سب کو مال دیا اور میں تمہارا بہت مشتاق ہوں فی الفور تم اس کا قصد کرو اور میرے پاس آؤ۔فقط ہارون رشید نے یہ خط لکھ کر عبار طالقانی کو دیا، اور اسے ابوسفیان کے پاس کوفہ روانہ کیا جب عبار کوفہ پہنچے اور ابوسفیان کی مسجد سامنے آئی تو ابوسفیان نماز پڑھ رہے تھے۔خط کو خاطر میں نہ لائے۔ہارون کی سلطنت کو کوئی وقعت۔

لوگوں سے کہا یہ خط ہارون ظالم کا آیا ہے میں اس کو ہاتھ نہ لگاؤ گا۔اپنے اس خط کو چھو کر اپنے ہاتھ خراب نہ کرونگا تم لوگ اس خط کو کھولو اور اس کا مضمون مجھ کو سناؤ۔ لوگوں نے خط کھولا اور اس کا مضمون ان کو سنایا۔سفیان نے کہا: اس کا جواب اسی خط کی پشت پر لکھ دو۔لوگوں نے کہا اے ابوسفیان! ہارون سلطان ہے اس کا جواب الگ

سے لکھنا بہتر ہے۔ ابوسفیان نے کہا اس ظالم کے خط کا جواب اسی کاغذ پر لکھو۔ چنانچہ یہ مضمون اس میں لکھوایا:

''اے ہارون میں نے رشتہ الفت کو توڑا اور تیری محبت سے منہ موڑا تو نے بیت المال کا مال مصرف میں خرچ نہیں کیا، مال ضائع کیا قیامت میں ہم اس کی گواہی جناب باری تعالیٰ کے سامنے دیں گے اور تیری حقیقت کو کھول دیں گے۔ اے ہارون! تو نے علماء کی صحبت چھوڑ دی، ایمان کی لذت غارت کی۔ سلطنت کو تو نے اختیار کیا۔ وبال عظیم کو اپنی گردن پر لیا ہے۔ اے ہارون تو تخت پر بیٹھا ہے۔ ریشمی لباس کا استعمال کیا، ظالم بننا پسند کیا، بلکہ ظالموں کا امام ہوا۔ اے ہارون! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب اہل حق تیرے دامن گیر ہوں گے۔ تیری نیکیاں لیں گے، اپنی بدیات تجھ کو دیں گے۔ اے ہارون یہ وصیت یاد رکھو اور خدا سے خوف کر، اے ہارون اب تم مجھ کو خط نہ لکھنا میری ملاقات کا ہرگز خیال نہ کرنا۔ فقط''

سفیان نے یہ عبارت ہارون کی خط کی پشت پر لکھوادی اور عباد نے اِس خط کو ہارون تک پہنچایا، ہارون کو اس خط کے دیکھنے سے نہایت خوف ہوا اور تادم حیات وہ خط ان کے پاس رہا۔

(۷) غیبت بغرض حفاظت

اگر کسی شخص کے سبب سے کسی کو ضرر پہنچتا ہو اور وہ ضرر سے واقف نہ ہو تو ضرر پہنچانے والے کی غیبت کرنا درست ہے تاکہ اس کے سبب سے لوگوں کو ضرر نہ ہو مسلمان کو مضرت نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص فاجر ہو، پوشیدہ عیوب میں مبتلا ہو اور کوئی عالم یا زاہد اس کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہو اور اس امر کا خوف ہو کہ اگر یہ عالم اس شخص کے

عیوب پر لوگوں کو مطلع کرے اس خیال سے کہ لوگ اس سے ڈریں اور اس کی صحبت سے بچیں، درست ہے، اسی لئے جناب نبی کریم ﷺ نے بھی لوگوں کی شکایت کی ہے بعضوں پر لعنت کی ہے تاکہ لوگ اس کے عیبوں سے واقف ہوں اور اس کی صحبت سے اجتناب کریں۔ ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اتر غبون عن ذکر الفاجر فما فيه.

''کیا تم فاجر کے ذکر سے جو کہ فسق کرتا ہو بچتے ہو، اس کو لوگوں کے سامنے ذلیل کرو اور اس کے عیوب بیان کرو تاکہ لوگ اس سے ڈریں۔''

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کو جب ابو عمر بن حفص نے طلاق دی تو حضرت معاویہ بن سفیان اور ابو جہم نے نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: معاویہ ؓ فقیر ہیں ان کے ساتھ نکاں نہ کرو اور ابو جہم عورتوں کو بہت مارتا ہے اپنے کندھے سے چھڑی نہیں اتارتا ہے بلکہ تم اسامہ بن زید کے ساتھ نکاح کرلو۔

(۸) بے حیا کی غیبت

بے حیا کی غیبت درست ہے یعنی جو شخص ظاہر میں ہر طرح کے عیبوں میں مبتلا رہتا ہے اور اگر اس کو کوئی بُرا کہے تو کچھ اثر نہ ہو، حیا اس کے پاس نہیں آتی شرم اس سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔

اسی لئے صحابہ قاتلانِ حسین ؓ کی غیبت کرتے تھے اور ان پر طعن کرتے تھے، اس سبب سے کہ وہ بے حیا تھے اپنے عیب کو ہنر سمجھتے تھے۔

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من القى جلبب الحياء فلاغيبة له.

''جو شخص حیا کے پردے کو ڈال دے اور نقاب شرم اپنے منہ سے اٹھالے اس کی غیبت درست ہے۔''

قتلِ ناحق کرنے والے کو خونِ مچھر کا غم

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایک روز ایک عراقی شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھا کہ اگر کپڑے میں مچھر کا خون لگ جائے تو اس کپڑے میں نماز درست ہے یا نہیں؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے قاتلان حسین رضی اللہ عنہ پر طعن کر کے فرمایا کہ اللہ اکبر یہ عراقی اس قدر متقی ہو گئے کہ خونِ مچھر سے احتیاط کرتے ہیں اور امام کو انہیں عراقیوں نے شہید کیا اس وقت احتیاط کو کچھ دخل نہ دیا۔

(۹) غیبت بطور حسرت وافسوس

غیبت کرنا بطور افسوس وحسرت کے درست ہے مثلاً کہا کہ فلاں شخص نماز نہیں پڑھتا یا زنا میں مبتلا رہتا ہے ہم کو اس پر افسوس آتا ہے کیونکہ کسی کے افعال پر افسوس کرنا اور مستحسن ہے بلکہ مسلمانوں کو چاہئے کہ جب کسی مسلمان کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھیں تو اس کی حالت پر شیطان سے اس کی مغلوبیت پر رحم کھائیں۔ حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں:

''کسی کے اوصاف بد کا ذکر اگر بہ نیت تذلیل ہے تو غیبت ہوگی اور اگر بہ نیت افسوس کے تذکرہ کیا ہے تو اس کا شمار غیبت میں نہ ہوگا۔''

اس طرح ہر کسی کے اوصاف بد بیان کرنا اور اس کا نام نہ لینا درست ہے۔

(۱۰) مشہور لقب بد کا ذکر

اگر کوئی شخص کسی لقب سے مشہور ہوا اور اس لقب میں ایک عیب اس شخص کا نکلتا ہو تو اس سے لقب سے یاد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ اگر اس کو اس لقب سے یاد نہ کریں گے تو لوگ اس کو نہ پہچانیں گے جس طرح لفظ ''اعرج'' ایک شخص کا لقب ہے اور اس کے معنی لنگڑانے کے ہیں اور محدثین حضرات حدیثوں کی روایتوں میں ''عن الاعرج'' وغیرہ لکھتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ حتی الوسع معیوب لقب کو بیان نہ کرے۔

(۱۱) غیبت بغرض تقویتِ دین

ردالمحتار میں ہے کہ دین کی تقویت کے لئے غیبت درست ہے جس طرح محدثین حضرات ایک دوسرے کا عیب بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ فلاں شخص جھوٹ کی عادت رکھتا ہے۔ حدیثوں کی روایت میں جھوٹ بولتا ہے۔ یا فلاں راوی جھوٹ کی عادت رکھتا ہے۔ یا فلاں راوی حدیثوں کو اپنے دل سے بیان کرتا ہے یا فلاں راوی کا حافظہ کم ہے اور جس طرح فقہاء لکھتے ہیں کہ فلان کتاب غیر معتبر ہے کیونکہ اس کا مصنف فقیہ نہیں یا فلاں شخص نے اپنی کتاب میں مسائل ضعیفہ کو درج کیا ہے۔ وعلی ہذا

(۱۲) غیبت بغرض عبرت

کسی زندہ کی غیبت کرنا یا مردہ کی اور اس کے ساتھ سزا کا ذکر کرنا لوگوں کو ڈرانے کے لئے درست ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں شخص قابل جہنم ہے کیونکہ وہ بخیل ہے اس نیت سے کہ لوگ صفت بخل سے بچیں یا کہنا کہ فلاں شخص عذاب قبر میں مبتلا ہے،

اس لئے کہ اس نے فلاں گناہ کیا تھا اور اس سے اس کی ذلت مقصود نہ ہو بلکہ لوگوں کی عبرت مرغوب ہو۔ ایک مرتبہ جناب نبی کریم ﷺ کا گذر دو قبر پر ہوا آپ نے لوگوں کی عبرت کے لئے فرمایا۔ ان دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے۔ ایک میت پر اس سبب سے کہ وہ چغل خوری کرتا تھا۔ دوسرے میت پر اس سبب سے کہ جب پیشاب کرتا تھا تو لوگوں سے پردہ نہیں کرتا تھا بلکہ ستر کھولتا تھا۔

ترک غیبت کے فائدوں کا بیان

پہلا فائدہ: مسلمانوں کا گوشت کھانے سے بچنا

کیونکہ غیبت کرنا مثل مسلمان کا گوشت کھانے کے ہے، ایک دفعہ جناب نبی کریم ﷺ نے چند اشخاص سے خلال کرنے کا حکم فرمایا: انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آج کھانا نہیں تو خلال کیوں کریں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم ہے خدا کی میں تمہارے دانتوں میں اس شخص کے گوشت کی سُرخی دیکھتا ہوں، جس کی تم نے غیبت کی ہے۔

دوسرا فائدہ: زنا کے گناہ سے بچنا

کیونکہ غیبت زنا سے بڑا گناہ ہے اور گویا غیبت کرنے والا زنا کرتا ہے۔ ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الربوا نیف وسبعون باباً اھو نھن باباً مثل من انکح امه فی الاسلام ودرھم الربوٰ اشد من خمس وثلاثین زنیة واشد الربوا و اربأ الربوا واخبث الربوٰ انتھاک عرض المسلم.

''سود خوری کے ستر سے زائد دروازے ہیں جو دروازہ بہت آسان ہے وہ حالت اسلام میں اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرنے کے مانند ہے اور سود کا ایک روپیہ لینا گناہ میں چھتیس بار زنا سے زیادہ سنگین ہے لیکن سود سے زائد تر گناہ مسلمان کی عزت ریزی میں ہے۔''

تیسرا فائدہ: وضو کا مکروہ ہو جانا

کیونکہ غیبت سے وضو میں نقصان آجاتا ہے اسی وجہ سے کوئی شخص غیبت کرے یا جھوٹ بولے اس کے لئے بہتر ہے کہ وضو کا اعادہ کرے اور اُسے تازہ کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

الحدث حدثان حدث من فیک وحدث من نومک وحدث الفهم اشد الكذب و الغيبة.

''درحقیقت جس طرح وضو سوئے سے چلا جاتا ہے ایسی ہی غیبت اور جھوٹ بھی ناقص وضو ہیں۔''

حضرت ابراہیم تابعیؒ فرماتے ہیں:

الوضوء من الحدث و اذى المسلم.

''وضو کا اعادہ دو چیزوں سے ہوتا ہے، ایک حدث سے، دوسرے مسلمان کی اذیت۔''

وہ شخص جو کہ کسی مسلمان کو وضو کے بعد اذیت دے تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا اور پھر وضو کرے۔

چوتھا فائدہ: حرام سے بچنا

کیونکہ غیبت کی حرمت باجماع آیات وحدیث ثابت ہو چکی ہیں۔ ایک

حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"المؤمن حرام علی المؤمن لحمه علیه حرام ان یاکله ویغتاب علیه بالغیب وعرضه علیه حرام ان یخرقه ووجهه علیه حرام ان یلطمه.

"ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا گوشت حرام ہے اور عزت حرام ہے لہٰذا یہ جائز نہیں ہے کہ کسی کی عزت کو مجروح کرے اور کسی کو طمانچہ مارنا بھی درست نہیں ہے۔"

پانچواں فائدہ: زبان کے زخم سے محفوظ رہنا

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

لان أرمی رجلاً بسهمٍ احب الیّ من ان ارمیه بلسانی لان رمی اللسان لایخطی.

"اگر میں کسی ر سے زخمی کردوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ کسی کو زبان سے زخمی کروں اور کسی کی غیبت کروں کیونکہ تیر مارنے میں احتمال ہے کہ شاید اس شخص کو نہ لگے بخلاف زبان کی باتوں کے کہ جب کسی شخص کی شکایت زبان سے نکلے وہ شخص زخمی ہوگیا۔"

چھٹا فائدہ: ندامت سے بچنا

کیونکہ جو شخص زبان کو نہیں روکتا ہے لوگوں کی غیبتیں کرتا ہے آخر میں نادم بھی بہت ہوتا ہے لیکن ندامت اس وقت کچھ فائدہ نہیں دیتی کیونکہ جو غیبت زبان سے نکلی وہ لوٹ نہیں سکتی، اسی وجہ سے اہل تقویٰ زبان کو لغویات سے بہت روکتے تھے اور سوائے امور ضروریہ کے کبھی کوئی بات نہیں کرتے تا کہ ندامت سے بچیں دنیا میں بھی

اور آخرت میں بھی۔

حضرت ابن مسعود ﷜ صفا پر ایام حج پر لبیک پڑھتے تھے اور اپنے نفس کو نصیحت کرتے تھے کہ اے نفس!

قل خیراً تغنم واسکت عن شر تسلم من قبل ان تندم.

"تو زبان سے اچھی بات کہہ تاکہ بہرور ہو اور کوئی بات شر کی مثل غیبت اور گالی وغیرہ کے زبان سے نہ نکال تاکہ تجھ کو ندامت سے پہلے سلامتی ہو۔"

ساتواں فائدہ: زبان کے گناہ کبیرہ سے نجات پانا

جناب نبی کریم ﷺ سے حضرت عقبہ بن عامر ﷜ نے پوچھا کہ کونسا عمل موجب نجات ہے، آپ نے فرمایا:

املک علیک لسانک ویسعک بیتک وابک علی خطیتک.

"تو اپنی زبان کو روک اس سے کوئی امر شرمت نکال اور گھر میں بیٹھ کر رہ ماسوائے اللہ سے منقطع ہو کر خدا کی عبادت کی طرف متوجہ ہو اور اپنے گناہوں پر رویا کر۔"

اسی وجہ سے بعض اہل تقویٰ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ مطلق کلام ہی کو موقوف کر دیا تھا۔ کیونکہ اگر کلام کرتے ہیں تو ممکن ہے کہ کسی کی غیبت ہو جائے۔ کسی کو ضرر پہنچ جائے۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ربیع بن خثیمؒ نے زبان کو بند کیا اور ایک گوشہ نشینی اختیار کی۔ بیس سال تک دنیا کی کوئی بات نہیں بولے اور کبھی لوگوں سے بات نہیں کی یہاں تک جس روز حضرت امام حسین ﷜ کی شہادت ہوئی لوگوں نے کہا

اگر یہ خبر ہم ان کو پہنچائیں تو شاید کچھ بولیں لوگوں نے یہ خبر حضرت ربیعؒ تک پہنچائی حضرت ربیعؒ نے یہ خبر سن کر اپنا سر زمین کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون.

اے پروردگار! خالق زمین وآسمان، عالم الغیب والشہادہ تو اپنے بندوں کے درمیان جن امور میں وہ اختلاف رکھتے ہیں انصاف کرنے والا ہے۔"

اور سوا اس کے کوئی کلام کسی سے نہیں کیا اور اپنا دل عبادت کی طرف مشغول کر دیا۔ حضرت طاووسؒ فرماتے ہیں۔

"میری زبان مثل درندے کے ہیں۔"

جس طرح درندے کو جب تک قید میں رکھو کسی کو اس سے اذیت نہیں ہوتی ہے اور جب چھوڑ دو تو ہر شخص کی جان جاتی ہے۔ اسی طرح زبان کو جب روکے رہتا ہوں تو بہتری ہوتی ہے ورنہ وہ زبان مجھ کو کھا جاتی ہے اور مجھ کو جہنم میں ڈالتی ہے۔

آٹھواں فائدہ: مردار کا گوشت کھانے سے بچنا

مردار کا گوشت کھانے سے بچنا۔ کیونکہ غیبت کرنا مثل مردار کا گوشت کھانے کے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جناب نبی کریم ﷺ کا گذر ہوا، ایک مردار خچر پر آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا:

"لان یاکل احدکم من ھذا حتی یملاء بطنہ خیر من ان کل لحم رجل مسلم.

"اس مردار کے گوشت کو سیر ہو کر کھانا انسان کی غیبت کرنے سے بہتر ہے۔"

نواں فائدہ: قیامت کے روز حسرت وافسوس سے نجات پانا

کیونکہ جب غیبت کرنے والے کا دامن لوگ پکڑیں گے تو اس کو نہایت ملال ہوگا لوگوں کی برائیاں اس کی گردن پر وبال ہونگی، اس لئے کہ اس دن اللہ رب العزت کا ظہور جلال ہوگا۔ خدا تعالیٰ ایسا غضب ناک ہوگا کہ ہر شخص خوفزدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ ہوگا کہ جم غفیر میں لوگوں کے عیوب کھلیں گے۔ صحائف لوگوں کے اڑائے جائیں گے۔ حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جب ہر شخص حساب کے واسطے بلایا جائیگا لوگوں کو ارشاد ہوگا کہ جس کا حق اس شخص پر ہو وہ آوے اور اپنا بدلہ لے لے لوگ کہیں گے کچھ ہمارا حق اس شخص پر نہیں ہے تب خدائے تعالیٰ یاد دلائے گا کہ فلاں اور اس شخص نے غیبت کی تھی فلاں روز تم کو گالی دی تھی وہ لوگ خوشی سے اٹھے گے اور اپنے حقوق کی فریاد کریں گے۔

دسواں فائدہ: رسول اللہ ﷺ کا خوش ہونا

کیونکہ قبر مبارک میں جب آپ کو خبر پہنچتی ہے فلاں شخص نے یہ گناہ کیا تو آپ کو ملال ہوتا ہے آپ اس شخص کے واسطے استغفار کرتے ہیں۔ مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور جب آپ کو نیکی کی خبر پہنچتی ہے تو آپ کی طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ اور جب کسی کی غیبت کرنے کی آپ کو خبر پہنچتی ہے، آپ کی طبیعت فی الجملہ ملول ہوتی ہے اور اگر لوگوں کی غیبت چھوڑنے کی خبر آپ سنتے ہیں تو نہایت خوش ہوتے ہیں۔

اللھم اجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا راضیاً واجعلنا معه یوم یحشر المتقون یا ارحم الراحمین. آمین یا رب العالمین

☆......☆......☆

چغل خوری کرنے والے کا خوفناک انجام

عن حذیفة ﷺ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لایدخل الجنة قتات.

"حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے کوئی چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

مسلم معاشرہ دوسرے معاشروں سے محبت اور اخوت کی عمدہ صفات کی وجہ سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ جو کہ دلوں کو الفت ومحبت اور چہروں کو مسکراہٹ سے زینت بخشتا ہے۔ اسلامی معاشرہ اہل ایمان کے مابین بھائی بندی اور پیار ومحبت کی ایک اساس اور بنیاد ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ.

"بے شک مومن آپس میں بھائی ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ ان کے دلوں میں محبت والفت ڈال دی ہے، جس کے نتیجے میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا. (سورہ آل عمران: ۱۰۳)

''اور تم یاد کرو اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو اس نے تم پر کیا۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں محبت والفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔''

ہر مسلمان بندے پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے ایسی بات نہ کرے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو، بات کہے تو اچھی ورنہ خاموشی بہتر ہے۔ کیونکہ خاموشی میں نجات ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

عن ابی هریرة ﷺ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم من كان یؤمن باالله والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیصمت.

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیئے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

چغلی کی مذمت

قرآن وحدیث میں چغلی کی شدید مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے، کیونکہ چغل خوری سے بدنیتی، نفرت، عداوت اور لڑائی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اور دلوں میں کینہ اور غصہ بھر جاتا ہے اسی وجہ سے چغلی کو بہت بڑا جرم اور حرام قرار دیا گیا ہے اور یہ کبیرہ گناہوں سے ہے۔

چغلی اس لئے بھی بہت بڑا جرم اور گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے دوستوں، میاں بیوی، خاندان، اولاد، بھائی بہنوں، پڑسیوں اور رشتہ داروں کے درمیان عداوت اور نفرت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اس لئے اسلام نے لوگوں کی باتیں نقل کرنے سے منع کیا اور ہر مسلمان کو خیر بولنے اور خیر پھیلانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ
عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ. (ن والقلم: ۱۰ تا ۱۳)

''اور تو کہنا مت مان کسی قسمیں کھانے والے بے قدر کا۔ طعنے دینے والے کا ،جو چغلی کھاتا پھرے۔ بھلے کام سے روکے۔ حد سے بڑھے۔ بڑا گناہ گار، اجڈان سے رکے پیچھے بدنام۔''

ان آیات میں کافر کی خصائل ذمیمہ کے ضمن میں چغل خوری کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان مومن بندے سے اس کافرانہ وذمیم صفت کا صدور ہرگز ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

اچھے اور بُرے بندے

عن عبد الرحمن بن غنم و اسما بنت يزيد ان النبی صلی الله عليه وسلم قال خيار عباد الله الذين إذا رؤا ذكر الله وشرار عباد الله المشاؤن بالنميمة المفرقون بين الأحبة الباغون البرآء العنت. (رواه احمد)

''حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اور حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو لوگوں میں چغلی کھاتے پھرتے ہیں (جس سے ان کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا) کہ وہ دوستوں کے درمیان نفاق وجدائی ڈال دیں اور پاکیزہ لوگوں کے دامن پر فساد اور خرابی اور زنا کاری کے چھینٹے ڈالیں یعنی اللہ کے جو نیک بندے فتنہ وفساد، گناہ اور معصیت اور کسی عیب سے پاک ومنزہ ہوتے ہیں۔ اس پر فتنہ وفساد، گناہ اور معصیت جیسے زنا کاری وغیرہ کا بہتان لگاتے ہیں اور اس طرح

ان کو ہلاکت ومشقت اور دشواریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔"

اس حدیث میں بہترین لوگوں کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اللہ کے نیک وصالح عبادت گذار بندے اللہ رب العزت کے ساتھ اپنے کمال تعلق واختصاص کی بناء پر ایسے درجے پر فائز ہوتے ہیں کہ ان کے احوال وکردار، عادات اور اطوار اور حرکات وسکنات پر انوار الٰہی پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کے چہرے پر عبادت گذاری اور اتباع دین وشریعت کی وہ علامتیں ظاہر ہو جاتی ہیں کہ جب ان کے جمال پر نظر پڑتی ہے تو بے ساختہ اللہ یاد آجاتا ہے اور دل پکار اٹھتا ہے کہ یہی اللہ کے وہ نیک بندے ہیں جو کامل عبودیت کے حامل اور انوار الٰہی کا مظہر ہیں۔

راز فاش کرنا چغل خوری ہے

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ دوسروں کا راز فاش کرنا بھی چغلی میں ہے۔ مجالس میں جو بات کی جاتی وہ بھی امانت ہے، مجلس کی راز کی بات کسی دوسرے کو بتانا یہ امانت میں خیانت ہے اور یہ بھی چغلی کے حکم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے چغل خوری اور ان جیسے ہر مہلک گناہ سے سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

پڑوسیوں کو تکلیف دینے والے کا خوفناک انجام

عن ابی هريرة ص قال قال رجل يا رسول اللّٰه! ان فلانة تذكر من كثرة صلاتها وصيامها وصدقتها غير انها تؤذى جيرانها بلسانها قال هى فى النار قال يا رسول اللّٰه ! ان فلانة تذكر من قلة صيامها وصدقتها وصلوٰتها وانها تصدق لاآوار من الاقط ولاتؤذى بلسانها جيرانها قال هى فى الجنة. (رواه احمد والبيهقى)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! بلاشبہ فلاں عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں (جانے والی) ہے پھر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بیشک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں کا تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کر دیتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء نہیں دیتی، یہ سن کر آنحضرت فخر عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں (جانے والی) ہے۔''

پاکیزہ معاشرے کی تشکیل

انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنا اسلام کی وہ اہم اور بنیادی تعلیمات ہیں، جن کے بغیر ایک انسان کو دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی، ایک آدمی صوم وصلوٰۃ کا کتنا ہی پابند کیوں نہ ہو، اگر اس کے اندر دوسروں کے حقوق کی پاسداری کا خیال نہ ہو، دوسرے مسلمان بھائی اس کی زبان اور ہاتھ پیر کی ایذا اور شر سے محفوظ نہ رہیں تو وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے جہاں اپنے بندوں کو شرک سے رکنے، ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا وہاں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:۔

وَاعبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشرِكُوا بِهِ شَيئًا وَبِالوَالِدَينِ إِحسَانًا وَبِذِي القُربَى وَاليَتَامَى وَالمَسَاكِينِ وَالجَارِ ذِي القُربَى وَالجَارِ الجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَابنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَت أَيمَانُكُم. (سورة نساء: آیت/۳۶)

”اللہ کے عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے والدین اور قرابت داروں کے ساتھ احسان کرو، اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے تمہارے ہاتھ مالک ہیں۔“

پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ ایمان کا جز ہے

”حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنا اور جس وقت آپ یہ فرما رہے تھے اس وقت میری

آنکھیں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر رکھتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے۔اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ مہمان کا اکرام کرے اور اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے۔''

اللہ پاک رحم فرمائے آج ہم مسلمانوں میں ان باتوں سے ایک بات بھی نہیں ہے نہ پڑوسیوں کے ساتھ اکرام کا معاملہ ہے نہ مہمان کے ساتھ اور جب بولیں گے تو اخلاق کے دائرے سے ہٹ کر بات کریں گے، فضول وقت ضائع کریں گے۔اس سے بہتر ہے کہ خاموش اور چپ رہیں، ثواب اگر چہ نہ ملے، مگر کم از کم گناہ تو لازم نہ آئے۔

آج مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں اس بات کا نتیجہ ہے کہ مسلمان کی زندگی حضور ﷺ کی تعلیمات وہدایات سے خالی ہیں، جب تک ہم اپنی زندگیوں میں حضور ﷺ کی سنتوں کو رواج نہیں دیں گے اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہیں کریں گے، اس وقت تک ہم ایسے ہی پریشان اور خائف رہیں گے۔

اور آپ ﷺ نے جو حقوق پڑوسیوں کے بتائے ہیں اگر مسلمان ان پر عمل کریں اور اپنی زندگیوں میں ان کو رواج دیں تو وہ دن دور نہیں، ایک دوسرے سے محبت کریں، اور اس کے ماں کی حفاظت کریں، جان کی، اور عزت وآبرو کی بھی حفاظت کریں، آپس میں بھائی چارگی ہو، امن وامان ہو، ہر کوئی دوسرے کا حق ادا کرنے

والے ہوں نہ کہ حق دبانے والے ہوں۔

آج اس طرح ہوسکتا ہے بشرطیکہ ہم اپنا اصل چہرہ قرآن وحدیث کے آئینہ میں دیکھیں اور قرآن وحدیث کو اپنا ضابطہ حیات بنائیں اور اپنی آخرت کی فکر کریں کہ ہم سب کو عند اللہ جواب دینا ہے۔

پڑوسیوں کے بارے میں حضرت جبرئیل کی وصیت

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اسی کو وارث قرار دے دیں گے۔“

مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کے حق اور اس کے ساتھ اکرام ورعایت کا رویہ رکھنے کے بارے میں اللہ رب العزت کی طرف سے حضرت جبرئیل ایسے تاکیدی احکام لاتے رہے کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید اس کو بھی وارث بنا دیا جائے یعنی اللہ رب العزت کی طرف سے یہ حکم آجائے گا کہ کسی کے انتقال کے بعد جس طرح اس کے ماں باپ اور اولاد وغیرہ وارث بنتے ہیں، اسی طرح پڑوسیوں کو بھی حق وارثت دیا جائے۔ اس سے مقصود پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت کا اظہار ہے۔

جس سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں وہ مؤمن نہیں

”حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! اس میں ایمان نہیں، اللہ کی قسم! وہ صاحب ایمان نہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ (ﷺ)! کون شخص یعنی

حضور ﷺ کس بدنصیب شخص کے بارے میں قسم کے ساتھ ارشاد فرما رہے ہیں
کہ وہ مؤمن نہیں اور اس میں ایمان نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ
وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے مامون اور بے خوف نہ ہوں یعنی
ایسا آدمی ایمان سے محروم ہے۔"

اس حدیث کے الفاظ میں غور کر کے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کس جلال سے معمور ہے اور جس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہوگا اس وقت آپ کا حال کیا ہوگا اور آپ کے خطاب کا انداز کیا رہا ہوگا۔

بہر حال اس ارشاد کا مدعا اور پیغام یہی ہے کہ ایمان والوں کے لئے لازم ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ ان کا برتاؤ اور رویہ شریفانہ رہے کہ وہ ان کی طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں، ان کے دل ودماغ میں بھی اس کے بارے میں کوئی اندیشہ اور خطرہ نہ ہو۔

افسوس ہے کہ اس طرح کی حدیثیں ہمارے علمی اور درسی حلقوں میں اب کلامی بحثوں کا موضوع بن کر رہ گئی ہیں شاذ ونادر ہی اللہ کے وہ خوش نصیب بندے ہوں گے کہ یہ حدیثیں پڑھ کر اور سن کر زندگی کے اس مقصد کو درست کرنے کی فکر میں لگ جائیں، حالانکہ حضور ﷺ کے ان ارشادات کا مقصود و مدعا یہی ہے۔ یہ حدیثیں پڑھنے اور سننے کے بعد اپنے پڑوسیوں کے ساتھ برتاؤ اور رویہ کو بہتر اور خوشگوار بنانے کی فکر نہ کرنا بلاشبہ شقاوت اور بدبختی کی نشانی ہے۔

وہ شخص مؤمن نہیں جس کا پڑوسی بھوکا ہو

"حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ آدمی

مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور وہ میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں
اپنا پیٹ بھر کر رات کو (بے فکری سے) سو جائے کہ اس کے برابر رہنے والا اس
کا پڑوسی بھوکا ہو اور اس آدمی کو اس کے بھوکے ہونے کی خبر ہو۔"

افسوس ہم مسلمانوں کے طرز عمل اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں اتنا بعد اور فاصلہ ہو گیا ہے کہ کسی ناواقف کو اس بات کا یقین کرنا مشکل ہے کہ یہ تعلیم اور ہدایت مسلمانوں کے پیغمبر کی ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشادات میں اعلان فرما دیا ہے کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کی بھوک و پیاس کے مسئلوں اور اسی طرح کی دوسری ضرورتوں سے بے فکر اور بے نیاز ہو کر زندگی گذارے وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا اور اس نے میری بات بالکل نہیں مانی اور وہ میرا نہیں ہے۔ یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے، ان تمام احادیث میں مسلم اور غیر مسلم پڑوسی کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ یہ سارے حقوق غیر مسلم پڑوسیوں کے بھی ہیں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

☆......☆......☆

جھوٹ بولنے والے کا خوفناک انجام

عبد الله ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال إن الصدق یهدی إلی البر وإن البر یهدی إلی الجنة و ما یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عندالله صدیقاً، وان الکذب یهدي الی الفجور وان الفجور یهدي الی النار، وما یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عندالله کذابًا. (رواہ مسلم)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک سچائی بھلائی کی طرف لے جاتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچائی کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ اور اس کو تلاش کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور بے شک جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لی جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا راستہ تلاش کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''

جان بوجھ کر واقعہ کے خلاف کوئی بات بیان کرنا، یا کسی بھی سنی سنائی بات کو تحقیق کے بغیر آگے نقل کرنا جھوٹ کہلاتا ہے۔

دور حاضر میں بات بات پر جھوٹ بولنا، اور جو بات بھی سنے اسے بلا تحقیق دوسرے لوگوں بیان کرنا، اور بلا وجہ افواہیں پھیلانا ہمارے معاشرے کی عام بیماری

ہے۔اور ایسی چیزیں بالخصوص باہمی اختلاف اور لڑائی کے وقت معاملہ کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی۔اور اس طرح کی نازیبا حرکت کرنے والا انسان جھوٹا کہلاتا ہے۔جس کی قرآن وحدیث میں سخت مذمت آئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

قتل الخرّاصون.

''بے سند باتیں کرنے والے غارت کردیئے گئے۔''

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ. (سورة المؤمن آيت ۲۸)

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گذر جانے والا جھوٹا ہو۔''

جھوٹی باتوں سے ہنسانے والے کے لئے ہلاکت ہو

مسند امام احمد بن حنبل کی ایک روایت میں حضرت بہز بن حکیم سے منقول ہے۔جس میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاکت ہو اس آدمی کے لئے جو جھوٹی بات بیان کر کے لوگوں کو ہنسانا ہو۔

اس سے بڑھ کر جھوٹی بات یہ ہے کہ انسان قسم کھا کر جھوٹی بات بیان کرے تا کہ لوگ اس کو سچ جانیں۔اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ. (سورة المجادلة: آيت ۱۴)

''اور جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ عہدِ نبوت کے ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جو جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو یہ باور کراتے تھے کہ ہم بھی تمہاری طرح مسلمان ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلط بیانی کی اس آیت میں سختی سے تردید فرمادی۔

سب سے بڑا جھوٹ

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ بلاشبہ جھوٹی باتوں میں سب سے بڑی جھوٹی بات یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے۔ اسی طرح پوری طرح تحقیق کئے بغیر کسی قرآنی آیت یا حدیث نبوی کا غلط مفہوم اور مطلب بیان کرنا یا لکھنا بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ جس کی قرآن وحدیث میں سخت ممانعت آتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من كذب علی متعمداً فليتبوأ مقعده من النار.

''جس نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولا پس اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ زبان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور ہمیشہ اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ فضول، بیہودہ اور جھوٹی باتوں میں استعمال نہ ہونے پائے۔ اور کسی مسلمان بھائی کو تکلیف نہ پہنچے بلکہ تلاوت قرآن کریم ذکر الٰہی، اور وعظ ونصیحت اور بھلائی کے کاموں میں استعمال کرنا چاہئے۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت.

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ بھلائی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔''

بدگمانی بھی جھوٹ میں شامل ہے

ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے بدگمانی کو بھی جھوٹ سے تعبیر کیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایاکم والظن فان الظن أکذب الحدیث.

”تم لوگ بدگمانی سے بچو، بے شک بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔“

مسلم شریف میں ایک اور روایت حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثلاثة لا یکلمھم الله یوم القیامة ولا ینظر إلیھم ولا یزکیھم ولھم عذاب ألیم: شیخ زان وملک کذاب وعائل مستکبر.

”تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کریں گے اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھیں گے اور نہ ہی ان کو پاک کریں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ، اور متکبر فقیر۔“

خلاصہ یہ ہے کہ ہم آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں بخوبی جانچ سکتے ہیں کہ ہم اپنی زبان کی حفاظت کر رہے ہیں یا نہیں؟ اس کو ہم ذکر اور بھلائی کے کام میں استعمال کر رہے ہیں یا نہیں؟ یا اس کو فضول باتوں اور جھوٹی باتوں اور دوسرے مسلماں بھائی کو تکلیف پہنچانے میں استعمال کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

ٹخنوں کے نیچے لباس پہننے والوں کا خوفناک انجام

عن ابی هریرة ﷛ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلِیْهِ وسلم مَااَسْفَلَ مِنَ الکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّار. (مشکوٰۃ، ص. ۳۷۳ از بخاری)

”حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے جو تہبند ہو وہ دوزخ میں (لے جانے والا) ہے۔“

آج کل فیشن کے زور میں ہمارے معاشرے میں یہ برائی کثرت سے پھیل گئی ہے کہ اپنی شلواریں یا پتلون ٹخنوں سے نیچے تک رکھتے ہیں اور بلا وجہ عذاب الٰہی کے مستحق بن جاتے ہیں۔ حالانکہ شلوار یا پتلون وغیرہ کو ٹخنوں سے اونچا رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ذرا توجہ اور اہتمام سے یہ کام آسان ہو سکتا ہے۔ یہاں تک بعض لوگ اپنے آپ کو دیندار سمجھنے کے باوجود ان کی شلواریں اور پائجامے ٹخنے سے نیچے تک آجاتے ہیں۔ بظاہر یہ بات بہت معمولی معلوم ہوتی ہے، حالانکہ حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری ﷛ سے مرفوعاً مروی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثلاثة لایکلمهم اللّٰه یوم القیامة ولاینظر الیهم ولایزکیهم ولهم عذاب الیم. المسبل ازاره، والمنان الذی لایعطی شیئا الا منه والمنفق سلعة بالحلف الکاذب.

”تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ ہی بات کریں گے اور نہ ہی ان کو رحمت کی نظر سے دیکھیں گے اور نہ ہی ان کو پاک کریں گے۔

اوران کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ پہلا وہ شخص جوٹخنوں کے نیچے لباس پہننے والا، دوسرا وہ شخص جو تھوڑی سی چیز دیکر احسان جتانے والا، تیسرا وہ شخص جو جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔“

ایک دوسری حدیث شریف میں ٹخنے سے نیچے لباس لٹکانے کو تکبر کی علامت بتا دیا گیا ہے اور تکبر بھی جہنم میں پہنچانے والا عمل ہے۔ لہٰذا اس چیز کی عادت ڈالنی چاہئے کہ کبھی بھی لباس ٹخنے سے نیچے نہ ہو۔

ٹخنے ڈھانپنے کی شرعی حیثیت:

مردوں کے لیے شلوار یا تہبند وغیرہ پہننے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ شلوار وغیرہ آدھی پنڈلی تک رکھی جائے اور بقیہ آدھی پنڈلی ننگی رکھی جائے لیکن اگر پنڈلی کو ٹخنوں تک بھی چھپا دیا جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے اس کی گنجائش اور اجازت ہے شرط یہ ہے کہ ٹخنے کھلے رکھے جائیں اس پر کوئی شلوار وغیرہ کا حصہ نہ رہے۔

ٹخنے ڈھانپنا مطلقاً حرام ہے' تکبر کی نیت ہو یا نہ ہو اس کی حرمت عام ہے' چاہے نماز کی حالت میں ہو یا نماز کے بغیر ہو۔

ٹخنوں سے نیچے شلوار کرنا بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے

اسراف

یعنی جو حصہ شلوار یا تہبند وغیرہ کا ٹخنوں پر ہے اور جو ٹخنوں سے نیچے ہے وہ یقیناً اسراف میں داخل ہے' جو گناہ ہے اور قرآن کریم میں اسراف سے منع کیا گیا ہے کہ ولا تسرفوا کہ اسراف نہ کرو۔ فضول خرچی نہ کرو۔

تشبہ بالنساء

یعنی عورتوں کو ٹخنے ڈھانپنے کا حکم ہے اور مردوں کو ٹخنے ننگے رکھنے کا حکم ہے تو ٹخنے ڈھانپنے والے نے عورتوں سے مشابہت اختیار کی جو قابل لعنت فعل ہے۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ

ان رسول اللّٰہ ﷺ لعن الرجل یلبس لبسة المرأة

''لعنت فرمائی رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی پر جس نے عورت جیسا لباس پہنا۔''

مظنة الخیلاء

یعنی شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنے والے کے متعلق ہر وقت متکبر ہونے کا گمان رہتا ہے اس لئے کہ یہ تکبر کی نشانی ہے۔

اصرار علی المعصیة

یعنی گناہ پر اصرار و ہمیشگی کرنا۔ یعنی شلوار وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے کرنا گناہ ہے اور کسی گناہ پر پختہ رہنا اور بار بار کرنا یہ گناہ کی سنگینی اور قباحت میں اور اضافہ کرتا ہے۔

تخفیف المعصیة

یعنی گناہ کو ہلکا سمجھنا۔ بہت سے لوگ اس کو گناہ نہیں سمجھتے اور بعض گناہ تو سمجھتے ہیں مگر ہلکا گناہ سمجھتے ہیں اور کسی گناہ کو ہلکا سمجھنا مستقل گناہ اور حرام ہے۔

تشبہ بالفساق و الکفار

یعنی کفار اور فساق و فجار کے ساتھ مشابہت اس لیے کہ آج کل کفار اور فاسق فاجر لوگوں کا لباس اسی طرح ہے۔

اظهار المعصية

اعلانیہ گناہ یعنی ایسا گناہ ہے جو سب کو نظر آتا ہے سب کے سامنے کرتا ہے اور اگر کوئی عالم دین یہ فعل کرتا ہے تو عام لوگوں کے لیے تائید کا باعث بنتا ہے عام لوگ اس کا یہ فعل بطور دلیل پیش کرتے ہیں اس کے علاوہ ہر وقت چلتے پھرتے لیٹتے بیٹھتے گناہ میں مبتلا رہتا ہے اور حدیث شریف

كل امتى معافى الا المجاهرين.

کے مصداق بنتا ہے کہ میرا ہر امتی قابل معافی ہے مگر اعلانیہ اور دلیری کے ساتھ گناہ کرنے والا قابلِ معافی نہیں۔

جبر الخياط

درزی کو اس طرح شلوار بنانے پر مجبور کرنا ہے۔ یعنی درزی کا لمبی شلوار وغیرہ کا سینا جس سے ٹخنے چھپ جائیں ناجائز ہے کیونکہ گناہ کی مدد بھی گناہ ہے اس سے جہاں درزی گناہ گار ہوگا وہاں سلنے کے لیے دینے والا بھی ذریعہ بننے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

تعلق بالنجاسة

شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا نجاست اور گندگی میں ملوث ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے کئی نمازیں خراب ہوسکتی ہیں۔

☆......☆......☆

رشوت لینے، دینے والے کا خوفناک انجام

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ الراشی والمرتشی فی النار. (معجم الصغیر، الطبرانی: ۱/۵۷)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔''

قرآن مجید اور احادیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُم تَعْلَمُونَ. (سورہ بقرۃ:آیت/۱۸۸)

''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی سے کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کرلیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو (کہ وہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے)''۔

حق بات کو چھپانے یا اپنا کوئی مسئلہ حل کروانے کے لئے حاکم، قاضی یا وکیل یا کسی ایسے منصب کے حصول کے لئے جس کا وہ مستحق نہیں، افسران بالا کو کسی قسم کی مالی منفعت دینے کو رشوت کہا جاتا ہے۔ رشوت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

دورِ حاضر کے مسلم معاشرہ میں یہ بیماری وسیع پیانے پر پھیل گئی ہے۔ یہاں تک بعض سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے بڑے افسروں اور ذمہ داروں نے اس کو اپنا ذریعہ آمدنی بنالیا ہے۔ اس کے بغیر کسی مستحق شخص کا کسی بھی محکمہ میں تقرر

تقریباً ناممکن ہوگیا ہے۔

رشوت کا لین دین زیادہ تر مقدمات کے سلسلہ میں ہوتا ہے اس لئے بعض احادیث میں خصوصیت کے ساتھ مقدمات کا ذکر آیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ ایک موقع پر حضور ﷺ نے یوں بدعا فرمائی ہے۔

لعن اللہ الراشی والمرتشی فی الحکم.

مقدمہ کے سلسلے میں رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے جب لعنتی حدود اللہ کو توڑنے کے جرم میں جہنم میں داخل کئے جائیں گے تو ہر گروہ یا جماعت کے افراد اپنے امیر یا سردار یا لیڈر پر لعنت کریں گے کہ تم ہمیں بھی لے ڈوبے، اور ہر جماعت یا گروہ کا امیر یا سردار یا لیڈر اپنے متبعین پر لعنت بھیجے گا، ملعونو اگر ہم معصیت کے نشے میں سرشار ہو چکے تھے تم کیوں اندھے بن گئے تھے:

کلما دخلت امة لعنت اختها.

جس وقت بھی کوئی نئی جماعت دوزخ میں داخل ہوگی وہ اپنے جیسے ہم مسلک وہم مشرب جماعت پر لعنت کرے گی۔

اندازہ لگایئے راشی کی بدنصیبی اور بدبختی کا کہ حضور ﷺ اس پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار فرما رہے ہیں۔ اور جس پر اللہ کی لعنت ہو جائے وہ ہر قسم کی سعادتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے جنت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ لعنتی انسان کے دل پر تالا لگ جاتا ہے وہ ذہنی سکون اور قلبی اطمینان سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کے مال میں برکت نہیں رہتی ہے۔ جتنا بھی مل جائے وہ ہائے وائے کرتا رہتا ہے وہ جسمانی اور روحانی بیماریوں میں پھنس جاتا ہے یہ انفرادی

جرم کی انفرادی سزائیں اور اثرات ہوتے ہیں لیکن جب کسی قوم میں اجتماعی طور پر رشوت کی وبا عام ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس قوم پر رعب اور خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ڈر دلوں سے نکلنے کے بعد ہر کسی کا ڈر اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور اس بات کا مشاہدہ آپ اپنے معاشرے پر ایک نظر ڈال کر بھی کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں چونکہ اوپر سے نیچے تک رشوت کی وبا عام ہے اس لئے پوری قوم نفسیاتی طور پر رعب اور خوف میں مبتلا ہے۔ چوروں اور ڈاکوؤں کے خوف ہماری زندگی کو اجیرن بنا دیا ہے اور ان کے علاوہ بھی ہر قسم کے اندیشے ہم پر مسلط ہیں۔

ملکی سطح پر دیکھیں تو امریکہ کے عیسائیوں سے ہم مرعوب ہیں اور تو اور ہندوستان جس کی بزدلی ضرب المثل ہے اس سے بھی مرعوب ہیں۔ اسلام نے رشوت کی ان قباحتوں اور مذموم اثرات ہی کی وجہ سے صرف رشوت ہی کو حرام نہیں کیا بلکہ رشوت کے تمام دروازے بھی بند کر دیئے، اللہ رب العزت جانتے تھے کہ کچھ لوگ ہدیہ، تحفہ، گفٹ اور عطیہ کی صورت میں رشوت دینے کی کوشش کریں گے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا حضرت ابو امامہ باہلی ﷺ سے روایت ہے۔

من شفع لأخيه بشفاعة فأهدى له عليها بهدية فقد أتى باباً عظيمًا من ابوب الربا.

''جس نے اپنے کسی بھائی کے لئے سفارش کی ہو، اور اس کے بدلے میں اس کو ہدیہ پیش کیا، اور اس نے اس کو قبول کیا ہوا تو اس نے سود کے دروازوں میں بڑا دروازہ کھولا ہے۔''

یہ رشوت کا اخروی نقصان ہے۔ اس کا دنیاوی نقصان یہ ہے کہ اس سے دوسرے مستحق بھائی پر ظلم اور اس کی حق تلفی اور ظالم و جاہل اور نااہل لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں فساد اور بگاڑ پیدا ہونے کے قوی امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

ابن جریرؒ کی ایک روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کو ہر سال اونٹ کی ایک ران کا ہدیہ دیا کرتا تھا۔ اتفاق سے اس کا آپ کے پاس مقدمہ آ گیا تو اس نے اپنا تعلق جتانے کے لئے حضرت عمرؓ سے اشارۃً کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہمارے درمیان اس طرح فیصلہ کیجئے جیسے اونٹ کی ران منتقل ہوتی ہے، حضرت عمرؓ اس کا مطلب سمجھ گئے اور اسی وقت آپ نے عہد کیا تمام حاکموں کو لکھ کر بھیجا کہ

لاتقبلوا الهدية فانها رشوة.

''ہدیہ قبول نہ کرو اب یہ رشوت ہے۔''

خلفائے راشدین کی اسی احتیاط اور دوراندیشی کی وجہ سے اسلام کے روشن دور میں رشوت کا دور دور تک نام ونشان نہیں تھا۔ اصل میں وہاں قانون نہیں تھا بلکہ انسان کے باطن کو بدل دیا گیا تھا، حضور ﷺ کی تعلیمات کے نتیجے میں اس کی سوچ بدل گئی تھی۔ اس کا مزاج بدل گیا تھا، اس کے جذبات بدل گئے تھے۔ اس زندگی کی ترجیحات بدل گئی تھی۔ لیکن ہمارے ہاں چونکہ انسان کو اندر سے بدلنے کی کوشش نہیں کی جاتی اور پورے نظام کو بدلنے کی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ اسی گندے نظام میں نئے نئے آرڈیننس نافذ کر کے اور نئے نئے محکمے

قائم کر کے رشوت کے انسداد کی کوشش کی جاتی ہے اس لئے کوئی کوشش کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتی بلکہ نئے محکموں کے قیام سے رشوت کا ریٹ مزید بڑھ جاتا ہے اور اس کے دائرہ اثر میں مزید وسعت ہو جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر اسلامی حکومت میں ایک سچا مسلمان اپنے جائز کام کے لئے بعض اوقات حکومت کے بے ایمان ملازموں کو رشوت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن ملازمین حکومت اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کو ہر حالت میں رشوت (خواہ یہ کسی بھی صورت میں ہو) لینے سے احتراز کرنا چاہئے ورنہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو رشوت لینے اور دینے سے بچائے خواہ وہ کسی صورت میں ہو۔ آمین

☆......☆......☆

تکبر کرنے والوں کا خوفناک انجام

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يحشر المتكبرون امثال الذرّ يوم القيٰمة فى صور الرجال يغشاهم الذل، من كل مكان يساقون الى سجن فى جهنم يسمّٰى لولس ، تعلوهم نار الانيار ، يسقون من عُصارة اهل النار طينة الخيال. (ترمذی)

''حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تکبر کرنے والوں کا حشر قیامت کے دن چونٹیوں کی طرح ہوگا (جسم چونٹیوں کے برابر ہوں گے اور صورتیں انسانوں کی ہوں گی۔ ہر طرف سے ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی ان کو دوزخ کے جیل خانہ کی طرف چلایا جائے گا جس کا نام بولس ہے ان پر آگوں کو جلانے والی آگ چڑھی ہوگی ان کو دوزخیوں کے جسم کا نچوڑ پلایا جائیگا۔''

اللہ رب العزت نے قرآن مجید ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُختَالًا فَخُورًا.

''بلاشبہ اللہ ہر ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو تکبر کرنے والا فخر کرنے والا ہو۔''

تکبر بری بلا ہے، یہی ابلیس کے ملعون ہونے کا سبب بنا ہے۔

اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں اور

دوسروں کو حقیر جانتے ہیں۔ لفظ ''مختال'' خیلاء سے ماخوذ ہے یہ لفظ اپنے کو بڑا سمجھنے، اترانے، اپنے آپ میں پھولے نہ سماتے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اپنے کو بڑا سمجھنا یہ دل کا بہت بڑا روگ ہے اور اکثر گناہ اسی وجہ سے ہوتے ہیں۔ شہرت کا طالب ہونا، اعمال میں ریاکاری کرنا، ناحق پر اصرار کرنا، حق کو ٹھکرانا، شریعت پر چلنے میں خفت محسوس کرنا گناہوں کو اس لئے نہ چھوڑنا کہ معاشرے والے کیا کہیں گے یہ سب تکبر سے پیدا ہونے والی چیزیں ہیں۔

مختال کی مذمت کے ساتھ ''فخور'' کی بھی مذمت فرمائی ہے لفظ ''فخور'' فخر سے ماخوذ ہے شیخی بگھارنا، اپنی جھوٹی تعریفیں کرنا لفظ فخر اس سب کو شامل ہے۔ بہت سے لوگوں کو یہ مرض بھی ہوتا ہے کہ مال یا علم یا عہدہ کی وجہ سے فخر کرتے ہیں۔ ان کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور یہ کہ اللہ کے عاجز بندے ہیں۔ جو کچھ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہیں وہ اپنے خالق و مالک کو بھول جاتے ہیں۔ بندہ کا مقام یہ ہے کہ اپنے آپ کو عاجز سمجھے اور شکر گذار رہے اور اللہ کے دوسرے بندوں کو حقیر نہ سمجھے۔

پہلی نافرمانی کی وجہ تکبر

اللہ رب العزت کی سب سے پہلی نافرمانی تکبر کی وجہ سے ہوئی، اللہ رب العزت نے فرشتوں کو حکم دیا:

اسجدو لآدم؟

''آدم کو سجدہ کرو''

سب سجدے میں گر پڑے ابلیس کے سوا۔ ابلیس سے پوچھا تجھے کیا ہوا تو نے

سجدہ کیوں نہیں کیا۔ کہنے لگا:

انا خیر منه.

''میں اس سے زیادہ بہتر ہوں۔''

سب سے پہلی نافرمانی ''میں'' کی وجہ سے ہوئی یہ ''میں'' بڑی بُری بیماری ہے۔ شیطان دلیل دینے لگا آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا اور یہ بھول گیا کہ میں کس بارگاہ میں کھڑا ہوں۔ اللہ رب العزت حکم دیا:

فاخرج منها فانک رجیم وان علیک لعنتی الی یوم الدین.

(سورۃ ص: آیت/۷۸)

''نکل جا یہاں سے تو مردود ہے، قیامت تک میری تیرے اوپر لعنتیں برستی رہیں گی۔''

اللہ کی چادر

حدیث پاک میں آتا ہے اور یہ حدیث قدسی ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

الکبریاء ردائی ومن نازعنی قصمته.

''کہ بڑائی میری چادر ہے جو اس چادر کو مجھ سے کھینچتا ہے، میں اس بندے کی گردن توڑ دیتا ہوں۔''

متکبر کو ذلت ملتی ہے

ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من تکبر وضع الله حتی لهوا دون علیهم من کلب او خنزیر.

جو کوئی تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نیچے لٹاتے ہیں گراتے ہیں۔ اتنا ذلیل کرنے

ہیں کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور خنزیر سے زیادہ بدتر ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی جو کہ قرآنِ کریم میں مذکور ہے، انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

لاتمش فی الارض مرحاً ان لن تخرق الارض ومن تبلغ الجبال طولا. (سورۃ الاسرار: آیت/۳۷)

''زمین میں اکڑ نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے نہ تو پہاڑوں کی اونچائی کو حاصل کرسکتا ہے۔''

یعنی غرور سے مت دیکھو اور لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبروں کی طرح بات نہ کرو بلکہ خندہ پیشانی سے ملو۔ کیونکہ اترانے اور شیخیاں مارنے سے آدمی کی کچھ عزت نہیں بڑھتی بلکہ ذلیل وحقیر ہوتا ہے سامنے تو نہیں پیٹھ پیچھے لوگ بُرا بھلا کہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی نگاہ میں تو عظیم مگر دوسروں کی نظر میں حقیر ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ایک دن برسر منبر اپنے خطبہ میں فرمایا:

یایھا الناس تواضعوا فانی سمعت رسول اللہ یقول من تواضع للہ رفعہ اللہ فھو فی نفسہ صغیر و فی اعین الناس عظیم ومن تکبر وضعہ اللہ فھو فی اعین الناس صغیر و فی نفسہ کبیر حتی لھو اھون علیھم من کلب او خنزیر.

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان فصل فی التواضع: ج ۱۷/۷، ص/۱۸۲)

''اے لوگو۔ فروتنی اور خاکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے جس نے اللہ کے لئے خاکساری کا رویہ اختیار کیا تو اللہ اس کو بلند کرے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوگا لیکن عام بندگان خدا کی نگاہ میں اونچا ہوگا اور جو کوئی تکبر اور بڑائی کا

رویہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرادے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہ میں ذلیل وحقیر ہو جائے گا اگرچہ اپنے خیال میں بڑا ہوگا لیکن دوسروں کی نظر میں وہ کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا۔"

آنحضرت ﷺ کی دعا

ایک حدیث میں آتا ہے جناب نبی کریم ﷺ یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے:

اللهم اجعلني في عيني صغيراً وفي اعين الناس كبيراً.

"اے اللہ! مجھے اپنی نظر میں چھوٹا اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنادے۔"

کیونکہ لوگوں کی آنکھوں میں عزت ووقار ہوگی تو وہ دین کی باتیں سنیں گے تو عزت دے لوگوں کی نظر میں تاکہ میں تیرے دین کا کام کرسکوں۔ مگر اپنی آنکھوں میں مجھے چھوٹا بنادے۔ یہ دعا اللہ رب العزت سے بار بار مانگنی چاہئے جو کہ تکبر ختم ہونے کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وجہ فضیلت

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سامنے سے آرہے تھے۔ ان کو دیکھ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

هذا ابو ذر.

"یہ ابوذر آرہے ہیں۔"

جناب نبی کریم ﷺ بڑے حیران ہوئے جبرائیل علیہ السلام کی زبان سے ان کا نام سن کر۔ پوچھا جبرائیل! آپ کو کیسے تعارف ہوا ابوذر کے بارے میں۔ تو حضرت

جبرائیل علیہ السلام جواب میں فرماتے ہیں:

هو اشهر عندنا منه عندكم.

اے اللہ کے محبوب جتنے ابوذر آپ لوگوں میں مشہور ہیں اس سے زیادہ وہ آسمان کے فرشتوں میں مشہور ہیں۔ جناب نبی کریم ﷺ حیران ہوکر پوچھتے ہیں کہ:

جبرئيل! بماذا نال هذه الفضيلة.

''جبرائیل! ابوذر کو یہ فضیلت کیسے ملی؟''

کہ دنیا میں مشہور ہیں اور فرشتوں میں زیادہ ہیں۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

لصغره في نفسه.

ابوذر اپنے آپ میں اپنے کو چھوٹا سمجھتے ہیں۔

و كثرة قرآته.

اور قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرنے کی وجہ سے اللہ کے ہاں فرشتوں میں زیادہ مشہور ہیں۔ تو جو بندہ اپنے آپ کو اپنی ذات میں چھوٹا سمجھے وہ بندوں میں تھوڑا بھی مشہور ہو تو اوپر آسمانوں پر اس کی مشہوری زیادہ ہوتی ہے۔ جس کی آسمانوں میں مشہوری ہو تو سبحان اللہ کتنا خوش نصیب انسان ہے۔ لہٰذا آج کے بعد یہی دل میں سوچئے ہم نے اپنے آپ کو چھوٹا بنانا ہے۔ اور دستور بھی یہی ہے کہ جو شخص اس دنیا میں بڑا بننا چاہے تو اس کو چاہئے کہ چھوٹا بن جائے۔

من تواضع لله رفعه الله.

''جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تکبر سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

☆......☆......☆

امانت میں خیانت کرنے والے کا خوفناک انجام

عبداللہ ابن مسعود رضی اللّٰہ عنه النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انه قال القتل فی سبیل اللّٰہ یکفر الذنوب کلها أو قال کل شیء الأمانة یؤته بصاحب الامانة فیقال له أدامانتک فیقول أني یا رب وقد ذهبت الدنیا؟ فیقال له اد امانتک فیقول أني یا ربّ......فیقول اذهوبا به الی أمه الهاویة فیذهب به الی الهاویة فیلوی فیها حتی ینتهي الی قعرها فیجدها هنالک کهیئة فیحملها فیفعها علی عاتقه فیصعد بها الی شفیر جهنم حتی اذار وانه قد خرج ذلت قدمه فهوی فی اثرها أبد الأبدین الخ.... (تفسیر ابن کثیر:۳/ ۶۸۲)

''حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ کا قتل (شہید ہونا) تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے مگر امانت کی خیانت کونہیں مٹاتا، ان خائنوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا جاؤ ان کی امانتیں ادا کرو یہ جواب دیں گے خدایا کہاں سے ادا کریں دنیا تو جاتی رہی تین مرتبہ یہی سوال وجواب ہوگا، پھر حکم ہوگا کہ انہیں ان کی ماں ہاویہ میں لے جاؤ ،فرشتے دھکّے دیتے ہوئے گرادیں گے تلے تک پہنچ جائیں گے تو انہیں اسی امانت کی ہم شکل جہنم کی آگ کی چیزیں نظر پڑے گی، وہ اس کے گلے میں ڈال کر یہ اسے لیکر اوپر کو چڑھیں گے، جب کنارے تک پہنچیں گے تو پاؤں پھسل جائے گا پھر گر پڑیں گے اور جہنم کے نیچے تک گرتے چلے جائیں گے، پھر لائیں گے پھر گریں گے، ہمیشہ اسی عذاب میں رہیں گے۔''

قرآن مجید اور احادیثِ شریفہ میں امانت کی حفاظت کی سخت تاکید آئی ہے۔ جبکہ اس میں خیانت کو جرم عظیم قرار دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُم أَن تُؤَدُّوا الأَمَانَاتِ إِلَى أَهلِهَا وَإِذَا حَكَمتُم بَينَ النَّاسِ أَن تَحكُمُوا بِالعَدلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا. (سورة النساء: آیت/۵۸)

''بے شک اللہ تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ امانت والوں کو امانتیں دے دیا کرو، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی تمہیں نصیحت فرماتا ہے وہ بہت اچھی ہے بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

سورۃ الانفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُم وَأَنتُم تَعلَمُونَ. (سورة الانفال: آیت/۲۷)

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کے حقوق میں خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں خیانت نہ کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔''

اسلام نے جو امانت دار رہنے کی تعلیم دی ہے اور خیانت سے بچنے کی تاکید کی ہے عام لوگوں کو اس طرف کچھ بھی دھیان نہیں ہے رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

(۳) اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

آج کل خیانت کا مزاج بنا ہوا ہے اور اس کا عام رواج ہو گیا ہے۔ جس کو جہاں موقع ملتا ہے حقیر دنیا کے لئے خیانت کر بیٹھتا ہے۔ کاروبار کے شریک آپس میں ایک دوسرے کی خیانت کرتے ہیں۔ ملازم بھی خیانت کرتے ہیں۔ تاجر بھی خیانت کرتے ہیں۔ جو لوگ مال میں ملاوٹ کرتے ہیں یا عیب چھپا کر مال بیچتے ہیں وہ بھی خیانت کرتے ہیں۔ جہاں جس کو موقع مل جاتا ہے خیانت کرنے سے چوکتا نہیں ہے۔

امانت و دیانت ایمان کا تقاضا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب فرمایا اور یہ ارشاد نہ فرمایا ہو کہ:

لا ایمان لمن لا امانة له ، ولا دین لمن لا عهد له.

"اس کا ایمان نہیں جو امانت میں خیانت کرے اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پورا نہ ہو۔"

مؤطا امام مالکؒ میں ہے کہ حضرت لقمان حکیمؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ علم و فضل کے اس مرتبہ پر کیسے پہنچے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ بات کی سچائی، امانت کی ادائیگی اور لایعنی باتوں سے پرہیز۔ ان تین باتوں کی وجہ سے میں اس مرتبہ کو پہنچا۔

مذکورہ آیات واحادیث سے عمومی طور پر ہر قسم کی امانتوں کی ادائیگی کا حکم اور ہر قسم کی خیانت کی مذمت معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق جو بندوں پر ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں یہ سب امانتیں ہیں۔ اسی طرح آپس کے حقوق العباد جو ایک دوسرے پر واجب ہیں وہ بھی امانتیں ہیں، ان کی ادائیگی فرض ہے۔

امانت میں خیانت کی مختلف صورتیں

(۱) دین اسلام بندے کے پاس اللہ کی سب سے بڑی امانت ہے، فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی اور سستی سے کام لینا یا معاصی اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا سب سے بڑی خیانت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے نماز کے بارے میں سوال ہوگا، اگر وہ اس میں کامیاب ہوگیا تو باقی سارے اعمال میں بھی وہ کامیاب ہوگیا۔ اور خدانخواستہ اس میں ناکام اور نامراد ہوگیا تو دیگر اعمال میں بھی ناکام ہوگیا۔ اس لئے احکام الٰہیہ کی پابندی کی ہر وقت فکر ہونی چاہئے۔ اللہ نہ کرے اگر ان میں کسی قسم کی کوتاہی ہوجائے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے اپنے جرم کی معافی مانگ لینی چاہئے۔

(۲) اگر کوئی روپے پیسے یا دوسری چیزیں بطور امانت رکھوائی جائیں تو انہیں صاحب حق تک واپس نہ کرنا، یا صاحب حق کی اجازت کے بغیر ان میں تصرف کرنا خیانت ہے۔

(۳) اگر کوئی منصب یا ذمہ داری سونپی جائے تو اس کو ٹھیک سے ادا نہ کرنا اور اس میں ڈنڈی مارنا، یا اس کی ادائیگی میں سستی اور کوتاہی سے کام لینا یا مقررہ وقت پر ڈیوٹی پر حاضر نہ ہونا، یا وقت ختم ہونے سے پہلے اس طرح چلے جانا کہ افسران بالا کو خبر نہ ہو، یا ادھورا اور نامکمل کام کر کے اجرت اور تنخواہ پوری لینا وغیرہ وغیرہ سب خیانت میں داخل ہیں۔

(۴) اولاد اور گھر والوں کی صحیح دینی تعلیم و تربیت میں سستی کرنا، یا اس کی طرف توجہ نہ دینا بھی خیانت ہے، اس لئے کہ اولاد جہاں اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کی امانت بھی ہیں، ان کی صحیح دینی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ احوال پر توجہ دینا بھی باپ کی اہم ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کے بارے میں اس سے قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خیانت سے پناہ

آخر میں رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا نقل کی جاتی ہے جس میں خیانت سے پناہ مانگی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ یوں دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡجُوۡعِ فَاِنَّہٗ بِئۡسَ الضَّجِیۡعُ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡخِیَانَۃِ فَاِنَّھَا بِئۡسَتِ الۡبِطَانَۃُ۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ص/۲۱۷)

"اے اللہ! میں آپ کی پناہ لیتا ہوں بھوک سے کیونکہ وہ بُرا ساتھی ہے جو ساتھ لیٹتا ہے اور آپ کی پناہ لیتا ہوں خیانت سے کیونکہ وہ بُری صفت ہے جو جان کے ساتھ لگ جائے۔"

امانت داری کے ساتھ ہر شخص زندگی گزارے اور ہر طرح کی خیانت سے پرہیز کرے اور مذکورہ بالا دعا پڑھتا رہے۔ و باللہ التوفیق۔

☆......☆......☆

غیروں کی مشابہت اختیار کرنے والے کا خوفناک انجام

عن ابن عباس ﷺ قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمُترجّلات من النِّسآءِ و قال اَخرِجُوھم من بُیوتکم وَ اَخرَجَ فلانًا(ای مانع) واَخرجَ فلانًا(ای ھیت). (بخاری: ج/۲،ص/۱۰۱۰)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے لعنت کی ان مردوں پر جو عورتوں کی طرح شکل وصورت بنائیں اور لعنت کی ان عورتوں پر جو شکل وصورت میں مردانہ پن اختیار کریں اور ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کو اس بات سے بہت زیادہ نفرت تھی کہ مرد زنانہ لباس پہنیں یا کسی طرح بھی زنانہ پن اختیار کریں اور اس بات سے بھی آپ ﷺ کو سخت نفرت تھی کہ عورتیں مردانہ لباس پہنیں یا مردانہ چال ڈھال اختیار کریں اور اسی نفرت کے باعث اس طرح کے مردوں اور عورتوں پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی۔

درحقیقت عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مرد مرد بن کر رہیں اور عورتیں عورتیں بنی رہیں، آج کل کے لوگ رسول اکرم ﷺ کی ہدایت کو نہیں دیکھتے بلکہ یورپ وامریکہ کے کافروں اور سینما میں کام کرنے والے مردوں اور عورتوں کو وضع قطع اور سج دھج میں ان کی نقالی کرتے ہیں۔ ہیں، اُدھر سے جو لباس اور طور طریق ملتا ہے، اس کو اختیار کرنا ذریعہ

عزت سمجھتے ہیں، اگر چہ وہ لباس اور طرز اور طور طریق اللہ کے نزدیک لعنت ہی کا سبب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ دے اور اپنے رسول ﷺ کی ہدایت پر چلنے کی توفیق دے۔

حدیث میں فرمایا ہے کہ عورت بننے والے مردوں اور مرد بننے والی عورتوں کو اپنے گھر سے نکال دو، اس سے معلوم ہوا کہ ہیجڑے بنے ہوئے لوگوں کو گھروں میں آنے کی اجازت دینا حرام ہے۔

غلط فہمی

آج کل معاشرہ میں یہ چیز زیادہ مقبول ہو رہی ہے کہ لڑکوں کو لڑکیوں کا لباس اور لڑکیوں کو لڑکوں کا لباس پہناتے ہیں اور نوجوان مرد و عورت اسی سیلاب کے بہاؤ میں بہہ رہے ہیں۔ یہ طرز بھی یورپ اور امریکہ کے نابکاروں سے شروع ہوا، ان کے نزدیک یہ فیشن اور فخر کی چیز ہے۔

ایک جگہ کا واقعہ ہے کسی جگہ دعوت تھی مرد و عورت ایک ہی جگہ موجود تھے، ایک نوعمر کو دیکھا گیا کہ رواج کے مطابق میز پر کھانا لگا رہا ہے کسی کی زبان سے یہ نکل گیا کہ لڑکا بڑا ہونہار ہے، سلیقہ مندی سے کام کر رہا ہے، اس پر پیچھے سے آواز آئی کہ میاں کیا فرما رہے ہیں، یہ لڑکا نہیں میری لڑکی ہے، ان صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور ایک نظر ڈال کر کہا کہ معاف کیجئے، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس کی والدہ ہیں، فوراً جواب دیا کہ میاں آپ صحیح دیکھا کیجئے میں والدہ نہیں ہوں اس کا والد ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی کو لڑکے کے لباس اور وضع قطع میں رواج کے مطابق فیشن سے آراستہ کر رکھا تھا اور جناب والد صاحب خود عورتوں کے لباس اور زنانہ شکل وصورت میں بیٹھے ہوئے تھے۔

مردوں میں زنانہ پن اور عورتوں میں مردانہ پن کس کس طرح سے جگہ پکڑ رہا ہے اس کی تفصیلات وہی لوگ خوب جانتے ہیں جو اس فیشن کی لعنت میں مبتلا ہیں، پہلے تو صرف یہی رونا تھا کہ مرد داڑھی منڈا کر زنانہ پن اختیار کرتے ہیں، لیکن اب تو اس سے آگے بڑھ کر مردوں نے اور خاص کر نوعمر لوگوں نے سرخی پاؤڈر اور جمپر فراک وغیرہ سب کچھ اختیار کر رکھا ہے، بہت سے مرد بالکل زنانہ رنگ کی شلوار اور قمیص پہن کر نکلتے ہیں، اگر کوئی شخص غور سے نہ دیکھے تو یہ فیشن کے متوالے عورت ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ بات تو اب خاصی پرانی ہوگئی کہ لڑکیاں شرط لگاتی ہیں کہ داڑھی منڈے سے شادی کروں گی، داڑھی والا پسند نہیں گویا ان کو ایسا شخص چاہیے جو دیکھنے میں عورتوں کی فہرست میں آتا ہو۔

عورتیں پتلون وغیرہ اختیار کر رہی ہیں۔ اگر مشرقی لباس پہنتی ہیں تو وہ بھی مردانہ طرز کا، لڑکوں کو زنانہ اور لڑکیوں کو مردانہ ڈریس میں سجایا جاتا ہے اور اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ ترقی کے زینہ میں پہنچ گئے ہیں بھلا جو چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک سبب لعنت ہو وہ ترقی کی چیز کیسے ہوگی؟ اس میں ترقی ایمانی اور انسانی تو نہیں ہوسکتی۔ ہاں حیوانی اور شہوانی اور طغیانی وعصیانی (یعنی گنہگاری) کی ترقی ہے، جو ملعون ہے۔

مؤمن اور کافر کے طرز زندگی میں فرق ہے

مسلمان کا معاشرہ، اس کی ترقی، اس کا طرز زندگی الگ ہے کافر کا الگ ہے، کافر تو مسلمانوں کی وضع اور شکل وصورت اختیار نہیں کرتے، لیکن جو لوگ ایمانی غیرت سے خالی ہیں وہ کافروں کی طرف بڑھتے ہیں ان کی تقلید کرتے ہیں، ان کے اعمال کو اپناتے ہیں اور

یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے اغیار کی تقلید نہیں کی تو وہ لوگ ہمیں عار دلائیں گے کہ دیکھو، یہ دقیانوسی ہے ان کی بیوی نے پردہ کرر کھا ہے، انہوں نے شرم کے کپڑے پہن رکھے ہیں، انہوں نے چست پتلون نہیں پہنی، یہ شرمیلے ہیں، حیاء دار ہیں بھلا کافروں کے عار دلانے سے ہم ایمانی تقاضوں کو اور حیاء وشرم کو کیوں چھوڑ دیں، وہ تو ہمارے مسلمان ہونے سے ہی راضی نہیں ہیں، ان کو کہاں تک راضی رکھا جاسکتا ہے، دشمن کچھ کہے، ہمیں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کو راضی رکھنا ہے، قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا.

”کیا ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں پس تحقیق ساری عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔“

نیز فرمایا ہے:

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ.

”اور اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے اور لیکن منافقین نہیں جانتے۔“

مسلمان کافر کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ کافروں کی بے حیائی کا تو یہ عالم ہے کہ سڑکوں پر معاشقہ کرتے ہیں۔ زنا ان کا جزو زندگی بن گیا ہے، شرم وحیاء کو انہوں نے بالائے طاق رکھ دیا ہے، ایسے قانون پاس کر لئے ہیں کہ مرد مرد سے اور عورت عورت سے لذت حاصل کرسکتی ہے۔ ان کی لڑکیاں فرینڈ (دوست) ڈھونڈتی پھرتی ہیں، بلکہ کوئی لڑکی اگر دوست تلاش نہ کرے تو اس کے گھر کے لوگ ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں کہ دیکھو اس میں کیا کمی ہے کہ دوست تلاش نہیں کرتی۔

اسلام میں جو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہے اس پر ان کو اعتراض ہے اور نکاح کرنا ان کے نزدیک عیب ہے، دوست اور دوستیاں جتنی بھی ہوں اس پر انہیں کوئی اعتراض نہیں، ان میں زنا کی کثرت اتنی زیادہ ہے کہ ان کے یہاں صحیح النسب اولاد کا ملنا دشوار ہے، اولاد کے حلالی ہونے کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری کاغذات میں ماؤں کے ناموں سے انتساب ہوتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے نزدیک غیر ثابت النسب ہونا کوئی عیب کی بات ہی نہیں رہی، آخر یہ کیا ترقی ہے جس میں زنا اور بدکاری ہنر بن کر رہ گئی ہے اور باپ کا ذکر ہی ختم ہوا جو کچھ رشتہ ہے صرف ماں ہی سے رہ گیا ہے، شرم وحیاء اور عفت وعصمت ان کے نزدیک عیب ہے جس معاشرہ میں انسانیت کا خون ہو چکا ہے اس کو ترقی کا نام دیا جا رہا ہے، ان لوگوں میں چونکہ نفس ونظر کا مزہ ہی سب سے بڑی مطلوب ومرغوب چیز ہے، اس لئے عریانی کو بھی پسند کرتے ہیں، اس کے لئے مستقل کلب ہیں، عریان لباس کو ترقی سمجھتے ہیں، عورتیں ذرا سی لنگوٹی یا چڈی پہن کر اوپر سے چھوٹا سا فراک پہن لیتی ہیں، بازو وسینہ اور کمر، رانیں پنڈلیاں کھولے ہوئے بازاروں اور پارکوں میں دوستوں کے ساتھ گھومتی ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ بہت بڑی ترقی ہے۔

جن لوگوں میں حرام، حلال کی تمیز نہ ہو، جنہوں نے حیاء وشرم بالائے طاق رکھ دی ہو اور فکر آخرت سے خالی ہوں، ان کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ. (سورة :محمد: ركوع ۲)

''اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ (دنیا کی چیزوں سے) متمتع ہوتے ہیں

اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں اور دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے۔"

کافروں کی طرف مائل ہونا مؤمن کی شان نہیں

مسلمان نام کے لوگ دشمنوں کی ہر چیز اپنانے کو تیار ہیں، ان کو اسلام کے قوانین سے بیر ہے، چوریاں خوب ہوں، روزانہ ڈاکے پڑیں، زنا کی کثرت ہو، یہ منظور ہے لیکن اسلامی قوانین نافذ کرنا منظور نہیں، یہ ایمان کے دعویدار اسلام کے قوانین کو ظالمانہ قوانین کہتے ہیں اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ کو ظالم بنا دیتے ہیں جس سے اپنے اوپر کفر عائد کر لیتے ہیں، دشمنان اسلام جو سمجھائیں وہی سوچتے ہیں اور جو وہ کہلوائیں وہی کہتے ہیں جس کسی ملک میں مسلمانوں کو اقتدار ملتا ہے تو یہود و نصاریٰ سے مرعوب ہو کر اور احساس کمتری میں مبتلا ہو کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے ملک میں جمہوریت ہوگی، اسلامی حکومت نہ ہوگی، اسلامی کے مطابق ملک چلانے کو عیب سمجھتے ہیں اور دشمنوں کے سامنے جھکتے ہیں، درحقیقت اسلام اور احکام کے جو فوائد اور ثمرات ہیں، ان سے غافل ہیں، اس لئے دشمنوں کی طرف جھک جانے میں ترقی محسوس کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. (سورہ ہود)

"اور نہ مائل ہو جاؤ ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا، کہیں تمہیں آگ نہ پہنچ جائے۔"

اس آیت کے مضمون پر غور کریں اور خوب سمجھ لیں کہ اغیار کی طرف جھکنے کا کیا انجام ہے۔

☆......☆......☆

اولاد کو ناحق قتل کرنے والے کا خوفناک انجام

عن ابن مسعود ﷺ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

الوائدة والموء ودة في النار. (مسنداحمد)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: از خود زندہ درگور کرنے والی عورت اور دوسرے کے حکم سے زندہ درگور کرنے والا جہنم میں جائیں گے۔''

قرآن مجید کے نزول کے وقت عربوں میں قتل اولاد کی تین صورتیں رائج تھیں۔

پہلی صورت

پہلی صورت کا تعلق مشرکانہ توہمات سے تھا یعنی نذرونیاز کے طور پر لوگ اپنی اولاد کو دیوی دیوتاؤں کے نام پر قربان کردیتے تھے۔ قتل اولاد کی اس رسم قبیح کی شناعت ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ط وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ. (سورۃ انعام آیت:۱۳۷)

''اوراس طرح مزین کردیا بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کی اولاد کے قتل کو ان کے شریکوں نے تاکہ ان کو ہلاک کردیں اور ملادیں ان پر ان

کے دین کو اور اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ''

آگے چل کر مشرکانہ تو ہم پرستی کی بناء پر اپنی اولاد کو قتل کرنے والوں کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ط قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ o

(سورۃ انعام: آیت ۱۴۰)

''جن لوگوں نے اپنی اولاد کو بغیر سمجھے نادانی سے قتل کیا وہ ناکام ہوئے اور حرام ٹھہرالیا اس رزق کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا بہتان باندھ کر اللہ پر بے شک وہ گمراہ ہوئے اور نہ آئے وہ سیدھی راہ پر۔''

یہ طریقہ اکثر توہم پرست قوموں میں رائج تھا اور عجب نہیں کہ آج بھی رائج ہو۔

دوسری صورت

دوسری صورت لڑکیوں کو زندہ درگور کردینے کی تھی، یہ سنگ دلانہ رسم بھی دورِ جاہلیت میں بعض عرب قبائل میں پائی جاتی تھی۔ اسی رسم جاہلیت کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وَ اِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ o بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ o

''اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی''۔

سورۂ نحل اور سورہ زخرف میں اس سنگ دلانہ رسم کا سبب غیرت کا ظالمانہ حد تک غلو بتایا گیا ہے جس کے نتیجہ میں بعض غیرت مند لوگ اپنے لئے بیٹوں کو پسند

کرتے تھے اور خدا کے لئے بیٹیوں کو، علاوہ ازیں مردوں کے مقابلہ میں عورتیں جسمانی، ذہنی اور دماغی حیثیت سے کمزور اور پست ہوتی ہیں۔ اور وہ بحث ومباحثہ اور گفتگو میں عاجز ودرماندہ رہتی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ.

ظاہر ہے کہ یہ کمزور وناتواں طبقہ مردوں کے مقابلے میں زیادہ کمائی نہیں کرسکتا۔ اس لئے لوگ بچیوں کی پرورش کا بوجھ اٹھانے بجائے انہیں زندہ درگور کردیتے تھے۔ آج کل جہیز کی لعنت نے ایسی بھیانک صورت اختیار کرلی ہے جس کے نتیجہ میں لڑکیاں تو درکنار والدین بھی خودکشی کرلیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اگر کسی کے یہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو اس کی وہی کیفیت ہوتی ہے جو جاہل عربوں کی ہوتی تھی کہ:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ.

"اور جب ان میں سے کسی لڑکی کو خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے۔ اور غم سے اس کا دم گھٹ رہا ہوتا ہے۔"

تیسری صورت

تیسری صورت یہ تھی کہ فقر وفاقہ کے خوف واندیشہ کی وجہ سے لوگ اپنے بچوں کو قتل کردیتے تھے، اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے:

"قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ

نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاھُمْ"

"آپ کہہ دیجئے کہ تم آؤ میں سنا دوں جو حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ نیکی کرو، اور اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل نہ کرو، ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَاتَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ ط اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْأً کَبِیْرًا" (سورہ بنی اسرائیل)

"اور تم اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، یقیناً ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے"۔

دونوں آیتوں میں اولاد کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل کرنے کا ہی ذکر نہیں بلکہ اس کے سبب و محرک پر بھی ضرب کاری لگائی ہے کہ اولاد اور ان کے سرپرستوں کا روزی رساں خدا ہے انسان نہیں۔

قرآن مجید نے جا بجا اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ہر وجود کو رزق خدا کی طرف سے ملتا ہے انسان کا اپنے آپ کو اپنا یا اپنی اولاد اور دوسرے متعلقین کا رازق سمجھنا غلط ہے، انسان کی حیثیت محض واسطہ اور ذریعہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ایسے طریقوں سے روزی دیتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہیں ہو سکتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

"وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ○ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ ط

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ"۔ (سورہ طلاق: آیت ۲۔۳)

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ نکال دیتا ہے۔ اور اس کو اس طرح سے رزق دیتا ہے کہ اس کو احساس تک نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوتا ہے"۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ قرآن مجید کی رو سے یہ وحشت و بربریت ہے کہ اولاد کو تنگ دستی اور ناداری کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ آج کی مہذب دنیا میں بھی کبھی کبھی اس قسم کی لرزہ خیز خبریں ان ملکوں سے آجاتی ہیں جن میں غربت زیادہ ہے۔ قرآن مجید نے انسان کی اسی جہالت کو دور کرنے کے لئے بتایا کہ بچوں اور ان کے سرپرستوں کو روزی خدا دیتا ہے۔ اس لئے بچوں کی پرورش اور اپنی تنگ دستی سے گھبرا کر انہیں قتل کرنے کی ظالمانہ حرکت سے باز آجاؤ

"نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ"۔

☆......☆......☆

بلا عذرِ معتبر مانگنے والے کا خوفناک انجام

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سأل الناس تکثرا فانما یسأل جمرًا فلیقل او لیکثر. (رواہ مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مال بڑھانے کی غرض سے لوگوں سے بھیک مانگتا ہے وہ درحقیقت (جہنم کا) ایک انگارہ مانگتا ہے۔ پس اس کی مرضی ہے کم کردے یا زیادہ۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اندر بشری تقاضے رکھے ہیں، ان تقاضوں کے پورا ہونے کے اسباب بھی اس دنیا میں پھیلا دیئے ہیں اور ان اسباب کو تلاش کرنے کا حکم دے کر انسان کی عزت نفس کو محفوظ کرنے کا انتظام بھی فرمادیا ہے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے ان اسباب کو تلاش کرنے کی مشقت اٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوجاتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ اس کو حلال پاکیزہ روزی عنایت فرماتے ہیں بلکہ اس مشقت کے اٹھانے کی وجہ سے شام کو تھک کر چور ہوجانے پر اس کے گناہوں کی بھی معاف فرمادیتے ہیں جیسے کہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من امسی کالاً من عملہ اَمسی مغفوراً لہ.

''جس کسی نے اس حال میں شام کی کہ کام کرنے کی وجہ سے تھک کر چُور ہوگیا ہو تو گویا اس نے اس حال میں شام کی کہ اس کے سارے گناہ معاف ہوگئے۔''

ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص لوگوں سے کچھ مانگے حالانکہ سوال سے غنی بنا دینے والی مقدار اس کے پاس موجود ہو تو قیامت کے دن اس سوال کی وجہ سے اس کے منہ میں خراشیں پڑی ہوں گی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! غنی کر دینے والی مقدار کیا ہے؟ فرمایا پچاس درہم یا اتنی قیمت کا سونا۔

فائدہ:۔ ایک درہم 3.15 ماشہ کا ہوتا ہے، اس حساب سے پچاس درہم کا موجودہ وزن 13.125 تولہ چاندی بنتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں انصار میں سے ایک صحابی سوال کرنے کے لئے آئے آپ نے ان سے معلوم کیا کہ تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے، کہنے لگے ٹاٹ کا ایک ٹکڑا ہے جس کا ایک حصہ بچھاتے ہیں اور ایک حصہ اوڑھتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان دونوں چیزوں کو لے آؤ وہ دونوں چیزوں کو لیکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان دونون چیزوں کو ہاتھ میں لیکر فرمایا ان دونوں چیزوں کو کون خریدتا ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟ یہ جملے دو یا تین مرتبہ فرمایا تو ایک صاحب نے فرمایا میں دو درہم دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے وہ دونوں چیزیں ان ان صاحب کو دیں اور ان سے دو درہم لیکر انصاری صحابی کو دے کر فرمایا ایک درہم کا کھانا لے کر اہل خانہ کو کھلاؤ اور ایک درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ جب وہ کلہاڑی لائے تو سرکار دو عالم ﷺ نے اس میں اپنے دست مبارک سے دستہ ڈال کر ان کو دے کر فرمایا جاؤ جنگل سے

لکڑیاں لاکر فروخت کرو اور میں پندرہ دن تک تمہیں نہ دیکھوں، یہ سن کر وہ انصاری چلے گئے اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرتے رہے۔ اس طرح ان کے پاس دس درہم اکھٹے ہوگئے تو اس سے کپڑا اور کھانا خریدا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے لئے بہتر ہے بجائے اس کے کہ تم دست سوال دراز کرتے اور قیامت کے دن تمہارے چہرہ پر زخم کا نشان ہوتا، اس وقت آپ ﷺ ے فرمایا سوال کرنے کی صرف تین اشخاص کو اجازت ہے وہ محتاج جو حالات سے مجبور ہوگیا یا بھاری قرض سے دبا ہو جس کی ادائیگی کی کوئی شکل نہ ہو یا وہ شخص جس نے خون بہا ادا کرنا ہو۔

ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے فقر وفاقہ بہتر ہے

ایک صاحب علم بہت عیالدار لیکن اس کی آمدنی کم تھی۔ ایک مالدار آدمی اس کے علم وفضل کا بہت معتقد تھا۔ عالم نے فقر وفاقہ سے تنگ آکر اس سے امداد کی درخواست کی۔ مالدار عقیدت مند نے عیالدار کا وظیفہ تو بڑھا دیا لیکن خود اس کے پاس جانا چھوڑ دیا کیونکہ اس کی عقیدت کم ہوگئی۔ عالم کو مالدار کے رویے سے احساس ہوگیا کہ یہ اس کے ہاتھ پھیلانے کا نتیجہ ہے، چنانچہ اس کے بعد وہ اکثر کہا کرتے تھے۔

فروزایم افرودو آبرویم کاست :::: بےنوائی بہ از مذلت خواست

”میرا روزینہ تو بڑھ گیا ہے لیکن آبرو گھٹ گئی، سچ ہے کہ ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے فقر وفاقہ بہتر ہے۔“

بھوک برداشت، کمینے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا

حکایت شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ ایک سال میں اسکندریہ (مصر) میں تھا، وہاں ہولناک قحط پڑا۔ غرباء اور مساکین سخت مصیبت میں مبتلا ہوگئے۔ وہاں ایک ہیجڑا (مخنث) نہایت دولت مند تھا۔ وہ تنگدستوں کو نقدی دیتا تھا اور مسافروں کو کھانا کھلاتا تھا۔ چند درویش جو مسلسل فاقوں سے تنگ آگئے تھے، میرے پاس آئے اور اس ہیجڑے کے ہاں دعوت میں چلنے کی دعوت دی۔ میں نے ان کے ساتھ جانے سے صاف انکار کردیا اور کہا

نخورد شیر نیم خوردہ سگ ::: گر بہ سختی بمیر داندر غار
تن بہ بے چارگی و گرسنگی ::::: بہ دوست پیش سفلہ موار

''یعنی شیر کتے کا جھوٹا نہیں کھاتا، اگرچہ بھوک کے مارے غار کے اندر مرجائے، اپنے جسم پر بیچارگی اور بھوک کی سختی برداشت کر اور کمینے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا۔''

سوال کرنے والا تین حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے

۱......سوال کرنے میں اللہ تعالیٰ شانہ کی شکایت کا اظہار ہے گویا اس کی طرف سے انعام میں کمی ہوئی ہے اور یہ حرام ہے۔

۲......سوال کرنے میں اپنے نفس کو غیر اللہ کے سامنے ذلیل کرتا ہے جو حرام ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے نفس کو ذلیل کرنا، عزت، لذت اور سعادت کی بات ہے۔

۳......جس شخص سے سوال کیا جائے اس کو تکلیف پہنچانا ہے، اکثر اوقات یہ

دیکھا گیا ہے کہ دل کی خوشی سے نہیں دیا جاتا اور منع اس لئے نہیں کیا جاتا ہے کہ مجھے بخیل کہا جائے گا۔ دونوں صورتوں میں تکلیف لازمی ہوگی اور مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ مانگنے پر اصرار نہ کیا کرو خدا کی قسم! جو شخص مجھ سے کوئی چیز مانگے اور محض اس کے مانگنے کی وجہ سے اپنی طبیعت کے خلاف کوئی چیز اس کو دوں تو اس میں برکت نہ ہوگی۔

سوال کرنا دو شخصوں کے لئے جائز نہیں

ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو شخصوں کے لئے سوال کرنا جائز نہیں۔

(۱) غنی کے لئے جس کے پاس پچاس درہم کے مساوی ملکیت ہو۔

(۲) قوی تندرست جو کمانے کی طاقت رکھتا ہو۔

سوال صرف تین آدمی ہی کر سکتے ہیں

(۱) وہ شخص جس نے کوئی ضمانت لی ہو اور اس کا بوجھ اس پر پڑ جائے اور اس بوجھ کو ادا کرنے کی طاقت اس میں نہ ہو۔ وہ شخص اس ضمانت کے بقدر سوال کر سکتا ہے اس سے زیادہ کے سوال کا اسے بھی حق نہیں۔

(۲) وہ شخص جس کا سارا مال کسی حادثے کی وجہ سے ضائع ہو گیا ہو، اس کے لئے جائز ہے کہ اتنی مقدار کا سوال کرے جس سے زندگی کا سہارا ہو سکے۔

(۳) وہ شخص جس پر فاقوں کا ایسا دور آجائے کہ اس کی قوم کے تین آدمی کہنے

لگیں کہ یہ شخص فاقے میں مبتلا ہے۔ ایسے شخص کو بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے زندگی کا سہارا ہو جائے۔

اشرافِ نفس کے بغیر جو مل جائے اسے لے لے

ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جس شخص کو سوال (مانگے) اور طمع وحرص کے بغیر کوئی چیز کسی کی طرف سے ملے تو اسے قبول کر لینا چاہئے اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ہے جو اس کو بھیجی گئی ہے۔

علماء نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اپنی ذات کے لئے سوال کرنے پر وعیدیں ہیں لیکن اس میں دوسرے ضرورت مندوں کے لئے مانگنا شامل نہیں ہے، اس لئے کہ یہ سوال نہیں بلکہ ضرورت مندوں کی اعانت و مدد میں داخل ہے جو کہ ایک قابل تحسین امر ہے۔

☆......☆......☆

لگائی بجھائی کرنے والے کا خوفناک انجام

عن عمار ﷺ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کان اوجہین فی الدنیا کان لہ یوم القیامۃ لسانان من نار.

(رواہ الدارمی)

”حضرت عمار ؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص دنیا میں دو رخا ہوگا قیامت کے دن اس کے (منہ میں) آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔“

اچھے اعمال اور اچھے اخلاق جن پر آخرت میں ثواب کے وعدے ہیں، مختلف قسم کے ہیں۔ اور ان کے درجے بھی مختلف ہیں۔ اسی طرح برے اعمال واخلاق جن پر عذاب کی وعیدیں ہیں وہ بھی مختلف قسم اور درجے کی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے علم وحکمت سے ہر نیکی اور بدی کا ثواب وعذاب اس کے اعتبار سے مقرر فرمایا ہے۔ پس دو رخاپن جو ایک طرح کی منافقت ہے اس کی سزا یہ مقرر کی گئی ہے کہ ایسے آدمی کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ بعض سانپوں کی بھی دو زبانیں ہوتی ہیں۔

یہاں یہ بات ہم سب کے لئے سوچنے سمجھنے کی بعض بداعمالیاں وبداخلاقیاں حقیقت میں نہایت خطرناک اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک نہایت سنگین ہیں، لیکن ان کو معمولی بات سمجھتے ہیں، ان سے بچنے کی جتنی فکر کرنی چاہئے اتنی فکر نہیں کرتے۔

ایسی ہی برائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

وتحسبونه هيناً وهو عند الله عظيم.

”تم اس کو معمولی اور ہلکی بات سمجھتے ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت سنگین اور بہت بڑی بات ہے۔“

یہ بری عادت (دورخا پن) بھی اسی قبیل سے ہے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور اس سے بچنے کی فکر نہیں کرتے۔ حالانکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتنا سنگین اور خطرناک گناہ ہے اور آخرت میں اس پر کتنا عذاب ہونے والا ہے۔

دورخے پن کی ممانعت

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب دو آدمیوں یا دو گروہوں میں اختلاف ونزاع ہو تو وہ ہر فریق سے مل کر دوسرے کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کسی سے ملتے ہیں تو اس کے ساتھ اپنے حسن تعلق کا اظہار کرتے ہیں اور پیچھے اس کی برائی اور بدخواہی کی باتیں کرتے ہیں۔ ایسے آدمی کو اردو زبان میں ”دورخا“ اور عربی میں ”ذوالوجہین“ کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طرز عمل ایک طرح کی منافقت اور ایک قسم کی دھوکہ بازی ہے۔ جس سے بچنے کی رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو سخت تاکید فرمائی ہے۔ اور بتلایا ہے کہ یہ سخت گناہ کی بات ہے اور ایسے لوگ سخت ترین عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ کیونکہ اس دورخے پن کی وجہ سے معاشرہ میں فساد وبگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔ اور معاشرے امن وامان خطرے میں پڑجاتا ہے۔

ایک حدیث نبوی ہے۔

عن ابی هريرة ﷺ قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیه وسلم تجدون شر الناس يوم القيامة ذا الوجهين الذی یاتی هولاء لوجهه وهو هولاء لوجه.

''حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے بدترین شخص وہ ہوگا جو (فتنہ انگیزی کی خاطر) دو منہ رکھتا ہے، یعنی منافق وصف رکھتا ہے کہ وہ ایک جماعت کے پاس آتا ہے تو کچھ کہتا ہے اور دوسری جماعت کے پاس آتا ہے تو کچھ اور کہتا ہے۔''

اس حدیث مبارکہ میں منافق قسم کے لوگوں کے لئے شدید وعید ہے۔ جو ہر ایک کو خوش رکھنے کی خاطر صحیح بات اور حق و سچ نہیں کہتے۔ ہر ایک کے پاس جا کر اس کو خوش کرنے کی باتیں کرتے ہیں۔ اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ یا لوگوں میں افتراق و جدائی ڈالنے کے لئے ایک کی بات بڑھا چڑھا کر دوسرے تک پہنچاتے ہیں اور دوسرے کی اس تک۔ تا کہ دونوں میں نفرت و عداوت پیدا ہو جائے اور یہ تماشا دیکھتا رہا۔ ایسے شخص کو آپ ﷺ نے بدترین آدمی قرار دیا ہے۔

ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے ایسی بات نہ کرے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو۔ بات کہے تو اچھی ورنہ خاموشی بہتر ہے۔ کیونکہ خاموشی میں نجات ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من صمت نجا.

''جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔''

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

''جب آدمی بات کرنے کا ارادہ کرے تو سوچ لے اگر اس میں مصلحت ہو تو بولے، ورنہ خاموش رہنا بہتر ہے۔''

لگائی بجھائی سے دو جانوں کا قتل

ایک سبق آموز حکایت نقل کی جاتی ہے کہ ایک میاں بیوی کی آپس میں بڑی محبت تھی ایک حاسد کو ان کی محبت پسند نہ آئی اور وہ ملازم کا بھیس بدل کر ان کے گھر آیا اور منت سماجت کر کے ان کے گھر ملازم ہو گیا چند دنوں کے بعد یہی حاسد ملازم دکان پر پہنچا اور میاں سے کہنے لگا آج جب میں گھر پہنچا تو میں نے بیگم صاحبہ کو کسی غیر مرد سے گفتگو کرتے دیکھا، میں نے چھپ کر ان کی گفتگو سنی تو معلوم ہوا کہ وہ غیر مرد بیگم صاحبہ سے کہہ رہا تھا کہ وہ آپ کو قتل کر ڈالے تاکہ راستہ صاف ہو جائے اور بیگم صاحبہ اس امر پر تیار ہو گئی ہیں، میاں نے یہ بات سنی تو بہت گھبرایا اور اپنی بیگم سے بدگمان ہو گیا ادھر یہ حاسد ملازم گھر پہنچا تو بیگم صاحبہ سے کہنے لگا، آپ کے میاں نے کسی غیر عورت سے تعلق قائم کر لیا ہے اسی لئے اب وہ آپ سے کھچے کھچے رہنے لگے ہیں۔

بیگم صاحبہ نے اپنی میاں میں تبدیلی دیکھ بھی لی اور یقین ہو گیا کہ ملازم نے سچ کہا ہے اور اس فکر میں وہ پریشان رہنے لگی، چند دنوں کے بعد بیگم صاحبہ سے ملازم نے کہا کہ اگر آپ اپنے میان کی داڑھی کا ایک بال استرے سے کاٹ کر مجھے لا دیں تو میں ایک خدا رسیدہ بزرگ سے اس کا ایک ایسا تعویذ بنوا کر لا سکتا ہوں، جس کی برکت سے آپ کے میاں اس غیر عورت کا خیال چھوڑ دیں گے اور آپ سے پھر وہی پہلے کی طرح محبت کرنے لگیں گے، یہ کہہ کر ایک استرا بھی بیگم صاحبہ کو دے دیا، بیگم صاحبہ نے استرا لے لیا اور کہا کہ آج رات جب وہ سو جائیں گے تو میں سوتے میں ان کی داڑھی کا

ایک بال اس استرے سے کاٹ لوں گی، ادھر یہ ملازم میاں کے پاس پہنچا اور اس سے کہنے لگا کہ آج رات ہوشیار رہیے، آج بیگم صاحبہ استرا لے کر رات کو آئیں گی تا کہ آپ کی گردن پر پھیر دیں اور آپ کو قتل کر دیں۔

میاں رات کو گھر گئے تو پریشانی کے عالم میں چارپائی پر لیٹے لیکن نیند کہاں، آنکھیں بند تھیں مگر جاگ رہے تھے آدھی رات گزری تو بیگم صاحبہ اس خیال سے کہ اب وہ سو چکے ہوں گے استرا لے کر اٹھیں اور میاں کے بستر کے قریب آ پہنچی میاں نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں لیکن جان گئے تھے کہ وہ آ گئی ہے، بیگم نے استرا بڑھا کر گردن کے قریب جو کیا تو میاں نے ایک دم اٹھ کر اسی استرے سے بیگم صاحبہ کا کام تمام کر دیا صبح جو بیگم کے عزیزوں کو پتہ چلا کہ ہماری لڑکی کو ناحق قتل کر دیا گیا تو وہ دھاوا بول کر آئے اور انہوں نے میاں کو قتل کر دیا اور اس دوغلے انسان کی بدولت یہ گھر آن کی آن میں برباد ہو گیا تو معلوم ہوا کہ دوغلہ پن ایک تباہ کن مرض ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوغلے پن سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین یارب العالمین

☆......☆......☆

شوہر کی نافرمانی کرنے والی عورت کا خوفناک انجام

عن أبي سعيد الخدري قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم في أضحى أو فطر إلى المصلى فمر على النساء فقال يا معشر النساء تصدقن فإني أريتكن أكثر أهل النار فقلن وبم يا رسول الله قال تكثرن اللعن وتكفرن العشير ما رأيت من ناقصات عقل ودين أذهب للب الرجل الحازم من إحداكن قلن وما نقصان ديننا وعقلنا يا رسول الله قال أليس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل قلن بلى قال فذلك من نقصان عقلها أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم قلن بلى قال فذلك من نقصان دينها. (بخاری)

''حضرت ابوسعید الخدری ﷺ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے (عورتوں کو خطاب کرکے) فرمایا کہ: اے خواتین کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو۔ اس لئے کہ مجھے دکھلایا گیا ہے کہ تم اہل نار میں سے سب سے زیادہ ہو، عورتوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ تم لعنت، ملامت بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ ہوشیار مرد کی عقل کو سلب کرنے والا کوئی نہیں دیکھا، جبکہ تم عقل و دین کے اعتبار سے ناقص ہو، عورتوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے دین اور عقل کے نقصان کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت سے نصف ہے، عورتوں نے عرض کیا کہ بے شک ہے۔ فرمایا کہ بس یہ نقصان عقل ہے۔ پھر فرمایا کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب کوئی حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے نہ

روزہ رکھتی ہے؟ عرض کیا کہ بے شک، فرمایا کہ بس یہ نقصان دین ہے۔“

اسلام میں نکاح کا مقام

دین اسلام نے نکاح کو عبادت کہا، چنانچہ حدیث پاک میں فرمایا:

النکاح نصف الایمان.

”کہ نکاح تو آدھا ایمان ہے۔“

اور احادیث میں آتا ہے کہ جب آدمی نکاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک نماز پڑھنے پر اکیس نمازوں کے پڑھنے کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اب اس نوجوان پر حقوق اللہ بھی ہیں اور حقوق العباد بھی، حقوق العباد کو پورا کرنے کے بعد پھر جب اس نے حقوق اللہ کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ثواب کو بڑھا دیا۔

دنیا میں اسلام ہی نے ازدواجی زندگی کو عبادت کہا۔ ورنہ تو پہلے مذاہب ایسے تھے کہ ساری زندگی کنوارہ رہنے کو نیکی سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنے دماغ میں یہ من گھڑت بات بٹھالی تھی کہ عورت اور مرد دونوں کنوارے پن کی زندگی گذاریں تب جا کر اپنے رب کو راضی کر سکیں گے۔ اسی کو رہبانیت کہتے ہیں۔ دین اسلام نے کہا کہ یہ بدعت ہے۔ اللہ رب العزت نے اس کا کبھی بھی حکم نہیں دیا، اس لئے کہا گیا:

لا رهبانية في الاسلام.

”اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔“

خاندانی زندگی کا آغاز شوہر اور بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلق سے ہوتا ہے۔ اس تعلق کی خوشگواری اسی وقت ممکن ہے جب شوہر اور بیوی دونوں ہی ازدواجی زندگی

کے آداب اور فرائض سے بخوبی واقف ہوں۔

ازدواجی زندگی کا تعلق

شادی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ذریعہ گناہوں سے بچ جائے اور بیوی اپنے شوہر کے ذریعہ گناہوں سے بچ جائے۔ اس لئے ان دونوں کو زندگی کا ساتھی کہتے ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کے ذریعے گناہوں سے بچنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والی زندگی گذارنے میں ایک دوسرے کا معاون بننا ہوتا ہے۔ ان کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ بہت مضبوط ہے۔ قرآن مجید میں ان کے تعلق کے بارے میں ایسی مثال دی کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسی مثال نہ دے سکا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ:

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُم وَأَنتُم لِبَاسٌ لَهُنَّ.

''تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہے۔ اور تم اپنی بیویوں کا لباس ہو۔''

لباس کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ عیبوں کو چھپا دیتا ہے ظاہراً تو ہاتھ اور منہ نظر آتا ہے جہاں کہیں جسم پر کوئی داغ ہو جو نظر والوں کو نظر نہیں آرہا، بیوی کو نظر آئے گا۔ لہٰذا یہ لباس زوجین کے عیوب چھپا دیتا ہے بیوی کو یہ حکم ہے کہ اپنے شوہر کے عیوب کو چھپا ڈالے اور شوہر کو یہ حکم وہ اپنی بیوی کے عیوب کو چھپا ڈالے۔

شوہر کا مقام ورتبہ

بیوی اپنے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بٹھالے کہ ہم سب کا پیدا کرنے والا وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمان وزمین کو بنایا اور اپنی قدرت سے سارا نظامِ دنیا چلا رہا ہے۔ سارے انسانوں کی زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ

اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ اسی اللہ نے شوہر کو بیوی سے اونچا درجہ عطا فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتے ہیں۔

الرِّجَالُ قَوّٰامُونَ عَلَی النِّسَاءِ.

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ معاشرت کی انتظامی مشین میں مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے۔

اہل لغت فرماتے ہیں ''قوامون'' قوّام کے معنی کسی چیز کے محافظ، منتظم اور مدبر کے ہیں، اور یہاں مراد یہ ہے کہ مرد عورتوں کے امور کے انتظام کرنے والے اور ان کی کفالت کرنے والے ہیں۔

ائمہ تفسیر فرماتے ہیں:

صارو قوامًا عليهن نافذ الامر عليهن فكانه تعالىٰ جعله اميراً عليها ونافذ الحكم في حقها. (تفسیر ماجدی)

''مرد عورتوں کے محافظ (منتظم) ہیں اور ان پر حکم چلانے والے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ نے انہیں عورتوں پر امیر بنادیا ہے اور ان میں حکم نافذ کرنے والا۔''

معارف القرآن میں اس آیت کی تفسیر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ بیان فرماتے ہیں:

''مردوں کی یہ فضیلت اور تفوق (برتری) خود عورتوں کی مصلحت اور فائدہ کے لئے ہے اور عین متقضائے حکمت ہے، اس میں عورت کی نہ کسر شان ہے نہ اس کا کوئی نقصان ہے۔''

اس آیت میں ''قوام'' کا ترجمہ ''حاکم'' سے کیا گیا ہے یعنی مرد عورتوں پر حاکم

ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ہر اجتماعی نظام چلانے کے لئے عقلاً یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کا کوئی سربراہ یا امیر ہو۔ تاکہ اختلاف کی صورت میں اس کے فیصلے سے کام چل سکے۔ اسی طرح اس عائلی نظام جس کو خانہ داری کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک امیر اور سربراہ کی ضرورت ہے۔

عورتوں اور بچوں کے مقابلے میں اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا کہ ان کی علمی اور عملی قوتیں بہ نسبت عورتوں، بچوں کے زیادہ ہیں اور یہ ایسا واضح معاملہ ہے کہ کوئی سمجھ دار عورت یا مرد اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

جب شوہر کا درجہ قرآن وحدیث سے ثابت ہوگیا تو پھر ہمیں حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرنا چاہئے جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا، فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

امرنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان ننزل الناس منازلھم.

"ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا حکم فرمایا کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے مراتب کا لحاظ کر کے برتاؤ کیا کریں۔"

جب عورت دل میں یہ یقین بٹھالے گی کہ حضور ﷺ کے ارشاد مبارک پر عمل کرنے میں میری دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی ہے تو وہ اپنے شوہر کو ایک درجہ دے کر بات کرے گی۔ بے ادبی سے بچے گی۔ اشتعال انگیز گفتگو کا جواب کبھی بھی اشتعال انگیزی نہیں دے گی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک عورت کا قصہ بیان فرماتے ہیں:

"ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی اور

رسول اللہ ﷺ سے اپنا دکھ بیان کرنے لگی: یارسول اللہ! میرے شوہر صفوان بن معطل مجھے نماز پڑھنے پر مارتے ہیں اور جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ تڑوا دیتے ہیں۔ اور خود دن چڑھے نماز پڑھتے ہیں۔''

اتفاق کی بات ہے کہ حضرت صفوان ﷺ بھی وہی بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے صفوان ﷺ سے معلوم فرمایا: صفوان نے کہا: یارسول اللہ! یہ نماز میں دو لمبی لمبی سورتیں پڑھتی ہے اور میں اسے اس سے منع کرتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک سورت پڑھنا بھی کافی ہے۔ حضرت صفوان ﷺ نے پھر کہا: یارسول اللہ! اس کا یہ کہنا کہ میں روزہ تڑوا دیتا ہوں تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب یہ نفلی روزے رکھنے پر آتی ہے تو رکھتی ہی چلی جاتی ہے اور میں ایک نوجوان آدمی ہوں مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! رہا دن چڑھے نماز پڑھنے کا معاملہ تو ہم لوگ محنت مزدوری کرنے والے لوگ ہیں، ہمارا تعلق اس خاندان سے ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سورج نکلنے سے پہلے نہیں اٹھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اچھا صفوان جب اٹھو نماز ضرور پڑھ لیا کرو۔ بے شک لمبی لمبی نمازیں، قرآن مجید کی تلاوت، روزے اور دوسری نفلی عبادتیں بے شک مؤمنانہ زندگی کا جمال اور نکھار ہیں اور ان میں غیر معمولی دلچسپی مؤمن خاتون کو خدا سے قریب کرنے کا یقینی ذریعہ ہے، لیکن شوہر کے عظیم حق کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں توازن اور اعتدال کا لحاظ رکھا جائے اور عبادات میں ایسا انہماک نہ ہو کہ شوہر کا حق مارا جائے اور اس کی خدمت واطاعت میں ایسی کوتاہی ہونے لگے جس سے وہ پریشانی محسوس کرے۔

اچھی بیوی کی علامات

ایک اہل اللہ نے لکھا ہے کہ اچھی بیوی میں چار علامات ہونی چاہئیں۔

(۱) پہلی علامت یہ کہ اس کے چہرے پر حیا ہو۔ جس عورت کے چہرے پر حیا ہوگی اس کا دل بھی حیا سے لبریز ہوگا۔

(۲) دوسری علامت یہ فرمائی کہ جس کی زبان میں شیرینی ہو یعنی جب بولے تو کانوں میں رس گھول دے یہ نہ ہو کہ ہر وقت خاوند کو جلی کٹی سناتی رہے۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ اس کے دل میں نیکی ہو۔

(۴) چوتھی علامت یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کام کاج میں مصروف رہیں۔ یہ خوبیاں جس عورت میں ہوں وہ یقیناً بہترین بیوی کی حیثیت سے زندگی گذار سکتی ہے۔

نیک بیوی کی تین نشانیاں

(۱) پہلی نشانی یہ ہے کہ "ان امرها اطاعته" جب اس کو خاوند کسی بات کا حکم کرے تو وہ اس کے حکم کو مانے۔

(۲) دوسری نشانی یہ ہے کہ "وان اقسم عليها ابرته" اگر خاوند کسی بات پر قسم کھالے تو اسے پورا کرے۔

(۳) تیسری نشانی یہ ہے کہ "وان غاب عنها نصحته في نفسها ومالها" اور جب خاوند غائب ہو (تو اس کی پیٹھ پیچھے) اپنی عزت، آبرو اور عصمت اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔

بیوی پر شوہر کا حق

قرآن مجید کی رُو سے نیک بیوی وہ ہے جو مرد کی حاکمیت تسلیم کر کے اس کی اطاعت کرے، اس کے تمام حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پیٹھ پیچھے اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے، اپنی عصمت اور مال کی حفاظت جو امور خانہ میں سب سے اہم ہیں ان کے بجالانے میں خاوند کے سامنے اور پیچھے کا حال بالکل برابر رکھے۔ یہ نہیں کہ خاوند کے سامنے تو اس کا اہتمام کرے اور اس کی عدم موجودگی میں لاپرواہی برتے۔

ایک حدیث شریف میں اس کی مزید تشریح ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب تم اس کو کوئی حکم دو تو وہ اطاعت کرے اور جب تم غائب ہو تو اپنے مال اور نفس کی حفاظت کرے۔"

نیز ایک اور ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

"جو عورت اپنے شوہر کی فرمانبردار اور تابعدار ہو تو اس کے لئے ہوا میں پرندے، دریا میں مچھلیاں، آسمانوں میں فرشتے، اور جنگلوں کے درندے استغفار کرتے ہیں۔"

شوہر کی اطاعت خوش دلی سے

عورت کو شوہر کی اطاعت پر سکون ومسرت محسوس کرنا چاہئے، اس لئے کہ اللہ رب العزت کا حکم ہے اور جو نیک بندی ہوتی ہیں وہ اللہ رب العزت کے حکم کی تعمیل کرتی ہیں۔ اپنے اللہ کو خوش کرتی ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فالصالحات قانتات"

"نیک بیوی (شوہر) اطاعت کرنے والی ہوتی ہیں۔"

ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔"

شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے جناب نبی کریم ﷺ نے عورت کو تنبیہ کی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے، دو قسم کے آدمی وہ ہیں جن کی نمازیں ان کے سروں سے اونچی نہیں اٹھتی۔

(۱) اس غلام کی جو اپنے آقا سے فرار ہو جائے جب تک وہ لوٹ کر نہ آئے۔

(۲) اور اس عورت کی نماز جو شوہر کی نافرمانی کرے۔ جب تک کہ وہ شوہر کی نافرمانی سے باز نہ آجائے۔

فرمانبردار بیوی کے لئے جنت کی بشارت

کامیاب ازدواجی زندگی کا راز بھی یہی ہے اور اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کا راز بھی یہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جس عورت نے اس حالت میں انتقال کیا کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔" (ترمذی)

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"جب آدمی اپنی بیوی کو جنسی ضرورت کے لئے بلائے اور وہ نہ آئے اور اس بناء پر شوہر اس سے رات بھر خفا رہے تو ایسی عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

نکاح سے بڑھ کر محبت پیدا کرنے والی کوئی چیز نہیں

یہ زندگی کی زینت کا سہارا اور راہ حیات کا عظیم معین و مددگار ہے، اس عظیم نعمت

پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس کی دل و جان سے قدر کرنا چاہئے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

"نکاح سے بہتر کوئی چیز دو محبت کرنے والوں کے لئے نہیں پائی گئی۔"

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ سے بہت محبت تھی، چنانچہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو انتہائی حسرت کے ساتھ بولیں کاش آپ ﷺ کے بجائے میں بیمار ہوتی، نبی کریم ﷺ کی دوسری بیویوں نے اس اظہار محبت پر تعجب سے ان کی طرف دیکھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دکھاوا نہیں ہے بلکہ سچ کہہ رہی ہے۔

شوہر کا احسان ماننا

عورت کو شوہر کا شکر گزار رہنا چاہئے، عورت کا سب سے بڑا محسن شوہر ہی تو ہے جو ہر طرح اس کو خوش کرنے میں لگا رہتا ہے، اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے اور اس کو ہر طرح کی راحت پہنچا کر راحت محسوس کرتا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے میں اپنی پڑوسن سہیلیوں کے ساتھ تھی۔ آپ نے ہمیں سلام کیا اور ارشاد فرمایا کہ تم پر جن کا احسان ہے ان کی ناشکری سے بچو تم میں سے ایک اپنے ماں باپ کے یہاں کئی دنوں تک بغیر شادی کے بیٹھی رہتی ہے پھر اللہ اس کو شوہر عطا کرتا ہے پھر اللہ اسے اولاد سے نوازتا ہے (ان تمام احسانات کے باوجود کبھی کسی بات پر شوہر سے خفا ہوتی ہے تو کہہ اٹھتی ہے کہ "میں نے تو کبھی تمہاری طرف سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔" (الادب المفرد) ناشکر گزار اور احسان فراموش بیوی کو تنبیہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس عورت کی طرف نظر اٹھا

کر بھی نہیں دیکھے گا جو شوہر کی ناشکری ہوگی، حالانکہ عورت کسی وقت بھی شوہر سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔ (نسائی)

شوہر کی خدمت کر کے خوشی محسوس کرنا

عورت کو جہاں تک ہوسکے خود تکلیف اٹھا کر شوہر کو آرام پہنچانا چاہئے اور ہر طرح اس کی خدمت کر کے اس کا دل اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ہاتھ سے نبی کریم ﷺ کے کپڑے خود دھوتیں، سر میں تیل لگاتیں، کنگھا کرتیں، خوشبو لگاتیں اور یہی حال دوسری خواتین کا بھی تھا۔

ایک بار نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیوی کو حکم دیا جاتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے شوہر کا اپنی بیوی پر عظیم حق ہے اتنا عظیم حق کہ اگر شوہر کا سارا جسم زخمی ہو اور بیوی شوہر کے جسم کو زبان سے چاٹے تو اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ (مسند احمد)

بیوی وہ کام نہ کرے جو شوہر کو ناگوار ہو

چاہے وہ مال سے تعلق رکھتا ہو یا اخلاق و کردار سے، بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے میاں کے مزاج پہچانے تاکہ گھر کے ماحول کو اچھا رکھ سکے، اپنے میاں کے سامنے سچ کی زندگی گزارے۔ بات کو بدل بدل کر کرنا، یا بات کو چھپا لینا یہ حقیقت میں جھوٹ ہوتا ہے۔ خاوند کے سامنے عورت نے جب خود ہی جھوٹ بولنے کی عادت ڈال لی تو پھر اس کی بے برکتی پوری زندگی میں پڑے گی۔ تکلیف اٹھا لینا ذلت کے اٹھا لینے سے بہتر ہے۔ یاد رکھیں! انسان جتنی محنت اپنی خامی کو چھپانے کے لئے کرتا ہے، اس سے

آدھی محنت کے ساتھ وہ خامی دور ہو سکتی ہے۔ آپ کبھی بھی کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے آپ کے میاں کے دل میں آپ کے بارے میں شک پیدا ہو۔ مثلاً خاوند کو یہ شک ہو کہ یہ جھوٹ بولتی ہے، خاوند کو یہ شک ہو کہ یہ پیسے چھپا لیتی ہے، خاوند کو یہ شک ہو کہ جن لوگوں سے میں تعلق کو ناپسند کرتا ہوں یہ ان سے تعلق رکھتی ہے، اس قسم کا کوئی بھی شک خاوند کے دل میں پیدا مت ہونے دیجئے، اس لئے کہ جس دل میں شک جگہ بنا لے اس دل سے محبت رخصت ہو جاتی ہے۔

خاوند کی خواہش کی تسکین سب سے پہلے کرے

نبی ﷺ کی حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ اگر عورت کسی سواری پر سوار ہے اور اس کے خاوند نے اس کو کہا کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے تو وہ اپنی سواری سے نیچے اترے اور خاوند کی ضرورت پوری کرنے کے بعد پھر سواری پر سوار ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے بیویوں کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ خاوند کی ضرورت پوری کرنے میں ٹال مٹول سے کام نہ لیں اور اپنی تکلیف کو بھی نہ دیکھیں، چھوٹی موٹی تکلیف کا خیال نہ کریں بلکہ یہ اجر کا کام ہے اور عورت کی ذمہ داری بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو اجر ملتا ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ:

"جب کوئی بیوی اپنے خاوند کی ضرورت پوری کرتی ہے اور غسل کرتی ہے تو غسل کے پانی کے ہر ہر قطرے کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔"

تو سوچئے کہ کتنے گناہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے معاف فرما دیئے۔

نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ:

''قرب قیامت کی علامت میں سے یہ علامت بھی ہے کہ عورتیں صحت مند ہونے کے باوجود اپنے خاوند کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ٹال مٹول سے کام لیں گی۔ آج کل یہ شکایات اکثر ملتی ہیں اور واقعی یہ قرب قیامت کی علامت ہے، کہ عورتیں صحت مند بھی ہوتی ہیں، وقت بھی ہوتا ہے مگر خواہ مخواہ ٹال مٹول اس لئے کرتی ہیں کہ خاوند کو اپنی اہمیت جتلا سکیں۔ حالانکہ دوسری طرف مرد گناہ کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے جس کو حلال کھانا نہیں ملے گا تو صاف ظاہر ہے کہ حرام کی طرف للچائی نظروں سے دیکھے گا اس لئے نیک بیویاں اپنے خاوند کی ضرورت پوری کرنے میں چھوٹی موٹی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتیں۔ ہاں! شوہروں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی عورت کی ضرورت کا خیال رکھیں اور اس کو زیادہ تکلیف میں نہ ڈالیں بلکہ یہ چیز تو پیار و محبت سے تعلق رکھتی ہیں اور آپس میں افہام و تفہیم کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔''

شوہر عورت کے لئے جنت کا دروازہ ہے

نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

''عورت کے لئے شوہر جنت کا دروازہ ہے۔''

حدیث مبارک کا مفہوم ہے جو عورت اس حال میں مرے کہ اس نے فرائض کو پورا کیا، یعنی فرض نمازیں پڑھیں، پردے کا خیال رکھا، اور اپنے خاوند کو خوش رکھا۔ اس کے مرتے ہی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیں گے۔

غلطی کا اعتراف باعثِ عزت ہے

اگر کوئی ایسی بات ہے کہ خاوند کہہ رہا ہے کہ تمہاری غلطی ہے تو اتنا ہی کہہ دی کہ ہاں! میری غلطی ہے۔ اس سے کیا ہوگا؟ غلطی کو تسلیم کرنے میں عزت ہے۔ یہ رسوائی

نہیں ہوا کرتی، خاوند ہی ہے نا، خاوند کے سامنے ہی آپ کہہ رہی ہیں کہ جی غلطی ہوگئی، تو کیا ہوا۔ یا اگر خاوند نے کوئی بات کردی تو آپ اس کے جواب میں فوراً بولنے کی عادت مت ڈالیں۔ ترکی بہ ترکی جواب دینا گھروں کے اجڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

یاد رکھیئے! چپ رہنا بھی ایک جواب ہے، یہ بات ذرا دل پر لکھ لیں۔ کئی مقامات پر خاوند کی بات سن کر چپ رہنا، اس سے خاوند کو اس کا جواب مل جاتا ہے۔ بعض مرتبہ الفاظ کے بجائے خاموشی میں زیادہ وضاحت ہوتی ہے۔

مثالی عورتیں

بیوی کا شوہر کی خدمت کرنا، بچوں کی نگہداشت کرنا، ان کی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا عبادت ہے۔ اسی طرح جو وقت گھر کے انتظام وسلیقہ میں لگتا ہے، اگر اُس سے اِس کی نیت گھر والوں کی خدمت کرنا ہو تو وہ بھی عبادت ہے۔ اور اُس کا جو وقت رشتے داروں سے ملنے جلنے میں لگتا ہے، اگر اس میں صلہ رحمی کی نیت ہو تو وہ بھی عبادت ہے۔

اگر وہ ان سب کاموں کے ساتھ فرائض ونوافل، ذکر واذکار کی پابندی کرے اور ہر قسم کے گناہوں سے بچے، تو اس کی گویا پوری زندگی عبادت بن جائے گی پھر اللہ تعالیٰ ایسی عورت کو دنیا میں بھی سکھ، چین عطا فرمائیں گے اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کی راحت عطا فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مشقت برداشت کرنے اور ذوقِ تلاوت کے باب میں عموماً مردوں کے واقعات نقل کیے جاتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ مردوں کی جماعت میں ایسے عبادت کرنے والے نیک لوگ اور حفاظ وقراء اور عشاق کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں جن کے ایمان افروز واقعات پڑھ کر عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے۔

ایک عابدہ خاتون کا تقویٰ

حضرت مسمع بن عاصم مسمعی کا بیان ہے کہ بحرین میں ایک عابدہ زاہدہ خاتون رہتی تھیں، منیفہ جن کا نام تھا۔ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا تو جھوم کر کہتیں: واہ واہ اے نفس! مؤمن کے لئے سرور کا وقت آپہنچا۔ پھر مخصوص لباس زیب تن کرتیں، کمر بند کس لیتیں اور مصلے پر کھڑی ہو جاتیں۔ قیام کی یہ کیفیت ہوتی کہ گویا درخت کا تنا ہے جو ہلنے کا نام نہیں لیتا۔ صبح تک نماز پڑھتیں، دن میں بھی یہی معمول تھا، اذان عصر تک نماز میں مشغول رہتیں، نماز عصر سے فارغ ہو کر غروب آفتاب تک آرام کرتیں، یہی دائمی معمول تھا۔ کسی نے ان سے کہا کہ یہ نیند اگر آپ رات میں کر لیتیں تو بدن کو اس سے زیادہ راحت پہنچتی ہے۔ یہ سن کر کہنے لگیں۔

لَا وَاللّٰهِ لَا اَنَامُ فِی ظُلْمَةِ اللَّيْلِ مَا دُمْتُ فِی الدُّنْيَا.

''نہیں! اللہ کی قسم جب تک دنیا میں زندہ ہوں رات کے اندھیرے میں کبھی نہ سوؤں گی۔''

ابوسفیان کہتے ہیں: منیفہ کے گھر کے ایک فرد نے مجھے بتایا کہ چالیس برس تک ان کا یہ معمول رہا۔ پھر وفات پا گئیں۔

عامر بن ملیک جرانی کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات منیفہ کے پاس گزاری، دیکھا کہ شروع رات میں اٹھ کر انہوں نے نماز میں یہ آیت پڑھی:

وَكَيفَ تَكفُرُونَ وَأَنتُم تُتلَى عَلَيكُم آيَاتُ اللّٰهِ وَفِيكُم رَسُولُهُ وَمَن يَعتَصِم بِاللّٰهِ فَقَد هُدِىَ إِلَى صِرَاطٍ مُستَقِيمٍ.

''اور تم کیسے کفر کرو گے حالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں

اور تم میں اس کے رسول بھی موجود ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیتا ہے تو سیدھی راہ لگ جاتا ہے۔“

اور آخری رات تک مسلسل روتی اور اسی کو دہراتی رہیں۔

ایک باندی کا تقویٰ

عامر بن اسلم باہلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری ایک باندی تھی، ہنیدہ نامی، رات کا ایک تہائی یا نصف حصہ گزرنے پر وہ اٹھ بیٹھتیں اور خاوند کو، اپنے بچوں کو اور گھر کے نوکر چاکروں کو بھی بیدار کر دیتیں۔ ان سے کہتیں: اٹھو، وضو کرو اور نماز پڑھو۔ میری اس بات پر عنقریب تم رشک کرو گے۔ (مرنے کے بعد اس کے ثمرات سامنے آئیں گے تب) مرتے دم تک اس کا یہی معمول رہا۔

ان کی موت کے بعد خاوند نے خواب دیکھا، کوئی کہہ رہا ہے کہ یہاں آخرت میں اگر ہنیدہ سے نکاح برقرار رکھنا چاہتے ہو تو اپنے گھر میں ان کا معمول جاری رکھو۔ اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے نے خواب میں دیکھا جس میں اسے تلقین کی گئی کہ اگر جنت کے اعلیٰ درجات میں والدین کی معیت چاہتے ہو تو گھر میں ان کا معمول جاری رکھو، اس نے بھی انتقال تک یہ معمول جاری رکھا۔ یہاں تک کہ پورا گھرانہ قوامین (شب زندہ دار لوگوں) کے نام سے پکارا جانے لگا۔

یہ دورِ اول کی خواتین کے حالات تھے۔ اس دور میں بھی ایسی باہمت وعبادت گزار خواتین گزری ہیں جن کی زندگیاں ہمارے لئے روشن چراغ ہیں۔ ہم ان کے نقش قدم پر چل کے صحابیات کے نقشِ قدم تک پہنچ سکتے ہیں جو جنت کے راستوں کے نشان ہیں۔

☆......☆......☆

آئینہ تالیفات

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب کی تالیفات ایک نظر میں

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب دامت برکاتہم کو اللہ پاک نے ذوقِ مطالعہ، شوقِ تصنیف وتالیف عطا فرمایا ہے، بہت کم عرصے میں انہوں نے میدانِ قلم میں وہ مقام حاصل کیا کہ ان کا شمار ملک کے بااعتماد مصنفین میں ہونے لگا ہے، اور ان کی کتابیں معتبر ومستند کتب سمجھ کر دیکھی اور پڑھی جانے لگی ہیں، طبقۂ اہل علم ودانش انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس وقت ان کی دو درجن کے قریب "تالیفات" میرے سامنے رکھی ہیں، ان کی تصنیف کردہ کتابوں کی ورق گردانی کرنے، کچھ بغور اور کچھ سرسری طور پر پڑھنے سے حیرت بھی ہوئی اور مفتی صاحب موصوف کی علمی قابلیت ولیاقت کا اندازہ بھی، مولانا کے قریب رہنے کے وجہ سے بندہ کو کسی قدر حضرت مفتی صاحب کی تدریس وافتاء کی ذمہ داریوں اور دیگر تصنیفی، علمی وعملی مشاغل ومصروفیات کا علم ہے، نیز جامعہ کے انتظامی امور کا کس قدر بوجھ حضرت مفتی صاحب کے کندھوں پر ہے؟ یہ ان کی قریبی احباب بخوبی جانتے ہیں، ان سب باتوں کو دیکھ کر واقعۃً حیرت ہوتی ہے کہ مفتی صاحب آخر کس وقت یہ تصنیفی امور سرانجام دیتے ہیں؟ میں اپنے طور پر ان کے تصنیفی اوقات طے کرنے میں قیاس آرائیاں کرتا رہا لیکن حتمی طور پر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا، بالآخر ایک دن میں نے پوچھ ہی لیا کہ "حضرت! یہ کتابیں آپ کب اور کس وقت تحریر فرماتے ہیں؟"

اپنی گذشتہ تصنیف "سنہرے اوراق" میں نے بیماری کے دنوں میں رات ۱۲ بجے کے بعد سے فجر کے درمیانی اوقات میں ترتیب دی ہے" مفتی صاحب نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔

''اور اس سے پہلے کی تصنیفات؟'' میں نے مکرر پوچھا۔

''وہ بھی تقریباً یہی رات گئے اوقات میں'' اُسی سادگی ومتانت سے جواب دیا۔ یہ سن کر مجھے انتہائی حیرت ہوئی، مجھے مشہور مصرع یاد آ گیا۔

مَن طَلَبَ الْعُلٰی سَهَرَ اللَّيَالِیْ

ترجمہ:۔''بلندیوں کا طالب راتیں جاگ کر گذارتا ہے''

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے علمی واصلاحی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے، اور کئی کتابیں تحریر فرمادیں، اللہ پاک نے ان کے اوقات میں برکت عطا فرمائی ہے، ماشاء اللہ ہر سال کم از کم دو تین نئی تصانیف منصۂ شہود پر رونما ہوتی ہیں۔ ان کی تصنیف کردہ کتب مختصر تعارف کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

① ''نماز دین کا ستون'' نماز جیسے اہم بالشان عبادت کے مسائل واحکام و فضائل تفصیل کے ساتھ۔ (صفحات ۶۴)

② ''نفل نمازیں'' جس میں مختلف اوقات کی نفل نمازوں کے فضائل، ادائیگی کا طریقہ، رکعات کی تعداد کو کتب حدیث وفقہ سے منتخب کر کے جمع کیا گیا ہے۔ (صفحات ۶۴)

③ ''صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت واہمیت'' اس میں صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت واہمیت، اس کے پڑھنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، نیز اس کی جماعت کا حکم، تسبیحات بھول جانے یا زیادہ پڑھنے کی صورت میں کیا حکم ہے، ایسے ہی تسبیحات کیسے شمار کی جائیں، اس کے علاوہ اس نماز کے تمام احکامات نہایت واضح اور سہل انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔
(کل صفحات: ۳۱)

(۴) ''مساجد، طہارت اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیاں''

غفلت اور لاعلمی کی وجہ سے مساجد، طہارت اور نماز کے متعلق بیشمار غلطیاں ایسی ہیں جو عوام میں بالعموم اور خواص میں کسی قدر رواج پا گئی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عبادات کی انجام دہی کے لئے مشقت اٹھانے کے باوجود نہ نیکی کا شوق بڑھتا ہے، نہ عبادت کی نورانیت نصیب ہوتی ہے، عبادات میں شوق وذوق پیدا کرنے کے لئے عبادات کو عبادات کے طور پر سنن وآداب کی رعایت کے ساتھ سرانجام دینا ضروری ہے نیز عبادات کے حقیقی ثمرات وبرکات کے حصول کے لئے مروجہ غیر شرعی غلطیوں سے بچنا بھی شرطِ لازم ہے، اس کتاب میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیوں کی نشاندہی کر کے قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اس کا شرعی حل اور جواب ذکر کر دیا گیا، کتاب پڑھئے اور اپنی نمازوں کی اصلاح کر کے انہیں سنت کے مطابق بنائیے۔ (کل صفحات:۱۹۲)

(۵) ''مختصر دستور العمل'' مختصر رسالہ ہے، جس میں اعتکاف کے فضائل اور عشرۂ اخیرہ میں اوقات ولمحات کو قیمتی بنانے کے لئے معتکفین کے لئے مختصر دستور العمل بیان کیا گیا ہے۔ (صفحات ۴۸)

(۶) ''نیکیوں کے پہاڑ'' مختصر وقت یعنی منٹوں اور سیکنڈوں میں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں نیکیاں حاصل کرنے کے لیے روایات سے ثابت شدہ آیات و اوراد کا مجموعہ۔ (صفحات ۷۶)

(۷) ''گناہوں کے پہاڑ'' اس رسالہ میں بخاری شریف کی وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے ''سات ہلاکت خیز گناہوں'' سے بچنے کا حکم فرمایا، کی نہایت عمدہ اور دلنشین انداز میں تشریح کی گئی ہے، ایسی جامع وعمدہ تشریح کے ساتھ پہلی بار یہ رسالہ زیرطبع سے آراستہ ہوا ہے، عوام وخواص کے لئے یکساں مفید۔ (صفحات ۹۸)

(۸) ''صحابہ کرام معیارِ حق و ایمان ہیں؟'' ایک اہم استفتاء اور اس کا تحقیقی جواب ہے جس میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت پر جو بعض ناداں اہل قلم حرف گری کرتے ہیں ان کے دندان شکن جواب کے ساتھ صحابہ کرام کے فضائل کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ (صفحات ۶۴)

(۹) ''مروّجہ صلوٰۃ وسلام کی شرعی حیثیت'' اس رسالہ میں اذان سے پہلے دورود وسلام پڑھنے کے متعلق ایک اہم استفتاء کا قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ صحابہ وتابعین کی روشنی میں مفصل ومدلّل جواب دیا گیا۔ (صفحات ۸۰)

(۱۰) ''گلدستہ چہل حدیث'' چالیس مختصر احادیث نبویہ کا انتخاب جس میں منتخب احادیث کا مکمل مفہوم اور متعلقہ احکامات واضح کیے گئے ہیں۔ (صفحات ۲۱۶)

(۱۱) ''گلدستۂ درود شریف'' اس رسالے میں قرآن وسنت کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے فضائل وبرکات، مسائل اور فوائد تحریر کئے گئے ہیں، نیز احادیثِ مبارکہ، اقوالِ صحابہ وتابعین اور دیگر سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں ''کلماتِ درود'' ذکر کرنے کے بعد ان مواقع ومقامات کو بیان کیا گیا ہے جن میں درود وسلام پڑھنے کی ترغیب آئی ہے۔ (صفحات ۱۹۲)

(۱۲) ''دس نصیحتیں'' جس میں حضور ﷺ نے جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک موقع پر نصیحت فرمائی تھی ان کو مکمل تشریح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ (صفحات ۱۱۶)

(۱۳) ''رسول اکرم ﷺ کے رات کے اعمال'' اس رسالہ میں رات کی وہ تمام سنتیں اختصار کے ساتھ درج ہیں جو سونے سے لے کر جاگنے تک وقتاً فوقتاً انسان کو لاحق ہوتی ہیں، جن پر عمل کرکے انسان اپنی رات کی نیند کو عبادت بنا سکتا ہے۔ (صفحات ۹۴)

۱۴ ''قرآنِ کریم کی پُرنور دعائیں'' اس رسالے میں قرآنِ کریم کی وہ دعائیں ذکر کی گئیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام نے مانگی ہیں یا اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خود سکھلائی ہیں۔ (صفحات ٦٦)

۱۵ ''شاہراہ جنت'' جس میں چالیس وہ اعمال جن کے متعلق جناب نبی کریم ﷺ نے خوشخبری سنائی ہے کہ ان اعمال کو انجام دینا دخول جنت کے موجب ہیں، احادیث کے حوالہ کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ (صفحات ۱۸۸)

۱۶ ''دنیا سے آخرت تک'' بیماری سے لے کر آخری رسومات، تدفین تک تمام احکام، جنازہ، غسل، کفن عیادت وغیرہ کے احکام ومسائل۔ (صفحات ۹۳)

۱۷ ''والدین کی شرعی ذمہ داریاں'' نومولود بچوں کے اسلامی نام، عقیقہ، سالگرہ، ابتدائی تربیت وغیرہ کے سلسلے میں شرعی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا ہے اور مروجہ غیر شرعی رسومات کی قباحت واضح کی گئی ہے۔ (صفحات ۹۴)

۱۸ ''توشہ آخرت'' مختصر وقت میں ڈھیروں اجر وثواب ونیکیوں کے حصول کے لئے مستند روایات سے ماخوذ بابرکت کلمات کا ذخیرہ جس کی بدولت آخرت کے لئے عظیم توشہ نہایت آسان معمولات کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (صفحات ۸۰)

۱۹ ''موت کے بعد زندگی کا انجام'' اس کتاب میں موت کے بعد مؤمن وکافر نیک وبد لوگوں کے احوال اور جنت وجہنم کا تذکرہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ (صفحات ۱۷٦)

۲۰ ''ڈاڑھی قرآن وحدیث کی روشنی میں'' (اضافہ شدہ ایڈیشن) جس میں ڈاڑھی کے وجوب کو قرآن وحدیث اور ائمہ اربعہ کے مذاہب سے ثابت کیا گیا اور اس کے طبی نقصانات وفوائد کو بھی واضح کیا گیا۔ (صفحات ۴۸)

۲۱ ''احسن الحکایات'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام وتابعین اور

دیگر سلفِ صالحین اور مصلحین امت کے حیر انگیز، سبق آموز، روح پرور، زندگی کی کایا پلٹنے والے حالات واقعات درج ہیں، جنہیں پڑھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے، دل میں نورانیت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ (صفحات ۲۸۸)

۲۲ ''سنہرے موتی'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام وتابعین اور دیگر سلفِ صالحین اور مصلحین امت کے حیر انگیز، سبق آموز، روح پرور، زندگی کی کایا پلٹنے والے حالات واقعات درج ہیں، جنہیں پڑھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے، دل میں نورانیت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ سلسلۂ زرّیں اقوال وواقعات اور حالات کی پہلی کڑی ہے۔ (صفحات ۱۷۶)

۲۳ ''سنہرے اوراق'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام وتابعین اور دیگر سلفِ صالحین اور مصلحین امت کے حیر انگیز، سبق آموز، روح پرور، زندگی کی کایا پلٹنے والے حالات واقعات درج ہیں، جنہیں پڑھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے، دل میں نورانیت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ سلسلۂ زرّیں اقوال وواقعات اور حالات کی دوسری کڑی ہے۔ (کل صفحات:۳۱۶)

۲۴ ''سنہری کرنیں'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام وتابعین اور دیگر سلفِ صالحین اور مصلحین امت کے حیر انگیز، سبق آموز، روح پرور، زندگی کی کایا پلٹنے والے حالات واقعات درج ہیں، جنہیں پڑھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے، دل میں نورانیت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ سلسلۂ زرّیں اقوال وواقعات اور حالات کی تیسری کڑی ہے۔ (صفحات ۲۵۶)

۲۵ ''سنہری شعاعیں'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام وتابعین اور دیگر سلفِ صالحین اور مصلحین امت کے حیرانگیز، سبق آموز، روح پرور، زندگی کی کایا پلٹنے والے حالات واقعات درج ہیں، جنہیں پڑھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے، دل میں نورانیت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ سلسلۂ زرّیں اقوال وواقعات اور حالات کی چوتھی کڑی ہے۔ (صفحات/۲۴۰)

۲۶ ''سنہرے نقوش'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام وتابعین اور دیگر سلفِ صالحین اور مصلحین امت کے حیرانگیز، سبق آموز، روح پرور، زندگی کی کایا پلٹنے والے حالات واقعات درج ہیں، جنہیں پڑھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے، دل میں نورانیت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ سلسلۂ زرّیں اقوال وواقعات اور حالات کی پانچویں کڑی ہے۔ (صفحات/۲۵۶)

۲۷ ''مناسکِ حج'' حجاجِ کرام کی سہولت کے لئے اس کتاب میں حج وعمرہ ادا کرنے کا طریقہ، خاص طور پر حج کے پانچ دنوں کے مسائل، منیٰ، عرفات، مزدلفہ، رمی، قربانی، حلق وقصر، طوافِ زیارت اور طوافِ وداع کے مسائل واحکامات عام فہم، سادہ اور دلنشین انداز میں تحریر کئے گئے ہیں، نیز اخیر میں مختصر دستور العمل برائے حجاجِ کرام بھی لکھا گیا ہے۔ (صفحات/۱۱۲)

۲۸ ''آپ زکوٰۃ کیسے ادا کریں؟'' اس کتاب میں زکوٰۃ کی فرضیت، اہمیت، قابلِ زکوٰۃ اثاثہ جات کی تفصیل، نیز اور ان کا نصاب بیان کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کے اہم اور پیچیدہ مسائل بھی تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے۔ (صفحات/۹۶)

۲۹ ''سنہرے حروف'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام وتابعین اور دیگر سلفِ صالحین اور مصلحین امت کے حیرانگیز، سبق آموز، روح پرور، زندگی کی کایا پلٹنے والے حالات واقعات درج ہیں، جنہیں پڑھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے،

دل میں نورانیت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ سلسلہ زریں اقوال و واقعات اور حالات کی چھٹی کڑی ہے۔ (صفحات/۲۵۶)

۳۰ ''جہنم والے اعمال کا خوفناک انجام'' کتاب میں مندرج مباحث اپنے نام سے عیاں میں ہیں کہ اس کتاب میں جہنم میں لے جانے والے اعمال میں سے انتیس (۲۹) بداعمالیوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، مثلاً کفر وشرک، ریاکاری، عبادات میں سستی، قتل ناحق، شراب نوشی، سود خوری، چغلخوری، رشوت ستانی، بددیانتی، قطع رحمی، جادوگری وغیرہ وغیرہ، ان تمام سنگین بداعمالیوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ عام فہم سادہ اور دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ (کل صفحات/۲۷۶)

۳۱ ''سلسلہ قادریہ میں ذکر کرنے کا طریقہ'' اس کتابچہ میں سلسلۂ قادریہ ذکر کرنے کا وہ طریقہ بیان کیا گیا ہے جو پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت فیوضہم کا مرتب کردہ ہے، کتابچہ کے خیر میں نمازِ تہجد پڑھنے کا وہ طریقہ بھی لکھا گیا ہے، جو قطب الاقطاب حضرت مولانا حماداللہ ہالیجویؒ نے اپنے ایک سالک کو ارشاد فرمایا تھا۔ (کل صفحات/۲۴)

۳۲ ''اپنی حفاظت اللہ کے سپرد کیجئے'' آج کل ملکی حالات بالخصوص کراچی کے حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں، ہر شخص کو گھر سے نکلتے ہوئے ڈر محسوس ہوتا ہے، ہر طرف خون وہراس، قتل وغارتگری، لوٹ مار اور چھینا جھپٹی کی وارداتیں عام

ہیں، ان موجودہ گرگوں غیر یقینی حالات کے تناظر میں یہ کتابچہ مرتب کیا گیا ہے، اس کتابچہ میں وہ دعائیں جمع کی گئی ہیں، جن کے پڑھنے سے آدمی کی جان و مال محفوظ رہتی ہے۔ (کل صفحات/۲۴)

محمد قاسم امیر
رفیق
دار الافتاء جامعہ حمادیہ
۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

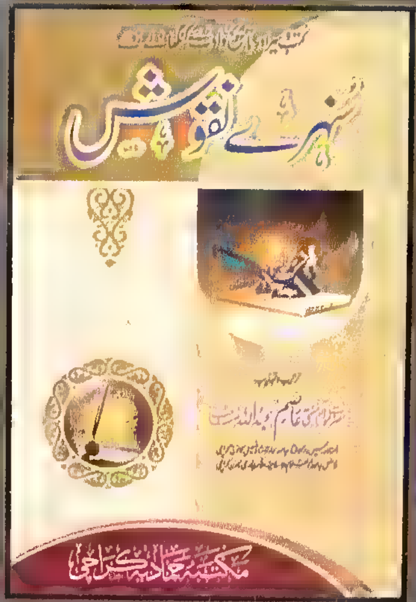

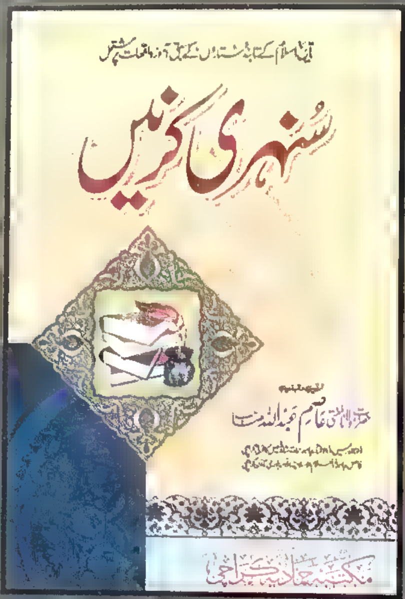

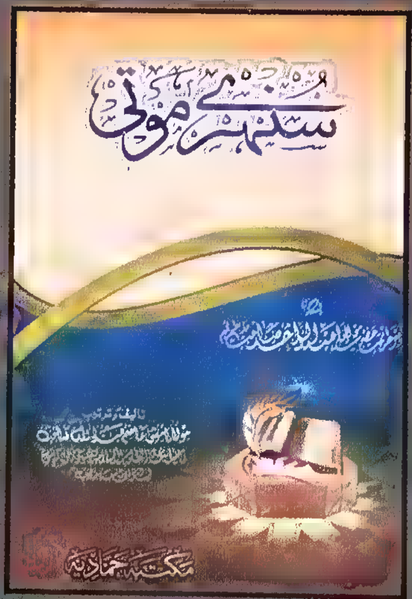

Faraz: 0302-2691277

مکتبہ حمادیہ کراچی

شاہ فیصل کالونی نمبر 2، کوڈ نمبر 75230

فون نمبر: 021-34572537, 0333-3558552